فہم القرآن سیریز نمبر 1

قال الملا 9

سوال وجواب کی صورت میں

قُرآن مجید کی ہر آیت کی وضاحت

نگہت ہاشمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُرآناً عَجَباً

نگہت ہاشمی

قُرآناً عَجَباً

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب	:	”قرآنًا عَجَبًا“ [پارہ 9]
مؤلفہ	:	نگہت ہاشمی
طبع اوّل	:	جنوری 2015
تعداد	:	1000
ناشر	:	النور پبلیکیشنز
لاہور	:	102H گلبرگ III فردوس مارکیٹ لاہور 36J گلبرگ III فردوس مارکیٹ لاہور
فون نمبر	:	03364033044 0423-5748737
کراچی	:	گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی، نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن، بلاک 2، کراچی 03364033032 021-35292341
فیصل آباد	:	A-121 فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ 03364033086 041-8759191
ای میل	:	infoalnoorinternational@gmail.com
ویب سائٹ	:	www.alnoorpk.com
فیس بک	:	Alnoor international Nighat Hashmi Alnoor products

فہرست

ابتدائیہ

رکوع ❖ 1	9
رکوع ❖ 2	15
رکوع ❖ 3	19
رکوع ❖ 4	24
رکوع ❖ 5	31
رکوع ❖ 6	34
رکوع ❖ 7	42
رکوع ❖ 8	49
رکوع ❖ 9	53
رکوع ❖ 10	63
رکوع ❖ 11	69
رکوع ❖ 12	80
رکوع ❖ 13	93
رکوع ❖ 14	101
سورہ الانفال	120
رکوع ❖ 15	121
رکوع ❖ 16	131
رکوع ❖ 17	141
رکوع ❖ 18	152
آخری آیات	162

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ابتدائیہ

اِنَّ الْحمْدَلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِینُہٗ ،وَنَسْتَغْفِرُہٗ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنا،وَمِنْ سَیِّاتِ أعْمالِنَا، مَنْ یَّھدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُضْلِلْ فَلاَھَادِیَ لَہٗ،وَأشْھَدُاَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَأشْھَدُاَنَّ مُحمّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

بے شک حمد اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے ہم اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہیں اور ہم اسی سے مدد طلب کرتے ہیں اور اسی سے مغفرت چاہتے ہیں، اور اپنے نفس کی برائیوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے وہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں، محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں ۔

قرآن مجید کو انسان کے قلب وذہن اور زندگی میں اتارنے کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو طریقے اختیار کیے ہیں ان میں سے ایک اہم طریقہ سوال وجواب کا ہے۔ مثلاً سورہ المدثر میں اللہ تعالیٰ سوال کرتے ہیں:

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَاسَقَرُ اور تمہیں کس نے خبر دی کہ وہ دوزخ کیا ہے؟

پھر اگلی ہی آیت میں جواب دیا جاتا ہے:

لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ نہ وہ باقی رکھے گی اور نہ وہ چھوڑے گی۔

سورہ البلد میں اللہ تعالیٰ خود ہی سوال اٹھا کر جواب دیتے ہیں: وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴿۱۲﴾ فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿۱۳﴾ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ﴿۱۴﴾ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿۱۵﴾ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی ؟ کسی گردن کا چھڑانا۔ یا بھوک والے دن کھانا کھلانا۔ کسی رشتہ دار یتیم کو۔ یا خاک نشین محتاج کو۔ پھر یہ کہ وہ اُن لوگوں میں ہو جو ایمان لائے اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی نصیحت کی۔ (البلد:16-12)

سوال آدھا علم ہے ۔سوال جب اٹھایا جاتا ہے تو ذہن متوجہ ہو جاتا ہے پھر جب جواب آتا ہے تو اس کا اثر گہرا ہوتا ہے ۔ نبی ﷺ کثرت سے اس طریقے کو استعمال فرماتے تھے۔ امام بخاری نے عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے بیان کیا: **وَعَنِ ابنِ مسعودٍ** رضی اللہ عنہ **قَالَ :فقال رَسُولُ اللہ** ﷺ **اَیُّکُم مَالُ وَارِثِہٖ اَحبُّ اِلَیہِ مِنْ مَّالِہٖ ؟ قالوا : یَارَسُولَ اللہِ ما مِنَّا اَحدٌ اِلَّا مَالُہٗ اَحبُّ الیہ قَال : فَان مَالَہٗ ما قَدَّمَ وَمَالَ وَارِثِہٖ مَا اَخَّرَ ۔**

سیدنا ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جسے اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہو؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: ''یارسول اللہ ﷺ! ہم میں سے ہر شخص کو اپنا مال ہی سب سے زیادہ محبوب ہے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''پس انسان کا مال تو وہی ہے جو اس نے (صدقہ وخیرات) کر کے آگے بھیجا اور اس کے وارث کا مال وہ ہے جو وہ پیچھے چھوڑ گیا۔'' (صحیح بخاری: 6442)

ہر آیت میں غور وفکر کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں لیکن انسان عام طور پر انہیں نظر انداز کر کے گزر جاتا ہے۔ یہ پہلو سوال کی صورت میں سامنے آجائیں تو انسان رک کر سوچتا ہے۔ سوال وجواب کی صورت میں سیکھنا زیادہ آسان ہوجاتا ہے۔ انسان کو سوالوں کے جواب مل جائیں تو اطمینان ہوجاتا ہے اور دل جمتا ہے۔

قرآنِ حکیم کو سوال وجواب کی صورت میں قرآناً عجباً کے نام سے مرتب کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہر آیت کے اہم پہلوؤں کو سوال کی صورت میں اٹھایا گیا ہے اور نکات کی صورت میں ان کا جواب قرآن حکیم ہی سے لینے کی کوشش کی ہے۔ میں نے یہ تجربہ کیا ہے کہ اس طرح اہم نکات حافظے کا حصہ بن جاتے ہیں، وہ نکات جن پر انسان عام طور پر یا تو سوچتا نہیں یا پھر ویسے ہی گزر جاتا ہے۔ قرآن مجید کو اس انداز میں پڑھ کر ہر وہ شخص فائدہ اٹھا سکتا ہے جو قرآن کے راستے کا مسافر بننا چاہتا ہے۔ اگرچہ سوال وجواب کے طریقے سے شعور بیدا ہوتا ہے لیکن ایک انسان کا علم محدود ہے، سمجھ محدود ہے، فرشتوں کی بات کو سامنے رکھیں تو اپنے علم کی حقیقت سامنے آتی ہے: قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ انہوں نے کہا: '' آپ پاک ہیں، جو کچھ آپ نے ہمیں سکھایا ہے اُس کے سوا ہمیں کچھ علم نہیں، یقیناً آپ ہی سب کچھ جاننے والے، کمال حکمت والے ہیں۔

میں ان سب افراد کی بے حد ممنون ہوں جنہوں نے اس کاوش کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں میری مدد کی۔ قارئین سے درخواست ہے غلطیوں کی نشاندہی ضرور کریں۔ اگر اس سے کوئی بھلائی نصیب ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کا کرم سمجھ لیں، آخرت کی فکر لاحق ہوجائے تو دعاؤں میں یاد رکھئے۔ اللہ تعالیٰ میری خطاؤں سے درگزر فرمائیں۔

دعاؤں کی طلب گار

نگہت ہاشمی

رکوع نمبر 1

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ (88)

اس کی قوم میں سے ان سرداروں نے کہا جنھوں نے تکبر کیا ''اے شعیب! ہم تجھے اوران لوگوں کو جو تمہارے ساتھ ایمان لائے ہیں ضرور بہ ضرور اپنی بستی سے نکال دیں گے یا تم ضرور بہ ضرور ہمارے دین میں واپس پلٹ آؤ گے۔'' شعیب نے کہا: ''اور کیا اگر چہ ہم ناپسند کرنے والے ہوں؟'' (88)

سوال 1: قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ ''اس کی قوم میں سے ان سرداروں نے کہا جنھوں نے تکبر کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ قَالَ الْمَلَاُ سرداروں نے کہا: اَلْمَلَاُ قوم کے سردار جو بیٹھیں تو مجلس بھر جائے اور جب ان کی طرف دیکھیں تو نظر بھر جائے۔ (ایسر التفاسیر: 466) ﴿2﴾ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ ''اس کی قوم میں سے جنھوں نے تکبر کیا'' اس سے مراد ان کے اشراف اور بڑے آدمی ہیں جنھوں نے اپنی لذات میں مستغرق ہو کر اپنی خواہشات نفس کی پیروی کی، جب ان کے پاس حق آیا اور انھوں نے دیکھ لیا کہ حق ان کی خواہشات نفس کے خلاف ہے تو انھوں نے نہایت تکبر سے حق کو ٹھکرا دیا اور اپنے نبی شعیب علیہ السلام اور ان مستضعفین سے کہنے لگے جو شعیب علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ (تفسیر سعدی: 902/1) ﴿3﴾ وہ جنھوں نے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے سے تکبر کیا، اس کے احکامات ماننے سے اور اس کے رسول شعیب علیہ السلام کی پیروی کرنے سے انکار کیا۔ اس وقت جب شعیب علیہ السلام نے انہیں کفر سے اور اپنے رب کی مخالفت کرنے کی بناء پر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا۔ (جامع البیان: 3/10) ﴿4﴾ اسْتَكْبَرُوْا انھوں نے تکبر کیا جب کہ وہ حقیر تھے یہاں تک کہ انھوں نے حق قبول نہیں کیا۔ (ایسر التفاسیر: 466)

سوال 2: سیدنا شعیب علیہ السلام کی قوم کا دین کیا تھا؟

جواب: سیدنا شعیب علیہ السلام کی قوم نے انبیاء کے دین میں خود ساختہ تبدیلیاں کیں اور اس کو اپنی خواہشات کا دین بنالیا اور اسی کو وہ اللہ تعالیٰ کا دین کہنے لگے۔

سوال 3: کیا قوم شعیب اللہ تعالیٰ کی منکر تھی؟

جواب: قوم شعیب اللہ تعالیٰ کا انکار نہیں کرتی تھی لیکن اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے کی مجرم ضرور تھی۔

سوال 4: قوم شعیب اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کیسے باندھتی تھی؟

جواب: خود ساختہ دین کو اللہ تعالیٰ کا دین قرار دے کر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتی تھی۔

سوال 5: لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ''اے شعیب! ہم تجھے اور ان لوگوں کو جو تمہارے ساتھ ایمان لائے ہیں ضرور بہ ضرور اپنی بستی سے نکال دیں گے یا تم ضرور بہ ضرور ہمارے دین میں واپس پلٹ آؤ گے۔'' قوم شعیب نے شعیب علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو اپنے دین میں لوٹنے یا جلاوطنی کی دھمکی کیوں دی؟

جواب: ﴿1﴾ قوم شعیب نے جب محسوس کیا کہ شعیب علیہ السلام کے دلائل کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں اور دوسری طرف اقتدار ان ہی کے پاس ہے تو انھوں نے قوت کے ذریعے پیغمبر کو خاموش کرانے کا ارادہ کیا۔ انھوں نے جلاوطنی یا پہلے دین میں واپسی کی دھمکی دی۔ ﴿2﴾ انھوں نے حق کے خلاف بےمہابہ قوت استعمال کی اور کسی اصول، ذمہ داری اور حق کی پاسداری نہ کی۔ انھوں نے تو صرف اپنی خواہشات نفس کی رعایت اور ان کی پیروی کی اور اپنی ناقص عقل کے پیچھے لگے جو ان کے قول فاسد پر دلالت کرتی ہے۔ پس شعیب علیہ السلام سے کہنے لگے ''یا تو تجھے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اور تیرے ساتھیوں کو ہمارے دین میں واپس لوٹنا ہوگا یا ہم تجھے اپنی بستی سے نکال باہر کریں گے''۔شعیب علیہ السلام ان کے ایمان لانے کی امید میں ان کو ایمان کی دعوت دیتے رہے مگر وہ اب تک ایمان نہ لائے اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ انہوں نے شعیب علیہ السلام کو دھمکی دی کہ اگر وہ ان کی پیروی نہیں کریں گے تو وہ ان کو ان کے اس وطن سے جلاوطن کر دیں گے جس میں رہنے کے شعیب علیہ السلام اور ان کے اصحاب زیادہ مستحق ہیں۔(تفسیر سعدی:903/1)《3》یہ ظلم کا طریقہ کار ہے۔جب وہ خطیب الانبیاء شعیب علیہ السلام سے مغلوب ہو گئے تو انہوں نے قوت سے غالب آنے کی کوشش کی۔وہ راہزنی میں مشہور تھے اور ہتھیار اٹھا کر دندناتے پھرتے تھے اور وہ جلاوطن کرنے یا باطل دین میں واپس پلٹنے کی دھمکیاں دے رہے تھے۔(ایسر التفاسیر:466)

سوال6:قوم شعیب نے دھمکی کے ذریعے کیا ثابت کرنا چاہا؟

جواب:قوم شعیب نے دھمکی کے ذریعے یہ ثابت کرنا چاہا کہ جن کو شعیب علیہ السلام باطل قرار دے رہے ہیں ساری قوتیں اور ذرائع ان کے پاس ہیں اور اگر باطل متحد ہو جائے تو وہ زندگی کے ذرائع کہاں سے پائیں گے!

سوال7:قوم شعیب کی دھمکی سے ان کے بارے میں کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب:《1》قوم شعیب کی دھمکی سے ان کے عقیدے کے بارے میں پتہ چلتا ہے۔《2》انہوں نے اپنی قوت اور ذرائع کی طرف دیکھا مگر رب کی طرف نہیں دیکھا جو سب سے زیادہ قوت والا ہے۔《3》قوم شعیب یہ حقیقت بھول گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ جس کے خلاف ہو جائے اس کے لئے کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔

سوال8:قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ ''شعیب نے کہا:''اور کیا اگر چہ ہم ناپسند کرنے والے ہوں؟''سیدنا شعیب علیہ السلام نے قوم کی دھمکی کا جواب کیا دیا؟

جواب:سیدنا شعیب علیہ السلام نے ان کی بات پر تعجب کرتے ہوئے فرمایا:خواہ ہم تمہارے دین سے بے زار ہوں،اس سے نفرت کرتے ہوئے بھی تمہارے باطل دین کی پیروی کریں!یعنی ہم تو جانتے ہیں کہ تمہارا دین باطل ہے اور وہ شخص جو علی الاعلان دوسروں کو بھی اس دین سے روک رہا ہے اور اس کے پیروکاروں کو برا کہتا ہے وہ اس دین کو قبول کرے اور اس کو دنیا میں پھیلائے۔

قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ وَمَا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَآ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ؕ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ(89)

یقیناً ہم نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا اگر تمہاری ملت میں لوٹ آئیں اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے نجات دی ہے اور ہمارے لیے یہ ممکن نہیں کہ ہم اس میں لوٹ آئیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے جو ہمارا رب ہے۔ہمارے رب نے ہر چیز کو علم سے گھیرا ہوا ہے۔ہم نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا،اے ہمارے رب!ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرما اور تو ہی سب فیصلہ کرنے والوں میں سے بہترین ہے۔(89)

سوال1:قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ''یقیناً ہم نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا اگر تمہاری ملت میں لوٹ آئیں اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے نجات دی ہے''سیدنا شعیب علیہ السلام نے ملت کفر میں واپسی کو اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھنا کیوں قرار دیا؟

جواب:سیدنا شعیب علیہ السلام نے ملت کفر میں واپسی کو اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھنا قرار دیتے ہوئے کہا:اگر ملت کفر کو اختیار کریں اس کے بعد کہ اللہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تعالیٰ نے ہمیں اس سے نجات دے دی ہے تو ہم جھوٹے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر افتر ء پردازی کرتے ہیں کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ اس سے بڑا کوئی جھوٹا اور افتر ء پرداز نہیں جو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرائے حالانکہ وہ ایک ہے، بے نیاز ہے، جس کے ساتھ کوئی دوسرا شریک نہیں، اگر اس علم کے بعد بھی ہم ملت کفر اختیار کریں تو اس کا یہ مطلب ہے کہ ہم اس ملت کفر کا حق سمجھتے ہیں کہ وہ دنیا میں اپنا اقتدار قائم کرے، ہم اقتدار کو اللہ تعالیٰ کے دین کا نہیں طاغوت کا حق سمجھیں گے یوں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھیں گے، اس کے دین کے مقابلے میں ملت کفر کو ترجیح دیں گے، تو یوں ہم ثابت کریں گے کہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کا دین حق نہیں ہے جو کہ بڑا جھوٹ ہے۔

سوال 2: دین حق کو چھوڑ کر ملت کفر کی طرف پلٹنے والا صراط مستقیم سے کیسے ہٹ جاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ملت کفر کی طرف لوٹ جانے والے کا دین اللہ تعالیٰ کے لئے خالص نہیں رہتا۔ ﴿2﴾ اس کی اطاعت صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں ہوتی۔ ﴿3﴾ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو رب بنالیتا ہے اور اس طرح صراط مستقیم سے ہٹ جاتا ہے۔

سوال 3: وَمَا يَكُونُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَآ ''اور ہمارے لیے یہ ممکن نہیں کہ ہم اس میں لوٹ آئیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: آیت کا یہ حصہ سیدنا شعیب عَلَيْهِ السَّلَام کا اعلان ہے کہ ہمارے لیے ممکن ہی نہیں کہ تمہاری ملت میں پلٹ آئیں۔ ﴿1﴾ جو انسان حق کو قبول کر لیتا ہے وہ انسان کی غلامی کی حقیقت کو سمجھ جاتا ہے، اس طرح انسان کی انسانیت ہی ختم ہو جاتی ہے سیدنا شعیب عَلَيْهِ السَّلَام کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ کیسے ممکن ہے کہ دوبارہ انسانیت کے خاتمے کے لیے پروگرام میں شامل ہوا جائے۔ ﴿2﴾ انسان کے لئے یہ بہت بڑی مصیبت ہے کہ وہ دوسرے انسانوں کی خواہشات، رجحانات، ارادوں، مرضی اور حکم کا پابند ہو۔ وہ جیسے جی چاہے انسانوں کو چلائیں۔ سیدنا شعیب عَلَيْهِ السَّلَام کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ کیسے ممکن ہے کہ ہم جان بوجھ کر دوبارہ انسانوں کی غلامی اختیار کر لیں۔ ﴿3﴾ ملت کفر میں لوگوں کے مال بھی وقت کے بڑوں کے پاس چلے جاتے ہیں جیسے چاہیں استعمال کریں۔ اولاد بھی ان ہی کے ہاتھ میں چلی جاتی ہے جیسے چاہیں ان کے اندر اخلاق اور عادات کو پروان چڑھائیں۔ سیدنا شعیب عَلَيْهِ السَّلَام کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ کیسے ممکن ہے کہ اپنے مال اور اولاد پھر سے تمہارے حوالے کر دیں۔ ﴿4﴾ ملت کفر میں لوگوں کی عزت بھی اپنے ہاتھ میں نہیں رہتی یا تو ظلم کے ساتھ لوگوں کی عزت کے ساتھ کھیلا جاتا ہے یا لوگ ضمیر بدل کر دل کی خوشی سے عزتیں لٹواتے ہیں۔ سیدنا شعیب عَلَيْهِ السَّلَام کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ کیسے ممکن ہے کہ پھر سے اپنی عزت تمہارے حوالے کر دیں۔

سوال 4: اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ''مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے جو ہمارا رب ہے'' سیدنا شعیب عَلَيْهِ السَّلَام نے یہ کہہ کر اپنے معاملات کیسے اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ ''مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے جو ہمارا رب ہے'' کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اپنی مخلوق میں نافذ ہوتی ہے۔ (ایسر التفاسیر:466) ﴿2﴾ سیدنا شعیب عَلَيْهِ السَّلَام یہ سمجھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز پر حاوی ہے۔ وہ نہیں جانتے کہ مستقبل میں ان کے معاملات کس رخ پر چلنے والے ہیں؟ وہ ملت کفر میں جانے کو ناپسند کر سکتے تھے تو انہوں نے صاف نفرت کی، وہ ملت کفر میں جانے سے رک سکتے تھے انہوں نے صاف انکار کیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بارے میں نہیں جانتے تھے جب کہ انسانی معاملات کا دارومدار اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے اس لیے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی مشیت کو مستقبل کے معاملات سونپ دیئے۔ ﴿3﴾ اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت اور تمام مخلوقات میں نافذ اس کے ارادے میں غور کیا جائے، جس سے باہر نکلنا کسی کے لیے ممکن نہیں خواہ پے در پے اسباب مہیا ہوں اور قوتیں باہم موافق ہوں، تو وہ اپنے بارے میں یہ فیصلہ نہیں کر سکتے کہ وہ عنقریب فلاں فعل سرانجام دیں گے یا اس کو چھوڑ دیں گے۔ (تفسیر سعدی:904)

سوال 5: سیدنا شعیب عَلَيْهِ السَّلَام نے کن وجوہات کی بنا پر کفار کو اس بات سے مایوس کر دیا کہ وہ ان کی موافقت کریں گے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: شعیب علیہ السلام نے متعدد وجوہ کی بناء پر کفار کو اس بات سے مایوس کر دیا کہ وہ ان کی موافقت کریں گے۔﴿1﴾ شعیب علیہ السلام اور ان کے اصحاب ان کے دین کو ناپسند کرتے تھے اور اس سے سخت بغض رکھتے تھے کیونکہ ان کا دین شرک پر مبنی تھا۔﴿2﴾ شعیب علیہ السلام نے ان کے دین کو جھوٹ قرار دیا تھا اور ان کو اس بات پر گواہ بنایا تھا کہ اگر انہوں نے اور ان کے اصحاب نے کفار کے دین کی اتباع کی، تو وہ جھوٹے ہیں۔﴿3﴾ انہوں نے علی الاعلان اعتراف کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کفار کے دین سے بچا کر ان پر احسان کیا ہے۔﴿4﴾ ان کی استقامت پر مبنی حالت پر غور کریں، ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی جو تعظیم اس کی عبودیت کا جو اعتراف نیز اس بات کا اعتراف کہ وہی الٰہ واحد ہے صرف وہی اکیلا عبادت کے لائق ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور اس بات کا اعلان کہ مشرکین کے گھڑے ہوئے معبود سب سے بڑا باطل اور سب سے بڑا فریب ہیں۔ ان امور کو دیکھتے ہوئے یہ بات محال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ان کو ہدایت سے نوازنے کے بعد وہ ان کے دین میں واپس لوٹیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی عقل سے نوازا ہے جس کے ذریعے سے وہ حق اور باطل ہدایت اور گمراہی کو پہچانتے ہیں۔(تفسیر سعدی: 4/1903,90)

سوال6: وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۚ عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا '' ہمارے رب نے ہر چیز کو علم سے گھیرا ہوا ہے۔ ہم نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ہمارے رب کے علم نے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے۔ اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں۔﴿2﴾ ہمارے لیے یا کسی اور کے لیے اللہ تعالیٰ کی مشیت سے بھاگنا ممکن نہیں ہے۔ اس کی مشیت، اس کے علم اور حکمت کے تابع ہے۔﴿3﴾ وہ سب کچھ جاننے والا العلیم جانتا ہے کہ بندوں کے لیے کیا چیز فائدہ مند ہے اور کس سے وہ اپنے بندوں کے لیے کوئی تدبیر کرے۔

﴿4﴾ وہ انسان اللہ تعالیٰ پر توکل کر سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو قوت کا سرچشمہ سمجھے، جو اس کو اپنی آخری پناہ گاہ سمجھے، جو یقین رکھے کہ آخری فیصلے اور فتح و شکست کا اختیار اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔﴿5﴾ جو انسان رب کے علم کی وسعتوں کا یقین رکھتا ہے، وہ رب پر توکل کرنے لگتا ہے، وہ رب سے ہی ہر معاملے کا فیصلہ طلب کرتا ہے۔

سوال7: عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا '' ہم نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی ہم نے دین حق پر ثبات اور باطل سے براءت کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا اور اس کی حمایت کرتے ہوئے ہم نے اس پر اعتماد کیا۔(ایسر التفاسیر: 466)﴿2﴾ ہم نے اللہ تعالیٰ پر اعتماد کیا کہ وہ ایمان پر ثبات دے اور یقین میں اضافے کی توفیق دے۔(الاساس فی التفسیر: 1949/4)﴿3﴾ ہم اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں کہ وہ ہمیں جہنم کے راستوں سے بچالے گا اور ہدایت کے راستے پر ثبات عطا فرمائے گا۔ ہم یقین رکھتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے وہ اس کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ اور جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے تو وہی اس کو کافی ہے۔(الطلاق: 3)

سوال8: رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ '' اے ہمارے رب! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرما اور تو ہی سب فیصلہ کرنے والوں میں سے بہترین ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا '' اے ہمارے رب! ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرما'' یعنی ہمارے درمیان واضح فیصلہ فرما دیجیے۔ غیب سے ہماری مدد فرما دیجیے۔﴿2﴾ وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ یعنی انصاف کے ساتھ فیصلہ فرما دے۔ ہر ظلم کرنے والے، حق سے دشمنی رکھنے والے کے مقابلے میں مظلوم کی مدد فرمائیے۔﴿3﴾ وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ '' اور تو ہی سب فیصلہ کرنے والوں میں سے بہترین ہے'' تو سب سے اچھا حاکم ہے، تو عادل ہے کسی پر ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا۔﴿4﴾ اپنے بندوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے فیصلے کی دو اقسام ہیں: (الف) اللہ تعالیٰ باطل میں سے حق کو، گمراہی میں سے ہدایت کو بیان کر کے نیز یہ واضح کر کے کہ کون صراط مستقیم پر گامزن ہے اور کون اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سے منحرف ہے۔ فیصلہ کرتا ہے یہ اس کا علمی فیصلہ ہے۔ (ب) ظالموں کو سزا دینے اور صالحین کو نجات اور اکرام عطا کرنے کے لیے جو فیصلہ کرتا ہے وہ اس کا جزائی فیصلہ ہے۔ پس اہل ایمان نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ حق اور انصاف کے ساتھ ان کے اور ان کی قوم کے درمیان فیصلہ فرما دے اور وہ انہیں ایسی آیات و علامات دکھا دے جو فریقین کے مابین فیصلہ کن حیثیت رکھتی ہیں۔ (تفسیر سعدی:903,905/1)

وَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَوْمِهِ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا إِنَّكُمْ إِذًا لَّخَاسِرُونَ(90)

اور اس کی قوم میں سے جن سرداروں نے کفر کیا تھا انہوں نے کہا: ''یقیناً اگر تم شعیب کے پیچھے چلو گے تب یقیناً تم ضرور خسارہ اٹھانے والے ہو جاؤ گے۔'' (90)

سوال 1: وَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَوْمِهِ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا إِنَّكُمْ إِذًا لَّخَاسِرُونَ ''اور اس کی قوم میں سے جن سرداروں نے کفر کیا تھا انہوں نے کہا: ''یقیناً اگر تم شعیب کے پیچھے چلو گے تب یقیناً تم ضرور خسارہ اٹھانے والے ہو جاؤ گے۔'' قوم شعیب کے سرداروں نے یہ کیوں کہا کہ اگر شعیب علیہ السلام کی پیروی کرو گے تو خسارہ اٹھانے والے ہو جاؤ گے؟

جواب: ﴿1﴾ قوم شعیب کے پاس اقتدار تھا، ظاہری قوتیں تھیں۔ انہوں نے جب اپنی قوت سے شعیب علیہ السلام کو مرعوب کرنا چاہا تو وہ حق کی دعوت دینے سے نہ رکے۔ اب انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے سے روکنے کے لئے مار دھاڑ اور پکڑ دھکڑ کی ظاہری قوت سے اپنی عوام کو مطمئن کرنا چاہا اور شعیب علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں پر ظلم توڑ کر یہ ثابت کرنا چاہا کہ قوت ہمارے ہاتھ میں ہے، ہم چاہیں تو قوت نہ رکھنے والوں کو ذلیل و رسوا کر دیں۔ یوں قوم شعیب علیہ السلام کے سرداروں نے مظلوموں پر ہونے والے ظلم، ان پر مسلط کی جانے والی ذلت، ان کی مالی کمزوری اور ظاہری قوت اور اسباب کی کمی سے دوسروں کو ڈرایا تاکہ جو بھی شعیب علیہ السلام کا ساتھ دینا چاہے وہ خسارے سے بچنے کے لیے ان کا ساتھ نہ دے۔ ﴿2﴾ ان کے نفس نے ان کے لیے مزین کر دیا تھا کہ رشد و ہدایت کی اتباع سراسر خسارہ اور شقاوت ہے انہیں یہ معلوم نہیں کہ خسارہ تو تمام تر خود گمراہی میں پڑے رہنے اور دوسروں کو گمراہ کرنے میں ہے اور جب ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا تو اس وقت انہیں یہ حقیقت معلوم ہوئی۔ (تفسیر سعدی:905/1)

فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ(91)

چنانچہ ان کو ایک زلزلے نے پکڑ لیا، پھر انہوں نے اس حال میں صبح کی کہ وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل گرے پڑے تھے۔ (91)

سوال 1: اللہ تعالیٰ نے قوم شعیب کے سرداروں کے دعوے کا کیا جواب دیا؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے قوم شعیب کے سرداروں کے مستقبل سے ساری دنیا کو دکھا دیا کہ برباد وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے حق کی دعوت دینے والوں کی مخالفت کی اور بربادی بھی ایسی جو اوندھا گرا دے گی۔ ﴿2﴾ قوم شعیب کو ایسے زلزلے نے آلیا کہ وہ کٹے ہوئے درختوں کی مانند مردہ گرے پڑے تھے۔ ﴿3﴾ اہل مدین پر عذاب کے بارے میں قرآن کریم کی بعض دوسری آیات کو جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پر تین طرح کا عذاب آیا تھا ظلہ، صحیۃ اور رجفۃ یعنی ان پر پہلے ایک بادل چھا گیا جس میں سے آگ شعلے اور چنگاریاں نکلنے لگیں پھر اسی سے ایک ہولناک اور جگر خراش کرخت قسم کی آواز پیدا ہوئی اور اسی دوران نیچے سے زلزلے نے آلیا اس طرح وہ لوگ اپنے اپنے گھروں میں موت کی آغوش میں چلے گئے اس حال میں انہوں نے اوندھے پڑ کر اپنے سینوں کو زمین سے چمٹا رکھا تھا تاکہ انہیں اس عذاب سے کم سے کم تکلیف محسوس ہو، رہے شعیب علیہ السلام اور ان کے ساتھی تو انہیں اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی اس بستی سے نکل جانے کا حکم دے دیا تھا۔ (تیسیر القرآن:78/2)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۚ اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ(92)

جن لوگوں نے شعیب کو جھٹلایا گویا وہ اس میں رہے ہی نہ تھے، وہ لوگ جنہوں نے شعیب کو جھٹلایا وہی خسارہ اٹھانے والے تھے۔(92)

سوال1: الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ''جن لوگوں نے شعیب کو جھٹلایا گویا وہ اس میں رہے ہی نہ تھے،'' قوم شعیب پر آنے والے عذاب نے ان کی کیا حالت بنادی؟

جواب:《1》وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے، ایسے بے حس وحرکت گویا وہ ان میں بسے ہی نہ تھے، گویا کہ انہوں نے گھروں کو تعمیر ہی نہ کیا تھا۔ وہ ایسے برباد ہوئے کہ ان کے گھروں میں ان کے کچھ آثار بھی باقی نہ رہے۔

سوال2: اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ ''وہ لوگ جنہوں نے شعیب کو جھٹلایا وہی خسارہ اٹھانے والے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》جب قوم شعیب کو عذاب نے آ پکڑا تو لذتوں کی دنیا سے ہلاکت کے گڑھوں میں منتقل ہو گئے۔ قیامت کے دن وہ اور ان کے گھر والے خسارہ اٹھائیں گے جنہوں نے یہ کہا تھا کہ اگر تم نے شعیب علیہ السلام کی پیروی کی تو خسارے میں پڑ سکتے ہو۔《2》یہ نظریہ اہل مدین کا نظریہ نہیں تھا بلکہ ہر زمانے میں مفسد قسم کے لوگوں کا یہی خیال ہے کہ تجارت، سیاست اور دوسرے دنیوی معاملات جھوٹ اور بے ایمانی کے بغیر چل ہی نہیں سکتے۔(تیسیر القرآن:78/2)

فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ(93)

سو شعیب ان سے واپس لوٹا اور کہا: ''اے میری قوم! بلاشبہ یقیناً میں نے تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیے اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی، تو میں انکار کرنے والے لوگوں پر کیسے افسوس کروں؟(93)

سوال1: فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ ''سو شعیب ان سے واپس لوٹا اور کہا: اے میری قوم! بلاشبہ یقیناً میں نے تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیے اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی'' شعیب علیہ السلام اپنی قوم سے کیسے جدا ہوئے؟

جواب:《1》سیدنا شعیب علیہ السلام ان سے ایسے جدا ہوئے کہ ان کے راستے بھی جدا ہو گئے اور انجام بھی جدا ہو گیا۔《2》جب وہ سب برباد ہو گئے تو ان کی ہلاکت کے بعد ان سے مخاطب ہو کر کہنے لگے: لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ میں نے تمہیں اپنے رب کے پیغامات کھول کر بیان کر دیئے تم نے سب کچھ سمجھا لیکن سرکشی کی وَنَصَحْتُ لَكُمْ اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم نے قبول نہیں کی، تم نے نافرمانی ہی کی۔

سوال2: فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ''تو میں انکار کرنے والے لوگوں پر کیسے افسوس کروں؟'' شعیب علیہ السلام کو اپنی قوم کی بربادی پر کوئی افسوس کیوں نہ ہوا؟

جواب:《1》شعیب علیہ السلام کو قوم کی بربادی پر افسوس اس لئے نہیں تھا کہ انہوں نے رب کے پیغامات پہنچا دیئے اور خیر خواہی کا حق ادا کر دیا، لیکن قوم نے حق کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس قوم پر افسوس کا اظہار کیسے ہو سکتا ہے جس کا دین فرق ہے، جب لوگوں کے عقائد فرق ہو جاتے ہیں تو ان کی زندگی کے راستے جدا جدا ہو جاتے ہیں۔ یہ فرق رشتہ داروں میں بھی ہوتا ہے۔《2》یعنی میں ایسے لوگوں کے انجام پر کیوں کر غمزدہ ہو سکتا ہوں جن میں کوئی بھلائی نہ تھی؟ بھلائی ان کے پاس آئی مگر انہوں نے اسے ٹھکرا دیا، اسے قبول نہ کیا، یہ لوگ شر کے سوا کسی چیز کے لائق نہ تھے۔ پس یہ اس چیز کے مستحق نہیں ہیں کہ ان کی ہلاکت پر افسوس کیا جائے بلکہ ان کی ہلاکت اور استیصال پر تو خوش ہونا چاہیے۔ اے اللہ! فضیحت اور رسوائی سے تیری پناہ! اس سے بڑھ کر کون سی بدبختی اور سزا ہو سکتی ہے کہ وہ اس حالت کو پہنچ جائیں کہ مخلوق میں سب سے زیادہ خیر خواہ ہستی بھی ان سے براءت کا اظہار کرے۔(تفسیر سعدی:905,906/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رکوع نمبر2

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا فِىۡ قَرۡيَةٍ مِّنۡ نَّبِىٍّ اِلَّاۤ اَخَذۡنَاۤ اَهۡلَهَا بِالۡبَاۡسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمۡ يَضَّرَّعُوۡنَ(94)

اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا مگر ہم نے اس کے رہنے والوں کو تنگی اور تکلیف کے ساتھ پکڑ لیا تا کہ وہ گڑ گڑا ئیں۔(94)

سوال1:وَمَآ اَرۡسَلۡنَا فِىۡ قَرۡيَةٍ مِّنۡ نَّبِىٍّ ''اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے کسی بستی میں جب بھی کوئی نبی بھیجا جو انہیں برائیوں سے روکے اور نیکی کا حکم دے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلائے مگر انہوں نے اس کی نافرمانی کی۔

سوال2:اِلَّاۤ اَخَذۡنَاۤ اَهۡلَهَا بِالۡبَاۡسَآءِ وَالضَّرَّآءِ ''مگر ہم نے اس کے رہنے والوں کو تنگی اور تکلیف کے ساتھ پکڑ لیا''انسان پر مصیبتیں اور تکلیفیں کیوں آتی ہیں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ انسانوں کو اس لیے مختلف قسم کی تکلیفوں میں مبتلا کرتا ہے تا کہ ان کا دل نرم ہو۔《2》تا کہ ان کا اللہ تعالیٰ کے سوا ہر ایک پر اعتماد ٹوٹ جائے۔《3》ان کے اندر سے اپنی بڑائی کا احساس جاتا رہے جو باہر سے سچائی قبول کرنے میں رکاوٹ بنتا ہے۔《4》ان کے اندر اپنی ذات کی کم مائیگی اور بے بسی کا احساس پیدا ہو۔《5》انسان کی فطرت بالکل مسخ نہیں ہوئی تو جاگ اٹھیں۔《6》وہ عاجزی اور تضرع سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں《7》وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے طلب گار بن جائیں۔《8》وہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کا اقرار کر لیں۔《9》تا کہ وہ حق قبول کرنے کے لیے تیار ہو جائیں۔

سوال3:لَعَلَّهُمۡ يَضَّرَّعُوۡنَ ''تا کہ وہ گڑ گڑا ئیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ آزمائشوں میں اس لیے مبتلا کرتے ہیں تا کہ وہ عاجزی اختیار کریں اور اللہ تعالیٰ کے حضور گڑ گڑائیں اور ان کے نفس اللہ تعالیٰ کے آگے جھک جائیں۔

سوال4:کیا رب کو بندگی اور عاجزی کی ضرورت ہے؟

جواب:رب کو انسانوں کی جانب سے بندگی اور عاجزی کے اظہار کی ضرورت نہیں یہ انسان کی ضرورت ہے۔سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندو!اگر تمہارے اول اور آخر،تمہارے انسان اور جنات سب اس شخص کی طرح ہو جائیں جس کے دل میں تم میں سے سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے تو یہ بات میری بادشاہی میں کوئی اضافہ نہیں کر سکتی۔اے میرے بندو! اگر تمہارے اول اور آخر،تمہارے انسان اور جنات اس شخص کی طرح ہو جائیں جو تم میں سے سب سے زیادہ فاجر و فاسق ہے تو یہ چیز میری بادشاہی میں کوئی کمی نہیں کر سکتی۔اے میرے بندو!اگر تم سب اولین و آخرین اور جن و انس ایک صاف چٹیل میدان میں کھڑے ہو کر مجھ سے مانگنے لگو اور میں ہر انسان کو جو وہ مجھ سے مانگے عطا کر دوں تو پھر بھی میرے خزانوں میں اس قدر بھی کمی نہیں ہو گی جتنی کہ سمندر میں سوئی ڈال کر نکالنے سے۔اے میرے بندو!یہ تمہارے اعمال ہیں کہ جنہیں میں تمہارے لیے اکٹھا کر رہا ہوں پھر میں تمہیں ان کا پورا پورا بدلہ دوں گا تو جو آدمی بہتر بدلہ پائے وہ اللہ کا شکر ادا کرے اور جو بہتر بدلہ نہ پائے تو وہ اپنے نفس ہی کو ملامت کرے۔سعد فرماتے ہیں کہ ابوادریس خولانی رحمہ اللہ جب یہ حدیث بیان کرتے تھے تو اپنے گھٹنوں کے بل جھک جاتے تھے۔(مسلم:6572)

سوال5:مصیبتیں مومن اور منافق پر کیسے اثرات چھوڑتی ہیں؟

جواب:رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''مومن پر مصیبتیں آتی رہتی ہیں یہاں تک کہ وہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے اور منافق کی مثال گدھے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کی طرح ہے کہ وہ نہیں جانتا اس کے مالک نے کس لیے اسے باندھا اور کیوں اسے چھوڑ دیا۔(ابن کثیر)

سوال6: انسانوں کو عاجزی سکھانے کے لیے اللہ تعالیٰ کا طریقہ کار کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ عاجزی سکھانے کے لیے نفسیاتی اور روحانی مصیبتوں میں مبتلا کرتے ہیں تا کہ دل زندہ ہوں۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ رنج وغم میں مبتلا کرتے ہیں تا کہ انسانوں کی کمزوریاں دور ہو جائیں ان کے اندر احساس تیز ہو جائے اور انسان اللہ تعالیٰ کی رحمت کی طرف توجہ کرے۔ یوں انسان اطمینان محسوس کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کو پا کر عاجزی اختیار کر لیتا ہے۔ ﴿3﴾ مصیبتوں کی آزمائش پر بعض لوگ مایوس ہو جاتے ہیں۔ آزمائش پر بعض لوگ صبر کرتے ہیں۔ جن لوگوں کی فطرت مسخ نہیں ہوتی وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کر کے قوت حاصل کرتے ہیں اللہ کی طرف توجہ کرتے ہیں اور عاجزی اختیار کرتے ہیں۔

ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّ قَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَ السَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ(95)

پھر ہم نے بدحالی کی جگہ خوش حالی کو بدل دیا حتیٰ کہ وہ خوب بڑھ گئے اور انہوں نے کہا: "بلاشبہ دکھ سکھ تو ہمارے باپ دادا کو بھی پہنچے تھے۔ تو ہم نے ان کو اچانک اس حال میں پکڑ لیا کہ وہ سوچتے نہ تھے۔(95)

سوال1: ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا "پھر ہم نے بدحالی کی جگہ خوش حالی کو بدل دیا حتیٰ کہ وہ خوب بڑھ گئے" کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ پھر جب ان کو آزمائش نے فائدہ نہیں دیا اور وہ اپنی ہٹ دھرمی اور تکبر پر جمے رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بدحالی کی جگہ رزق میں کشائش عطا فرمائی، ان کی بیماریوں کی جگہ جسمانی عافیت دی اور ان سے آزمائشوں اور تکلیفوں کو دور کر دیا۔ ﴿2﴾ حَتّٰى عَفَوْا مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ وہ مال اور اولاد میں بڑھ گئے۔(جامع البیان:10/9) ﴿3﴾ یہاں تک کہ انہوں نے یہ بھی فراموش کر دیا کہ کبھی ان پر بھی مصیبتیں نازل ہوئی تھیں۔

سوال2: اللہ تعالیٰ تنگی کو آسانی میں کیسے بدلتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ بیماری کی جگہ صحت عطا کرتے ہیں۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ اولاد کی کمی کو دور کرتے ہیں۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ خوف کی جگہ امن عطا کرتے ہیں۔ ﴿4﴾ غربت کی جگہ مال داری عطا کرتے ہیں۔

سوال3: مال دولت کی فراوانی کی آزمائش کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: مال و دولت کی فراوانی کی آزمائش انسان کے لئے غربت کی آزمائش سے بڑی ہوتی ہے۔

﴿1﴾ دولت کی وجہ سے انسان غافل اور سرکش ہو جاتا ہے۔ ﴿2﴾ دولت کی وجہ سے بہت کم انسان صبر کرتے ہیں۔

سوال4: اللہ تعالیٰ کی پکڑ کا آغاز کیسے ہوتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ ہر علاقے میں اپنا نبی بھیجتے ہیں تا کہ لوگ جھٹلائیں اور ان کو پکڑ لیا جائے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ لوگوں کو مصائب میں مبتلا کرتے ہیں تا کہ ان کو بدنی اور مالی اذیتیں دی جائیں تا کہ ان کے دل زندہ ہوں۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ اس کے بعد آسانیاں اور خوش حالیاں عطا کرتے ہیں اور انسان دولت کی وجہ سے غفلت اور سرکشی کا رویہ اختیار کرتا ہے۔

سوال5: وَّ قَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَ السَّرَّآءُ "اور انہوں نے کہا: "بلاشبہ دکھ سکھ تو ہمارے باپ دادا کو بھی پہنچے تھے کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی خوشی اور غم، دکھ سکھ تو وہ سمجھتے ہیں زندگی کے ساتھ ساتھ ہیں۔ کبھی خوشیاں کبھی غم گردش دوراں ہے انسان ایسی باتیں تب کرتا ہے جب وہ لاپرواہ ہو جاتا ہے۔ انسان جب عیش وعشرت کی زندگی بسر کرتا ہے ساری سہولیات اسے مل جاتی ہیں تو کسی معاملے میں احتیاط یا ڈر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اس کے لیے راستے کی رکاوٹ نہیں بنتا اور انسان لا پرواہ ہو جاتا ہے۔《2》وہ ان مصیبتوں اور خوشیوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں سمجھتے۔ وہ مصیبتوں کو نہ تنبیہ سمجھتے ہیں نہ استدراج۔ جو کچھ انہیں ملا وہ اس میں مست رہے کیونکہ دنیا ان کے لیے سب سے زیادہ خوش کن چیز تھی۔《3》حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ آیت میں کافروں اور اللہ تعالیٰ سے غافل لوگوں کا حال بیان کیا گیا ہے لیکن مومنوں کا حال اس کے برعکس ہوتا ہے وہ نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں، اور جب کوئی مصیبت آتی ہے تو اس پر صبر کرتے ہیں۔(تیسیر الرحمٰن:481,482/1)《4》ابو یحییٰ صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ اس کے ہر کام میں اس کے لئے بھلائی ہے اور یہ چیز مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔ اگر اسے خوش حالی نصیب ہو،(اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہے، تو (یہ شکر کرنا بھی) اس کے لئے بہتر ہے (یعنی اس میں اجر ہے) اور اسے تکلیف پہنچے تو صبر کرتا ہے، تو یہ (صبر کرنا بھی) اس کے لئے بہتر ہے (کہ صبر بھی بجائے خود نیک عمل اور باعث اجر ہے)۔(مسلم 7500)

سوال 6: فَاَخَذۡنٰهُمۡ بَغۡتَةً وَّهُمۡ لَا يَشۡعُرُوۡنَ ''تو ہم نے ان کو اچانک اس حال میں پکڑ لیا کہ وہ سوچتے نہ تھے۔'' جب انسان غفلت، لاپرواہی اور سرکشی کی آخری حد کو پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا فیصلہ ہو جاتا ہے؟

جواب:《1》خوشحالی اور فارغ البالی میں عمومی طور پر لوگ سنجیدہ نہیں رہتے وہ خوب خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے غضب سے بالکل نہیں ڈرتے سمجھتے ہے کہ اُن کے معاملات یونہی چلتے رہیں گے۔《2》جب وہ نصیحت نہیں سنتے لہولعب میں مبتلا ہو جاتے ہیں سرکشی کرنے لگتے ہے۔تب وہ غفلت میں ڈوب جاتے ہیں۔《3》ان کی غفلت، اللہ تعالیٰ سے دوری اور غرور کی یہ سزا دی جاتی ہے کہ انہیں خواہشات کی تکمیل کے لئے چھوٹ دی جاتی ہے پھر وہ ہر برے کام کے ارتکاب میں کوئی رکاوٹ محسوس نہیں کرتے اس طرح ان کے دل سے اللہ تعالیٰ کا خوف اٹھ جاتا ہے۔《4》سرکشی کے بعد انسانوں کو ترقی ملنا سخت خطرناک عمل ہے اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی حالت میں پکڑنے کا ارادہ کر لیا ہے جہاں انسان کا گمان بھی نہیں جاتا۔《5》پھر اللہ تعالیٰ اچانک پکڑ لیتے ہیں جس کا وہ گمان بھی نہیں رکھتے۔《6》اللہ تعالیٰ کا عذاب کے متعلق ضابطہ یہ ہے کہ وہ خوب ڈھیل دیتا ہے، مصیبتیں اور تکلیفیں دور ہو جاتی ہیں اور عیش وعشرت کے زور چلتے ہیں، لوگ یہ سمجھتے ہیں، اب خطرے سے باہر ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری سن لی ہے، اسے ہماری گستاخیاں پسند ہیں، تو اس وقت اچانک انتقام کا ہاتھ نمودار ہوتا ہے اور وہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔(تفسیر سراج البیان:387/2)

وَلَوۡ اَنَّ اَهۡلَ الۡقُرٰٓى اٰمَنُوۡا وَاتَّقَوۡا لَفَتَحۡنَا عَلَيۡهِمۡ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ وَلٰكِنۡ كَذَّبُوۡا فَاَخَذۡنٰهُمۡ بِمَا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ(96)

اور اگر یقیناً بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرکر رہتے تو ہم ضرور اُن پر آسمان اور زمین سے بہت سی برکتیں کھول دیتے لیکن انہوں نے جھٹلایا تو ہم نے اس کی وجہ سے انہیں پکڑ لیا جو وہ کمایا کرتے تھے۔(96)

سوال 1: وَلَوۡ اَنَّ اَهۡلَ الۡقُرٰٓى اٰمَنُوۡا وَاتَّقَوۡا ''اور اگر یقیناً بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرکر رہتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے سے پتہ چلتا ہے کہ انسان کی فطرت زندہ ہے اور اس میں حقائق کو سمجھنے کی صلاحیت موجود ہے۔《1》اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی دعوت کو جھٹلانے والوں کے بارے میں یہ واضح فرمایا ہے کہ ان پر مصائب، تنبیہات اور نصیحت کے لیے آتے رہے ہیں اور استدراج کے لیے انہیں خوش حالیاں عطا کی جاتی ہیں۔《2》اگر بستیوں والے صدق دل سے ایمان یعنی اللہ تعالیٰ پر اس کی ملاقات پر اس کے وعدوں پر اور اس کی وعیدوں پر۔(ایسر التفاسیر 469) اور اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرتے اس سے ڈرکر رہتے اس کے حرام کردہ سے بچتے اس سے ثواب کی امید پر اس کی اطاعت کرتے اور اس کے عذابوں کے خوف سے اس کی ناراضگی کے کام ترک کر دیتے تو ان پر زمین وآسمان سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال 2: لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ '' تو ہم ضرور ان پر آسمان اور زمین سے بہت سی برکتیں کھول دیتے'' وہ کون سی برکتیں ہیں جو متقیوں پر سایہ فگن ہوتی ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ آسمان سے برکتوں کے دروازے کھولتے یعنی لگا تار بارش برساتے ﴿2﴾ زمین سے برکتیں ملتیں یعنی زمین ان کے لیئے وہ سب کچھ اگاتی جس پر ان کی زندگی کا انحصار ہے۔ ﴿3﴾ یعنی اللہ تعالیٰ انہیں کسی محنت اور مشقت کے بغیر وافر مقدار میں رزق عطا فرماتا لیکن نہ وہ ایمان لاتے نہ انہوں نے تقویٰ اختیار کیا۔ ﴿4﴾ رب العزت نے فرمایا: فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ۭ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ۭ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ سو کیوں نہ کوئی بستی ایسی ہوئی کہ ایمان لائی ہو، پھر اس کے ایمان نے اسے نفع دیا ہو یونس کی قوم کے سوا کہ جب وہ ایمان لائے تو ہم نے اس دنیا کی زندگی میں ان سے رسوائی کا عذاب ہٹا دیا اور انہیں ایک وقت تک کے لیے سامان زندگی دے دیا۔ (یونس 98) ﴿5﴾ متقی انسان کے شعور، پاک زندگی اور سکون واطمینان میں برکت ہوتی ہے۔

سوال 3: وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ '' لیکن انہوں نے جھٹلایا تو ہم نے اس کی وجہ سے انہیں پکڑ لیا جو وہ کمایا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: جب انہوں نے جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے برکتیں چھین لیں اور ان پر مصیبتیں آفتیں نازل کیں۔ یہ ان کے اعمال کی سزا ہے۔ جس کا کچھ دنیا میں اور باقی آخرت کے لیے رکھ دیا جاتا ہے۔ رب العزت نے ارشاد فرمایا: ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ '' لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی کی وجہ سے خشکی اور سمندر میں فساد برپا ہو گیا تا کہ اللہ تعالیٰ ان کے بعض کاموں کا اُنہیں مزہ چکھائے تا کہ وہ پلٹ آئیں۔ (الروم 41)

اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآىِٕمُوْنَ (97)

تو کیا بستیوں والے اس سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ ہمارا عذاب اُن پر رات کے وقت آ جائے اور وہ سوئے ہوئے ہوں؟ (97)

سوال 1: اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآىِٕمُوْنَ '' تو کیا بستیوں والے اس سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ ہمارا عذاب ان پر رات کے وقت آ جائے اور وہ سوئے ہوئے ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: عذاب دن کے وقت آئے یا رات کو اس کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا لیکن اگر ایک انسان نیند کی غفلت میں پکڑا جائے تو اس وقت اس کا شعور اور ارادہ کام نہیں آتا اس کے اندر کام کرنے کی قوت نہیں رہتی۔ انسان کی توجہ دلائی گئی ہے کہ نیند کی حالت میں تم معمولی مخلوق کے خلاف بھی مدافعت نہیں کر سکتے تو اللہ تعالیٰ جیسی عظیم قوت کے مقابلے میں کیا کرو گے۔

اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ (98)

اور کیا بستیوں والے بے خوف ہو گئے کہ ان پر دن چڑھے ہمارا عذاب آ جائے اور وہ کھیل رہے ہوں؟ (98)

سوال 1: اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ '' اور کیا بستیوں والے بے خوف ہو گئے کہ ان پر دن چڑھے ہمارا عذاب آ جائے اور وہ کھیل رہے ہوں؟'' انسان پر کھیلتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا عذاب آئے تو اس کی کیا کیفیت ہو سکتی ہے؟

جواب: کھیلتے ہوئے انسان پوری طرح سے کھیل میں محو ہوتا ہے اس کی توجہ اپنے مقابل پر ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کا عذاب تو دن کے وقت آئے تب بھی مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ کجا کہ غفلت میں آئے اللہ تعالیٰ نے انسان کی بے خوفی کو جھنجوڑا ہے۔ کہ کون سی چیز انہیں بچا سکتی ہے انہیں امن کہاں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سے مل سکتا ہے؟انہوں نے عذاب کے سارے اسباب کو اکھٹا کر لیا ہے، یہ بڑے بڑے جرائم ان کا شرک کرنا اور نافرمانی کے کام ہیں جو ہلاکت اور بربادی کا باعث بنتے ہیں۔

اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ(99)

کیا پھر وہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے بے خوف ہو گئے ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے بے خوف نہیں ہوتے مگر وہی لوگ جو خسارہ اٹھانے والے ہیں۔(99)

سوال1: اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ''کیا پھر وہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے بے خوف ہو گئے ہیں؟'' اللہ تعالیٰ کے مکر سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیریں ہیں۔اللہ تعالیٰ ڈھیل دے کر انہیں دھوکہ دے رہا ہے جسے وہ نہیں جانتے۔

سوال2: ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ''تو اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے بے خوف نہیں ہوتے مگر وہی لوگ جو خسارہ اٹھانے والے ہیں'' خسارہ پانے والے اللہ تعالیٰ کی چالوں سے کیسے بے خوف ہوتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ خسارہ پانے والے غفلت میں مبتلا ہوتے ہیں انھیں اللہ تعالیٰ کی چالوں کا احساس تک نہیں ہوتا وہ اپنے ہی کاموں میں گم رہتے ہیں۔نبی ﷺ سے سوال کیا گیا کبائر کیا ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا اور اللہ تعالیٰ کے مکر سے بے خوف ہونا۔﴿2﴾ خسارہ پانے والے حد سے گزرنے والے ہوتے ہیں اس لئے انھیں اللہ تعالیٰ کی چالوں کا احساس نہیں ہوتا۔﴿3﴾ خسارہ پانے والے لاپرواہ ہوتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کی چالوں کا احساس نہیں ہوتا۔اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا خوف نہیں رکھتے وہ اعمال کی جزا و سزا کی تصدیق نہیں کرتے نہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں بے خوفی سے ایمان سلب ہو سکتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ دعا کرنی چاہیے: رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ اے ہمارے رب! آپ ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر دینا، اس کے بعد کہ جب آپ نے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرمانا، بے شک آپ ہی بے حد عطا کرنے والے ہیں''۔**یامقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک** ''اے دلوں کے پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر قائم رکھ۔(ترمذی 3522)

رکوع نمبر:3

اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَآ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ(100)

اور کیا ان لوگوں کی جو پہلے باشندوں کے بعد زمین کے وارث بنتے ہیں اس بات نے راہ نمائی نہیں کی کہ اگر ہم چاہیں تو انہیں ان کے گناہوں کی وجہ سے سزا دیں اور ہم ان کے دلوں پر مہر لگا دیں تو وہ نہ سنیں۔(100)

سوال1: اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَآ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ''اور کیا ان لوگوں کی جو پہلے باشندوں کے بعد زمین کے وارث بنتے ہیں اس بات نے راہ نمائی نہیں کی کہ اگر ہم چاہیں تو انہیں ان کے گناہوں کی وجہ سے سزا دیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ کیا ان لوگوں کے لیے جو پہلے باشندوں کے جانے کے بعد زمین کے وارث بنتے ہیں اس امر نے راہ نمائی نہیں کی کہ اللہ تعالیٰ گناہوں کے سبب ہلاکت ڈال دیتے ہیں۔﴿2﴾ رب العزت نے فرمایا: قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ آپ کہہ دیں کہ فیصلے کے دن ان کا ایمان انہیں کوئی فائدہ نہ دے گا۔(السجدہ:29)﴿3﴾ فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِىَ ظَالِمَةٌ فَهِىَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وَ بِئۡرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّ قَصۡرٍ مَّشِيۡدٍ ۝ اَفَلَمۡ يَسِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ فَتَكُوۡنَ لَهُمۡ قُلُوۡبٌ يَّعۡقِلُوۡنَ بِهَاۤ اَوۡ اٰذَانٌ يَّسۡمَعُوۡنَ بِهَا‌ ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعۡمَى الۡاَبۡصَارُ وَلٰـكِنۡ تَعۡمَى الۡـقُلُوۡبُ الَّتِىۡ فِى الصُّدُوۡرِ چنانچہ کتنی ہی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے ہلاک کیا اس حال میں کہ وہ ظالم تھیں، چنانچہ وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں اور کتنے ہی کنویں بے کار چھوڑے ہوئے اور چونا گچ محل۔ تو کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ ان کے لیے ایسے دل ہوں جن سے وہ سمجھتے ہوں؟ یا ایسے کان ہوں جن سے وہ سنتے ہوں، پس یقیناً آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔ (الحج:45,4)《 4 》وَ لَقَدِ اسۡتُهۡزِئَ بِرُسُلٍ مِّنۡ قَبۡلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيۡنَ سَخِرُوۡا مِنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا بِهٖ يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ اور بلاشبہ آپ سے پہلے بھی یقیناً بہت سے رسولوں کا مذاق اڑایا گیا، تو ان میں سے جن لوگوں نے مذاق اڑایا ان کو اسی (عذاب) نے آگھیرا جس کا وہ مزاق اڑاتے تھے۔ (الانعام:10)《 5 》ان قوموں کی ہلاکت و بربادی کے بعد جنہوں نے ہلاک ہونے والوں جیسے کام جاری رکھے ہوئے ہیں۔《 6 》 کیا انہیں یہ معلوم نہیں ہوا کہ اللہ تعالیٰ گناہوں کی وجہ سے پکڑ لیتا ہے۔ اگر پہلوں کو پکڑ لیا تو ہمیں بھی پکڑ لے گا، اللہ تعالیٰ کی سنت اٹل ہے۔

سوال 2: وَنَطۡبَعُ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ فَهُمۡ لَا يَسۡمَعُوۡنَ ''اور ہم ان کے دلوں پر مہر لگا دیں تو وہ نہ سنیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ جن کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دیتا ہے ان میں حق داخل نہیں ہو سکتا۔ جب انہیں تنبیہات کی جاتی ہیں تو وہ نہیں سنتے، جب انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو وہ نصیحت نہیں پکڑتے۔ جب اللہ تعالیٰ کی آیات انہیں سنائی جاتی ہیں تا کہ وہ عبرت حاصل کریں تو وہ عبرت نہیں پکڑتے۔ وہ ایسی کوئی بات نہیں سن سکتے جس سے انہیں کوئی فائدہ ہو۔ وہ صرف ایسی بات سن سکتے ہیں جو ان کے خلاف حجت بنے گی۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کے اشارات کو اپنی آنکھوں، کانوں اور عقل کی صلاحیتوں سے نہیں سمجھتا اور اپنی صلاحیتوں سے کام نہیں لیتا تو اس کے دل سے حساسیت ختم ہونے لگتی ہے یہاں تک کہ اس کے جذبے کند ہو جاتے ہیں اور دل و دماغ پر بے حسی کی مہر لگ جاتی ہے۔

سوال 3: پچھلی قوموں کی ہلاکت سے کیا سبق ملتا ہے؟

جواب: 《 1 》 پچھلی قوموں کی ہلاکت سے یہ سبق ملتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے گناہوں کے سبب پکڑے جیسا کہ پہلے لوگ پکڑے گئے تھے تو انہیں کوئی بچا نہیں سکتا۔《 2 》 پچھلی قوموں کی ہلاکت سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں پر مہر لگا دے یا ہدایت کی توفیق سلب کرے اور وہ ہدایت سے ہمیشہ کے لیے محروم رہ جائیں اور اس کے نتیجے میں دنیا اور آخرت دونوں تباہ ہو جائیں تو کوئی مدد کو نہیں پہنچ سکتا۔

سوال 4: قوموں کی ہلاکت کے بارے میں تنبیہ کا کیا مقصد ہے؟

جواب: قوموں کی ہلاکت کے بارے میں تنبیہ کا مقصد یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے ڈریں۔ دنیا میں ہونے والے واقعات سے سبق لیں۔ وہ تاریخی واقعات کے اسباب کا جائزہ لیں اور وہ غافل ہو کر تکبر میں مبتلا نہ ہوں۔

سوال 5: قوموں کی ہلاکت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے ڈراوؤں سے کیا مقصود نہیں ہے؟

جواب: 《 1 》 قوموں کی ہلاکت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے ڈراووں سے اس کا یہ مقصد نہیں ہے کہ لوگوں کے اندر بے چینی پیدا ہو جائے بلکہ مقصود یہ ہے کہ لوگوں کو احساس ضیاع ہو جائے۔《 2 》 اللہ تعالیٰ کے ڈراووں سے زندگی کو معطل کرنا مطلوب نہیں ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ لاپرواہی اور سرکشی سے بچایا جائے اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے ہلاکت میں ڈالنے والے کاموں سے بچا جائے۔

تِلۡكَ الۡقُرٰى نَقُصُّ عَلَيۡكَ مِنۡ اَنۡۢبَآئِهَا‌ ۚ وَلَقَدۡ جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ‌ ۚ فَمَا كَانُوۡا لِيُؤۡمِنُوۡا بِمَا كَذَّبُوۡا مِنۡ قَبۡلُ‌ ؕ كَذٰلِكَ يَطۡبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوۡبِ الۡكٰفِرِيۡنَ (101)

یہ بستیاں ہیں جن کے کچھ حالات ہم آپ سے بیان کر رہے ہیں اور بلاشبہ یقیناً ان کے رسول ان کے پاس واضح دلائل لے کر آئے، تو وہ ایسے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نہیں تھے کہ وہ اس پر ایمان لاتے جس کو انہوں نے اس سے پہلے جھٹلا دیا تھا اسی طرح اللہ تعالیٰ کافروں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے۔(101)

سوال1: تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ''یہ بستیاں ہیں جن کے کچھ حالات ہم آپ سے بیان کر رہے ہیں'' سے کیا سمجھایا جا رہا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ تِلْكَ الْقُرٰى سے اللہ تعالیٰ نے قوم نوح، قوم ہود، قوم صالح، قوم لوط، قوم شعیب کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (ایسر التفاسیر:47)
﴿2﴾ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم پچھلی قوموں کی کچھ خبریں اس لیے بیان کرتے ہیں تاکہ عبرت حاصل کرنے والے عبرت حاصل کریں، متقی نصیحت حاصل کریں اور ظالموں کے لیے یہ کڑوی ڈانٹ بن جائے۔

سوال2: وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ''اور بلاشبہ یقیناً ان کے رسول ان کے پاس واضح دلائل لے کر آئے، تو وہ ایسے نہیں تھے کہ وہ اس پر ایمان لاتے جس کو انہوں نے اس سے پہلے جھٹلا دیا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے ہلاک ہونے والی قوموں کے پاس بھی رسول بھیجے جو ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کے رسول کی صداقت کے واضح دلائل لے کر آئے تھے۔ ﴿2﴾ رب العزت نے فرمایا: مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۭ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا جو ہدایت پاتا ہے وہ اپنی ذات کے لیے ہدایت پاتا ہے اور جو گمراہ ہوا وہ اپنے آپ پر گمراہ ہوتا ہے۔ اور کوئی بوجھ اٹھانے والی (جان) کسی دوسری کا بوجھ نہیں اٹھاتی اور ہم کبھی عذاب دینے والے نہیں جب تک کہ ہم کوئی رسول نہ بھیجیں۔ (بنی اسرائیل:15) ﴿3﴾ رسولوں نے انہیں سعادت والے کاموں کی دعوت دی۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے معجزات کے ذریعے بھی رسولوں کی تائید کی۔ ﴿5﴾ رسولوں نے حق کو واضح کرنے والے دلائل دیئے مگر انہیں کسی چیز نے کوئی فائدہ نہیں دیا۔ ﴿6﴾ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کے توسط سے ہدایت کا سلسلہ جاری رکھا جب لوگوں نے قبول نہیں کیا تو ان پر حجت قائم ہوگئی۔ رب العزت نے فرمایا: رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا وہ رسول خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تھے تاکہ لوگوں کے لئے رسولوں کے بعد اللہ تعالیٰ پر کوئی حجت نہ رہے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ (النساء:165)

سوال3: پچھلی قوموں کے لوگ رسولوں پر ایمان کیوں نہ لائے تھے؟

جواب: ﴿1﴾ پچھلی قوموں کے اندر حسّاسیت ختم ہوتی گئی تھی۔ ﴿2﴾ ان کی توجہ ہدایت کی طرف نہ رہی تھی۔ ﴿3﴾ پچھلی قوموں کی فطرت مسخ ہو چکی تھی اس لیے انہوں نے ہدایت قبول نہ کی، اس لیے انہوں نے جھٹلایا اور ایمان قبول نہ کیا۔

سوال4: كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ ''اسی طرح اللہ تعالیٰ کافروں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ حق کو جھٹلانے کی سزا کے طور پر کافروں کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں یہ ان پر ظلم نہیں انہوں نے جھٹلا کر خود اپنے اوپر ظلم کیا۔ ﴿2﴾ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ جب ایک گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ ڈال دیا جاتا ہے اور جب وہ گناہ سے باز آجاتا ہے اور استغفار اور توبہ کرتا ہے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ دوبارہ گناہ کرتا ہے تو وہ نقطہ بڑھ جاتا ہے حتی کہ وہ پورے دل پر چھا جاتا ہے۔ (ترمذی:3334)

سوال5: اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر کیوں لگا دی تھی؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر تب لگائی تھی جب انہوں نے ایمانی دلائل کی طرف توجہ نہ کی۔ ﴿2﴾ جب انہوں نے ہدایت قبول نہیں کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے حق قبول کرنے کے سارے دروازے بند کر دیئے۔

وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ(102)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اورہم نے ان میں سے اکثر کے لیےکوئی عہدنہیں پایااور بلاشبہ ہم نے ان میں سے اکثر کونافرمان ہی پایا ہے۔(102)

سوال1:وَمَاوَجَدْنَالِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ''اورہم نے ان میں سے اکثر کے لیےکوئی عہدنہیں پایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے پچھلی قوموں کے بارے میں واضح فرمایا کہ ہم نے جن کی طرف رسول بھیجےان میں سے اکثر قوموں میں عہد کی پاسداری نہیں دیکھی یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں جووصیت کی اس پروہ قائم نہ رہے۔وہی وصیت اس نے سارے جہان والوں کو کررکھی ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کےتوسط سے اپنی وصیت پہنچائی ہےلیکن لوگ ثابت قدم نہ رہے کیونکہ وہ عہد کی پابندی نہیں کرتے تھےاپنی خواہشات کے بندے بنے ہوئے تھے۔

سوال2:وَاِنْ وَّجَدْنَاۤ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ''اور بلاشبہ ہم نے ان میں سے اکثر کونافرمان ہی پایا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ کی اطاعت سےنکلنافسق اورنکلنےوالا فاسق ہے۔《2》پچھلی قوموں کے بارے میں رب العزت نے واضح فرمایا کہ ان میں سے اکثرلوگ خواہش پرست تھے،اسی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سےنکل گئے۔《3》اللہ تعالیٰ نے رسول بھیجے،کتابیں نازل کیں،تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد کی پابندی کریں اور ہدایت کے راستے پرآئیں مگرکم لوگ اس کی تعمیل کرتے ہیں اوررسولوں کی دعوت کوٹھکرادیتے ہیں۔اسی جرم کی سزامیں اللہ تعالیٰ نےقوموں پرعذاب بھیجے۔

سوال3:کوئی قوم کیسے فاسق بن جاتی ہے؟

جواب:《1》جوقوم اللہ تعالیٰ سے ہدایت حاصل نہیں کرتی،اپنے دین پر قائم نہیں رہتی اورحق سے ہٹ جاتی ہے وہ قوم فاسق بن جاتی ہے ۔《2》جوقوم اللہ تعالیٰ کےساتھ اپنے وعدے پرقائم نہیں رہتی وہ ہدایت کےراستے پرقائم نہیں رہتی اس طرح وہ فاسق بن جاتی ہے۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ(103)

پھرہم نے ان کے بعدموسیٰ کواپنی نشانیوں کےساتھ فرعون اوراس کےسرداروں کی جانب بھیجاتوانہوں نے بھی ان کےساتھ ظلم کیا،پھردیکھوفسادکرنے والوں کاانجام کیساہوا؟(103)

سوال1:ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا'' پھرہم نے ان کے بعدموسیٰ کواپنی نشانیوں کےساتھ فرعون اوراس کےسرداروں کی جانب بھیجاتوانہوں نے بھی ان کےساتھ ظلم کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا رب العزت نے فرمایا کہ پھران جلیل القدرانبیاءورسل کے بعدہم نے موسیٰ علیہ السلام کو بڑی بڑی آیات اورمعجزات کےساتھ بھیجا کہ ان جیسےمعجزات پہلےکبھی نہیں بھیجے گئے تھے۔《2》اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فرعون اوراس کےسرداروں کی طرف جوبڑےسرکش اورجابر تھے۔《3》فَظَلَمُوْا بِهَا انہوں نے ان کے مقابلے میں ظلم کیا کہ انہوں نےحق کی پیروی نہیں کی اورتکبر کےساتھ حق کوٹھکرادیا۔

سوال2:فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ'' پھردیکھوفسادکرنے والوں کاانجام کیساہوا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے فرمایافسادکرنے والوں کےانجام کی طرف دیکھوکیسےہم نے انہیں ہلاک کیا؟ کیسےلعنت نے ان کاپیچھا کیا؟اورقیامت تک پیچھےلگی رہے گی۔

وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ(104)

اورموسیٰ نے کہا:''اےفرعون!یقیناً میں جہانوں کےرب کی طرف سےایک رسول ہوں۔(104)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1: وَقَالَ مُوْسٰی یٰفِرْعَوْنُ اِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ''اور موسیٰ نے کہا: ''اے فرعون! یقیناً میں جہانوں کے رب کی طرف سے ایک رسول ہوں۔'' موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو پہلی ملاقات میں کیا دعوت دی؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے یہ کہا کہ میں عظیم ہستی کی جانب سے بھیجا ہوا رسول ہوں جو کائنات کا رب ہے۔ وہی مخلوق کا خالق، رازق، اور مالک ہے۔ اسی کے فیصلے ان پر نافذ ہوتے ہیں، وہ اپنی مخلوق کی تربیت اپنی تدابیر سے کرتا ہے۔ وہ لوگوں کو یونہی بے کار نہیں چھوڑتا بلکہ ان کے لیے وہ انبیاء کو بھیجتا ہے۔

حَقِیْقٌ عَلٰۤی اَنْ لَّاۤ اَقُوْلَ عَلَی اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِیَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ(105)

اس بات پر پوری طرح قائم ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ پر حق کے سوا کوئی بات نہ کہوں، یقیناً میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل لے کر آیا ہوں، سو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دو۔(105)

سوال1: حَقِیْقٌ عَلٰۤی اَنْ لَّاۤ اَقُوْلَ عَلَی اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ '' اس بات پر پوری طرح قائم ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ پر حق کے سوا کوئی بات نہ کہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی جب اس عظیم ہستی نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے تو مجھ پر فرض ہے کہ میں اس پر جھوٹ نہ باندھوں، اور اس پر وہی بات کہوں جو حق اور سچ ہے۔ اگر میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں سچ کے علاوہ کچھ اور کہوں تو وہ مجھے ایسے پکڑ لے گا جیسا کہ غلبہ رکھنے والا پکڑتا ہے۔ اس لیے آپ لوگ میری بات سنیں اور میری اطاعت کریں۔

سوال2: قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِیَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ '' یقیناً میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل لے کر آیا ہوں، سو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دو۔'' موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کی آزادی کا مطالبہ کس بنیاد پر کیا تھا؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کی آزادی کے مطالبے سے قبل یہ واضح کیا کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح دلائل اور معجزات لے کر آیا ہوں اس لیے ان پر واجب ہے کہ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائیں اور ان کی اتباع کریں۔﴿2﴾ بنی اسرائیل کو آزاد کر دیں تاکہ میں انہیں لے کر شام چلا جاؤں۔ جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے لکھ دی ہے اور وہاں ان کے آباء کے گھر ہیں۔(ایسر التفاسیر:472) موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کی آزادی کا مطالبہ اس بنیاد پر کیا تھا کہ میں کائنات کے رب کا رسول ہوں اس لیے بنی اسرائیل کو میرے ساتھ جانے دی۔

قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰیَةٍ فَاْتِ بِهَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ(106)

فرعون نے کہا: ''اگر تم کوئی نشانی لے کر آئے ہو تو وہ لے آؤ، اگر تم سچوں میں سے ہو۔''(106)

سوال1: قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰیَةٍ فَاْتِ بِهَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ''اگر تم کوئی نشانی لے کر آئے ہو تو وہ لے آؤ، اگر تم سچوں میں سے ہو'' فرعون نے موسیٰ سے معجزات کا مطالبہ کیوں کیا تھا؟

جواب:﴿1﴾ فرعون نے معجزات کا مطالبہ اس لیے کیا تھا کہ یہ ثابت ہو جائے کہ موسیٰ علیہ السلام رسول نہیں ہیں اور جھوٹا دعویٰ کر رہے ہیں۔﴿2﴾ فرعون نے یہ مطالبہ اس لیے کیا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کی ہوا اکھڑ جائے اور پھر ان کے لئے خطرہ نہ رہیں۔

فَاَلْقٰی عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ(107)

تو موسیٰ نے اپنی لاٹھی پھینکی تو اچانک وہ ایک ظاہر اژدھا تھی۔(107)

سوال1: فَاَلْقٰی عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ '' تو موسیٰ نے اپنی لاٹھی پھینکی تو اچانک وہ ایک ظاہر اژدھا تھی'' عصا کیسے سانپ بن گیا تھا؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: اللہ تعالیٰ کے حکم سے عصا ایسے سانپ بنا تھا کہ عصا کی حقیقت بدل گئی اب وہ جیتا جاگتا سانپ تھا اور لوگ کھلی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کر رہے تھے۔

وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِىَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ (108)

اور اس نے اپنا ہاتھ نکالا تو اچانک وہ دیکھنے والوں کے لیے سفید چمکتا ہوا تھا۔ (108)

سوال 1: وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِىَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ''اور اس نے اپنا ہاتھ نکالا تو اچانک وہ دیکھنے والوں کے لیے سفید چمکتا ہوا تھا'' موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ کیسے لوگوں کے سامنے چمکا تھا؟

جواب: موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ بیماری کی وجہ سے نہیں سفیدی کی وجہ سے چمکا تھا جیسے بجلی کے قمقمے روشن ہو جائیں۔ رب العزت نے فرمایا: وَاَدْخِلْ يَدَكَ فِىْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ۚ فِىْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو، وہ بے عیب سفید چمکتا ہوا نکلے گا۔ یہ نو نشانیوں میں سے ہیں فرعون اور اس کی قوم کی طرف (جاؤ) یقیناً وہ نافرمان لوگ تھے۔ (النمل:12) یہ دو بڑے معجزات موسیٰ علیہ السلام کی رسالت، تعلیم اور صداقت پر دلیل تھے کہ وہ رب العالمین کی جانب سے رسول ہیں۔ مگر جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان کے پاس جتنے بھی معجزات آجائیں وہ ایمان نہیں لاتے جب تک کہ بڑا عذاب نہ دیکھ لیں۔

رکوع نمبر 4

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ (109)

فرعون کی قوم میں سے سرداروں نے کہا: یقیناً یہ شخص ضرور بڑا ماہر جادوگر ہے۔ (109)

سوال 1: قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ ''فرعون کی قوم میں سے سرداروں نے کہا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: قوم فرعون کے سرداروں کو معجزات نے حیران و ششدر کر دیا مگر وہ ایمان نہ لائے اور معجزات کو غلط قرار دینے کے لیے تاویلیں تلاش کرنے لگے۔

سوال 2: فرعون اور اس کے سرداروں نے معجزات کو کیوں تسلیم نہ کیا؟

جواب: ﴿1﴾ اگر فرعون اور اس کے سردار معجزات کو تسلیم کر لیتے تو فرعون کے اقتدار کا جواز ختم ہو جاتا تھا۔ ﴿2﴾ اگر سردار معجزات کو تسلیم کر لیتے تو فرعون نے جو عہدے انہیں عطا کئے تھے وہ عہدے ختم ہو جاتے۔ ﴿3﴾ اپنے اقتدار کے لئے فرعون اور اس کے سرداروں نے معجزات کو تسلیم نہیں کیا۔

سوال 3: اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ''یقیناً یہ شخص ضرور بڑا ماہر جادوگر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: قوم فرعون کے سرداروں نے معجزات کو باطل قرار دیتے ہوئے کہا کہ یہ جادو ہے اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو انھوں نے جادوگر قرار دیا۔

سوال 4: فرعون اور اس کے سرداروں نے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو جادو کیوں قرار دیا؟

جواب: ﴿1﴾ فرعون اور اس کے ساتھیوں نے حق کے پیغام کو ٹیڑھا کرنے کے لئے یہ کہا کہ یہ جادوگری ہے۔ ﴿2﴾ یہ بات سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو بدنام کرنے کے لئے بھی کہی گئی تھی تاکہ لوگوں کی نظروں میں ان کی عزت ختم ہو جائے۔

يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ (110)

وہ چاہتا ہے کہ تمہیں تمہاری زمین سے نکال دے تو تم کیا حکم دیتے ہو؟ (110)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1: يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ ''وہ چاہتا ہے کہ تمہیں تمہاری زمین سے نکال دے'' کی وضاحت کریں؟
جواب:﴿1﴾ قوم فرعون کے سرداروں نے کم عقل اور کم فہم لوگوں کو خوف زدہ کرنے کے لیے کہا کہ موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا ارادہ ہے کہ تمہیں تمہاری زمین سے نکال باہر کرے گا۔﴿2﴾ فرعون اور اس کی قوم کو موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا غلبہ نظر آرہا تھا اس لیے وہ کسی بھی تدبیر سے ابھرتے ہوئے فتنے کو دبانا چاہتے تھے انھیں جس بات کا ڈر تھا وہی ہوا۔ فرمایا: وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ اور ہم انہیں زمین میں اقتدار دیں اور ہم فرعون، ہامان اور ان کے لشکروں کو ان سے وہی کچھ دکھلا دیں، جس سے وہ ڈرتے تھے۔(القصص:6)
سوال2: فرعون اور اس کے ساتھیوں نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ اس دعوت کو قبول کرنے سے ہمیں زمین سے بے دخل کر دیا جائے گا؟
جواب:﴿1﴾ فرعون اور اس کے ساتھیوں نے رب العالمین کی دعوت سے یہ سمجھ لیا کہ اگر اللہ تعالیٰ کو رب العالمین تسلیم کر لیا تو اس کے سوا کسی اور کی اطاعت جائز ہی نہیں رہے گی۔﴿2﴾ انہوں نے سمجھ لیا تھا کہ اس دعوت کو قبول کر لینے سے فرعون کا قانون غیر مؤثر ہو جائے گا اور احکام بے اثر ہو جائیں گے۔﴿3﴾ انہوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ اقتدار سے الگ ہونے کا کیا مطلب ہے کہ پھر اس سرزمین میں ہماری گنجائش نہ رہے گی۔
سوال3: فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ''تو تم کیا حکم دیتے ہو'' کی وضاحت کریں؟
جواب: فرعون نے کہا آپ کی کیا رائے ہے انھوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے کیسے بچا جائے کیونکہ جو کچھ وہ لے کر آئے ہیں اس کا مقابلہ کسی عام چیز سے نہیں ہوسکتا کیونکہ عوام کے ذہن متاثر ہو رہے ہیں اسی لیے مشورہ میں ان کا نام بھی شامل کر لیا گیا (کہ موسیٰ اور ان کے بھائی کو مہلت دو)۔۔۔(انوار البیان: 405/2)

قَالُوْۤا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ(111)

انہوں نے کہا: اسے اور اس کے بھائی کو انتظار میں رکھو اور تم شہروں میں جمع کرنے والے بھیج دو۔(111)

سوال1: فرعون کو اس کے سرداروں نے کیا مشورہ دیا؟
جواب:﴿1﴾ فرعون کو اس کے سرداروں نے یہ مشورہ دیا کہ اسے اور اس کے بھائی کو انتظار میں رکھیں اور تمام شہروں میں ہرکارے بھیج دیں تا کہ وہ ماہر جادوگروں کو لے آئیں۔﴿2﴾ سیدنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے ساتھ سیدنا ہارون عَلَیْہِ السَّلَام بھی وہاں موجود تھے اور ان کو بھی نبوت دی گئی تھی اور فرعون کی طرف وہ بھی مبعوث تھے جیسا کہ سورۃ طٰہٰ میں ہے: اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى اب تم فرعون کے پاس جاؤ، یقیناً اس نے سرکشی کی ہے۔(طٰہٰ:24) اسی لیے مشورہ میں ان کا نام بھی شامل کر لیا گیا (کہ موسیٰ اور ان کے بھائی کو مہلت دو)(انوار البیان:405/2)
سوال2: سرداروں نے فوراً جادوگروں کو بلوانے کا مشورہ کیوں دیا؟
جواب:﴿1﴾ تمام بت پرستانہ مذاہب میں جادوگری دین کا حصہ ہوتی ہے۔ اس لئے انہوں نے فوراً جادوگروں کو بلوانے کا مشورہ دیا ان مذاہب کے کاہن جادوگری کا کام کرتے ہیں۔﴿2﴾ اس دور میں مصر میں کاہنوں اور جادوگروں کی بڑی تعداد تھی۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ بڑے جادوگروں کو اکٹھا کر لیں۔

يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ(112)

وہ آپ کے پاس ہر ماہر جادوگر کو لے آئیں۔(112)

سوال1: يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ''وہ آپ کے پاس ہر ماہر جادوگر کو لے آئیں'، بڑے جادوگروں کو اکٹھا کرنے کا مشورہ کس مقصد کے لئے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دیا گیا؟

جواب: اس کا مقصد یہ تھا کہ تمام جادوگر اکٹھے ہوکر نعوذ باللہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی جادوگری کا مقابلہ کریں۔ موسیٰ علیہ السلام نے وقت مقرر کرنے کے لیے کہا کہ نہ تم خلاف ورزی کرنا نہ ہم کریں۔ قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ۝ فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى موسیٰ نے کہا: ''تمہارے وعدے کا وقت میلے کا دن ہے اور یہ کہ لوگ دن چڑھے جمع کیے جائیں۔'' پھر فرعون واپس لوٹا تو اس نے اپنی ساری تدبیریں جمع کیں، پھر (مقابلے) پر آ گیا۔ (طٰہٰ:59,60)

وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ (113)

اور جادوگر فرعون کے پاس آئے انہوں نے کہا: اگر ہم غالب رہے تو ہمارے لیے ضرور کچھ صلہ ہوگا۔ (113)

سوال 1: وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ ''اور جادوگر فرعون کے پاس آئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: جادوگروں کو بلانے کے لیے شہروں میں ہرکارے بھیجے گئے تو جادوگر صلے کا مطالبہ کرتے ہوئے فرعون کے پاس آ گئے۔

سوال 2: قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ''انہوں نے کہا: اگر ہم غالب رہے تو ہمارے لیے ضرور کچھ صلہ ہوگا'' جادوگروں نے آتے ہی صلے کا مطالبہ کیوں کیا؟

جواب: جادوگروں نے آتے ہی صلے کا مطالبہ اس لیے کیا کہ ﴿1﴾ جادو ان کا پیشہ تھا۔ ﴿2﴾ ان کے مذہب کی سچائی کا پتا اس سے چلتا ہے کہ مذہب کا دفاع کرنے والے پہلے دفاع کرنے کا صلہ مانگ رہے ہیں۔

قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ (114)

فرعون نے کہا: ہاں! اور یقیناً تم ضرور مقرب لوگوں میں سے ہوگے۔ (114)

سوال 1: فرعون نے جادوگروں کو کیا یقین دہانی کروائی؟

جواب: فرعون نے انہیں یقین دلایا کہ وہ اجرت بھی دے گا اور مقرب لوگوں میں شامل بھی کرے گا۔

سوال 2: فرعون کی یقین دہانی کا مقصد کیا تھا؟

جواب: فرعون کی یقین دہانی کا مقصد یہ تھا کہ جادوگر موسیٰ علیہ السلام کا دل سے مقابلہ کریں۔

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ (115)

جادوگروں نے کہا: اے موسیٰ علیہ السلام! یا تو تم پھینکو یا ہم ہی پھینکنے والے ہوں۔ (115)

سوال 1: جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام کو یہ اختیار کیوں دیا کہ چاہو تو تم اپنا عصا پھینکو یا ہم پھینکتے ہیں؟

جواب: جادوگروں کو اپنے فن پر اعتماد اور اپنی کامیابی کا یقین تھا پھر فرعون نے حوصلہ بڑھا دیا تھا اس لیے انھوں نے بے نیازی سے کہا کہ تمہارے پاس جو کچھ ہے تم وہ سامنے لاؤ گے یا ہم اپنا جادو دکھائیں۔

قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ (116)

موسیٰ نے کہا: ''تم ہی پھینکو،'' پھر جب انہوں نے پھینکا (تو) لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا اور انہیں دہشت زدہ کر دیا اور وہ بہت بڑا جادو لے آئے۔ (116)

سوال 1: قَالَ اَلْقُوْا ''موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ''تم ہی پھینکو'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: اس سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے اعتماد اور دل کے یقین کا پتہ چلتا ہے اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ جادوگروں کے کرتب کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے۔اسلیے انہوں نے کہا تم ہی پھینکو تا کہ لوگ دیکھ لیں تمہارے پاس کیا ہے اور ہمارے پاس کیا ہے۔

سوال 2: فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ''پھر جب انہوں نے پھینکا (تو) لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا اور انہیں دہشت زدہ کر دیا اور وہ بہت بڑا جادو لے آئے۔'' جادوگروں کے جادو کے کیا اثرات مرتب ہوئے؟

جواب: ﴿1﴾ فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ انہوں نے لوگوں کی نگاہوں کو مسحور کر دیا۔اس سے معلوم ہوا کہ جادو سے کسی چیز کی حقیقت نہیں بدل جاتی۔صرف دیکھنے میں وہ ایک دوسری چیز نظر آتی ہے اس کے برعکس معجزہ چونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتا ہے اس لئے اس میں ایک چیز کی حقیقت بھی بدل سکتی ہے۔چونکہ اس معجزہ کو قرآن نے حق اور جادو کو باطل سے تعبیر فرمایا ہے۔لیکن ہر جادو محض تخیل نہیں ہوتا۔جمہور اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ ''سحر'' کئی قسم کا ہوتا ہے بعض قسم کا جادو تو واقعی تخیل ہوتا ہے مگر بعض قسم کے جادو مبنی بر حقیقت ہوتے ہیں جیسا کہ لبید بن عاصم یہودی کا نبی ﷺ پر جادو چلانا۔اس لئے سرے سے جادو کی حقیقت کا انکار صحیح نہیں ہے ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں جس جادو کا ذکر ہو رہا ہے وہ محض دھوکا تھا۔(اشرف الحواشی:198/1) ﴿2﴾ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ ''اور انہیں دہشت زدہ کر دیا'' انہوں نے انہیں دہشت زدہ کر دیا اور ان کی آنکھوں پر جادو کر کے ان کے دلوں کو رعب سے بھر دیا۔(ایسر التفاسیر:473) ﴿3﴾ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ انہوں نے لوگوں کی نگاہوں کو مسحور کر دیا اور ان کے اندر خوف پیدا کر دیا حتیٰ کہ لوگ دوڑنے پر مجبور ہو گئے۔﴿4﴾ سورۃ طٰہٰ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام بھی دل میں خوف زدہ ہو گئے۔قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ﴿۶۶﴾ فَاَوْجَسَ فِىْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى موسیٰ نے کہا: ''بلکہ تم ہی پھینکو۔'' تو یکایک ان کی رسیاں اور ان کی لاٹھیاں، ان کے جادو سے موسیٰ کو خیال ڈالا جاتا تھا کہ واقعی وہ دوڑ رہی ہیں۔چنانچہ موسیٰ نے اپنے دل میں کچھ ڈر محسوس کیا۔(طٰہٰ:67,66) ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جادوگروں نے میدان میں موٹی موٹی رسیاں اور لمبی لمبی لکڑیاں ڈال دیں جو نظر بندی کی وجہ سے دوڑتے ہوئے سانپ معلوم ہوتے تھے۔آپ کے مقابلے پر پندرہ ہزار جادوگر تھے میدان میں ہر ایک کی ڈالی ہوئی رسیاں اور لکڑیاں رینگتی نظر آ رہی تھیں موسیٰ علیہ السلام لکڑی پر ٹیک لگائے ہوئے میدان میں آئے اور ہارون علیہ السلام بھی۔فرعون بھی اپنے درباریوں وزراء کے ساتھ موجود تھا۔لوگ ہزاروں کی تعداد میں میدان میں جمع تھے۔میدان میں آتے ہی جادوگروں نے آپ سے پہل کرنے کو کہا مگر آپ نے خاص مصلحت کی وجہ سے ان سے کہا کہ تم ہی پہل کرو جادوگروں نے پہلے تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی نظر بندی کی پھر عوام کی پھر جادوگروں نے اپنی اپنی رسیاں اور لکڑیاں میدان میں چھوڑ دیں اور اتنے میں سارا میدان پہاڑوں جیسے سانپوں اور اژدہوں سے بھر گیا جو اوپر تلے گڈ بڈ ہو رہے تھے (مختصر ابن کثیر:614,615/1)

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَاِذَا هِىَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ (117)

اور ہم نے موسیٰ کو وحی کی کہ اپنا عصا پھینک دو، تو اچانک وہ نگلنے لگا جو وہ جھوٹ گھڑ رہے تھے۔(117)

سوال 1: وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ''اور ہم نے موسیٰ کو وحی کی کہ اپنا عصا پھینک دو'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے عصا پھینکنے کا ارادہ کیسے کیا؟

جواب: موسیٰ علیہ السلام نے عصا پھینکنے کا ارادہ وحی آنے کے بعد کیا۔میدان مقابلہ میں لوگوں کی نظریں سانپوں اور اژدہوں پر جمی ہوئی تھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور رسول کو حکم دیا کہ اپنے سیدھے ہاتھ میں پکڑے عصا کو زمین پر ڈال دو۔عصا میدان میں چھوڑ دیا گیا وہ ایک بڑا اژدھا بن گیا جس نے سارا میدان صاف کر دیا۔

سوال 2: فَاِذَا هِىَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ''تو اچانک وہ نگلنے لگا جو وہ جھوٹ گھڑ رہے تھے'' موسیٰ علیہ السلام کے عصا پھینکنے کے بعد کیا ہوا؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے عصا پھینکنے کے بعد حالات نے کایا پلٹی، عصا اژدھا بنا اور اس نے جھوٹے جادو کو نگل لیا۔﴿2﴾ لوگ دنگ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رہ گئے ۔اژدھے نے پورا میدان چن چن کر صاف کر دیا۔﴿3﴾ فرعون اور جادوگر حیران رہ گئے۔وہ سارا مجمع جو جادو کے مظاہرے سے خوفزدہ تھا اس پر سکتہ طاری ہوگیا۔

فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿118﴾

سوحق ثابت ہوگیا اور جو کچھ وہ کررہے تھے باطل ہوگیا۔(118)

سوال1:فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ''سوحق ثابت ہوگیا اور جو کچھ وہ کررہے تھے باطل ہوگیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اس میدان میں حق کا بول بالا ہوا اور جادوگروں کا منہ کالا ہوا میدان پر سناٹا چھا گیا لوگوں کے چہروں ہوائیاں اڑنے لگیں ۔سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اسے پکڑ لیا تو پھر وہ وہی عصا تھا اس طرح حق ثابت ہوگیا بھرے مجمع میں سب پر حق واضح ہوگیا اور جو کچھ وہ لے کر آئے تھے سب باطل ہوگیا۔(مختصر ابن کثیر:615/1)

سوال2:حق کے مقابلے میں باطل بظاہر کیسا دکھائی دیتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ حق کے مقابلے میں باطل بظاہر مرعوب کرنے والا ہوتا ہے۔﴿2﴾ حق کے بارے میں اکثر لوگوں کا یہ خیال بن جاتا ہے کہ مغلوب ہوجائے گا اور باطل اسے بہا کرلے جائے گا۔

سوال3:جب باطل کا مقابلہ پرعزم اور مضبوط حق کے ساتھ ہوتا ہے تو کیا نتیجہ سامنے آتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ جب باطل کا مقابلہ مضبوط حق کے ساتھ ہوتا ہے تو باطل خس وخاشاک کی طرح بہہ جاتا ہے۔﴿2﴾ سچائی کا پلڑا بھاری ہوتا ہے اس کی جڑیں اور گہری ہوجاتی ہیں۔

سوال4:حق باطل پر کیسے ضرب لگاتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ حق عظیم وجود کا مالک ہوتا ہے اور اس کی چوٹ زور سے پڑتی ہے۔﴿2﴾ حق کی چوٹ سے باطل بکھر جاتا ہے۔﴿3﴾ حق کی چوٹ سے باطل تیزی سے سکڑ جاتا ہے۔

فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ﴿119﴾

تو اس موقع پر جادوگر مغلوب ہوگئے اور ذلیل ہوکر واپس لوٹے۔(119)

سوال1:فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ''تو اس موقع پر جادوگر مغلوب ہوگئے اور ذلیل ہوکر واپس لوٹے' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ فرعون اس کے سردار اور اسکی قوم مغلوب ہوگئے۔﴿2﴾ هُنَالِكَ اس مناظرے کا میدان۔(ایسر التفاسیر:474)

سوال2:وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ''اور ذلیل ہوکر واپس لوٹے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ جادوگروں کو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے پر بلانے والے ذلیل ورسوا ہوکر واپس لوٹے۔﴿2﴾ ان کا جادو باطل ہوگیا اور انہیں اپنا مقصد حاصل نہ ہوسکا جس کا وہ گمان رکھتے تھے۔

سوال3:فرعون اور اس کے ساتھیوں کا مقابلے میں کیا بنا؟

جواب:﴿1﴾ فرعون اور اس کے ساتھی مغلوب ہوگئے۔﴿2﴾ فرعون اور اس کے ساتھی ذلیل ہوگئے۔

وَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿120﴾

اور جادوگر سجدے میں گرادیئے گئے۔(120)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1: وَاُلۡقِیَ السَّحَرَۃُ سٰجِدِیۡنَ ''اور جادوگر سجدے میں گرا دیئے گئے'' جادوگروں کو کس چیز نے سجدے میں گرا دیا؟

جواب: ﴿1﴾ جادوگروں کو شعور کے اندر ہونے والی روشنی نے سجدے میں ڈال دیا۔ ﴿2﴾ جادوگروں کو سچائی کے رعب نے سجدے میں ڈال دیا۔ ﴿3﴾ جادوگروں کے دل کے اندر ہونے والی سچ کی روشنی جب یقین میں بدلی تو اس یقین نے انہیں سجدے میں ڈال دیا۔ ﴿4﴾ جادوگر سمجھ گئے کہ یہ معجزہ ہے جس کا جادو سے کوئی تعلق نہیں اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کے آگے سجدے میں گر گئے۔

قَالُوۡۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ (121)

انہوں نے کہا: ہم جہانوں کے بادشاہ پر ایمان لاتے ہیں۔ (121)

سوال1: قَالُوۡۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ''انہوں نے کہا: ہم جہانوں کے بادشاہ پر ایمان لاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ جادوگروں نے جب سجدہ کیا تو انہوں نے سب کے سامنے ایمان کا اقرار کیا اور اعلان کر دیا کہ وہ رب العالمین پر ایمان رکھتے ہیں۔ ﴿2﴾ فرعون اپنے آپ کو رب اعلیٰ کہلاتا تا اس لئے اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے کہا کہ ہم رب العالمین پر ایمان لائے ہیں ﴿3﴾ جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام کی اور جن معجزات اور دلائل کے ساتھ وہ مبعوث ہوئے ان کی تصدیق کی۔

سوال2: انسان کے دل میں یقین کی روشنی کیسے بھر جاتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ انسان جب حق کو پہچان لیتا ہے تو اس کا شعور روشن ہو جاتا ہے۔ ﴿2﴾ انسان اپنی عقل سے جب غور وفکر کر کے سچائی کو پا لیتا ہے تو اس کا دل یقین کی روشنی سے بھر جاتا ہے جیسے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا دل بھرا تھا ویسے ہی جادوگروں کا دل بھی یقین کی روشنی سے بھر گیا۔

رَبِّ مُوۡسٰی وَ ہٰرُوۡنَ (122)

جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے۔ (122)

سوال1: رَبِّ مُوۡسٰی وَ ہٰرُوۡنَ ''جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے'' جادوگروں نے یہ کیوں کہا کہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون کے رب پر ایمان لے آئے؟

جواب: جادوگروں کو فرعون کے دین کے لئے خطرہ بننے والے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام کے ساتھ مقابلے کے لئے بلایا گیا تھا۔ جب فرعون کے دین پر چلنے والے جادوگروں نے حقیقت کو پہچان لیا تو انہیں رب پر ایمان لاتے دیر نہ لگی اس ایمان کو وہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام کے حوالے سے ہی جانتے تھے۔ اس لئے انہوں نے کہا کہ ہم موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے رب پر ایمان لائے ہیں۔

قَالَ فِرۡعَوۡنُ اٰمَنۡتُمۡ بِہٖ قَبۡلَ اَنۡ اٰذَنَ لَکُمۡ ۚ اِنَّ ہٰذَا لَمَکۡرٌ مَّکَرۡتُمُوۡہُ فِی الۡمَدِیۡنَۃِ لِتُخۡرِجُوۡا مِنۡہَاۤ اَہۡلَہَا ۚ فَسَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ (123)

فرعون نے کہا: تم اس سے پہلے ہی اس پر ایمان لے آئے ہو کہ میں تمہیں اجازت دوں، یقیناً یہ تو ایک سازش ہے جو تم نے شہر میں کی ہے تا کہ تم اس کے باشندوں کو یہاں سے نکال دو، سو تم بہت جلد ہی جان لو گے۔ (123)

سوال1: قَالَ فِرۡعَوۡنُ اٰمَنۡتُمۡ بِہٖ قَبۡلَ اَنۡ اٰذَنَ لَکُمۡ ''فرعون نے کہا: تم اس سے پہلے ہی اس پر ایمان لے آئے ہو کہ میں تمہیں اجازت دوں'' فرعون کے اس قول سے اسکی فرعونیت کا اظہار کیسے ہوتا ہے؟

جواب: فرعون کے اس قول سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس کی حکومت میں کوئی بھی ایمان قبول کرنے کے لئے خود مختار نہیں ہے۔ یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ کسی کے شعور میں اگر کوئی حرکت پیدا ہو تو بھی اجازت لینی چاہیے اور یہ کہ وہ اس کی اجازت کے بغیر کوئی عقیدہ یا یقین نہیں رکھ سکتے تھے۔ اور یہ کہ فرعونیت جاہل اور غبی ہوتی ہے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ فرعونیت انتہا پسند ہوتی ہے اور اپنے اقتدار کے بارے میں حساس ہوتی ہے۔ فرعونیت کا شکار ہونے والی قومیں پستی کا اور ذہنی و عقلی پسماندگی کا شکار ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَاسۡتَخَفَّ قَوۡمَہٗ فَاَطَاعُوۡہُ ؕ اِنَّہُمۡ کَانُوۡا قَوۡمًا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فٰسِقِيْنَ سو اس نے اپنی قوم کو ہلکا کر دیا تو انہوں نے اس کی اطاعت کی، یقیناً وہ نافرمان لوگ تھے۔(الزخرف 54)

سوال 2: اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ''یقیناً یہ تو ایک سازش ہے جو تم نے شہر میں کی ہے تاکہ تم اس کے باشندوں کو یہاں سے نکال دو، سو تم بہت جلد ہی جان لو گے۔'' فرعون کو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دعوت اپنے اقتدار کے لئے خطرہ کیوں نظر آتی تھی؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دعوت رب العالمین کی دعوت تھی۔ جو دعوت رب العالمین کے لئے ہو اگر وہ پھیل جائے تو طاغوتی نظام برقرار نہیں رہتا۔ اس لئے فرعون کو اپنے اقتدار کے لئے خطرہ محسوس ہوتا تھا۔﴿1﴾ فرعون نے فریب سے کام لیتے ہوئے کہا: یہ تمہارا سردار ہے تم نے اس کے ساتھ مل کر سازش کی ہے تاکہ وہ غلبہ حاصل کرنے کے لئے تمہاری مدد لے سکے پھر تم اس کے اطاعت گزار بن جاؤ اور سب لوگوں کو باہر نکال دو حالانکہ فرعون خود بھی جانتا تھا کہ جادوگروں کی سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی۔ فرعون کے ہرکاروں پر جادوگرا کھٹے ہوئے اور موسیٰ اور ہارون نے جو کچھ کر دکھایا وہ معجزہ تھا تمام جادوگر معجزے کا مقابلہ نہ کر پائے اور حق واضح ہو گیا اور وہ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے۔﴿2﴾ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ '' فرعون نے جادوگروں کو دھمکی دیتے ہوئے کہا: عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ میں تمہارے ساتھ کیا کرتا ہوں اور تمہارے اس کام کی کیا سزا دیتا ہوں۔(جامع البیان 25/9)

لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ(124)

میں ضرور تمہارے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمت سے کاٹ دوں گا پھر تم سب کو ضرور سولی دوں گا۔(124)

سوال 1: فرعون نے ہاتھ پاؤں مخالف سمت سے کٹوانے اور سولی چڑھانے کی دھمکی کیوں دی؟

جواب:﴿1﴾ جب بھی باطل کا مقابلہ حق کے ساتھ ہوتا ہے تو باطل کبھی مقابلے پر دلائل لے کر نہیں آتا۔ تشدد اور سخت عبرت ناک سزاؤں سے ہی حق کا مقابلہ کیا جاتا ہے۔﴿2﴾ فرعون یہ سمجھتا تھا کہ جادوگر بغاوت اور فساد کرنے والے ہیں لہذا وہ ان کے ساتھ وہی سلوک کرنا چاہتا تھا جو باغیوں اور فسادیوں کے ساتھ کیا جاتا ہے کہ میں تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف سمت سے کٹوا دوں گا۔﴿3﴾ میں تم سب کو ضرور سولی چڑھاؤں گا کسی ایک کو نہیں سب کو یہ سزا دوں گا۔﴿4﴾ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ شروع دن وہ جادوگر تھے اور پھر دن کے آخری حصہ میں شہدا میں داخل ہو گئے (ابوالفداء)(اشرف الحواشی: 199/1)

قَالُوْٓا اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ(125)

انہوں نے کہا: ''یقیناً ہم اپنے رب کی طرف ہی لوٹنے والے ہیں۔(125)

سوال 1: قَالُوْٓا اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ '' انہوں نے کہا: ''یقیناً ہم اپنے رب کی طرف ہی لوٹنے والے ہیں'' اپنے رب کی طرف لوٹنے کی بات کس انسان کے ذہن میں رہتی ہے؟

جواب:﴿1﴾ اپنے رب کی طرف لوٹنے کی بات اس انسان کے ذہن میں رہتی ہے جو یہ جانتا ہو کہ وہ کس کے مقابلے میں آگے بڑھ رہا ہے اور کس کے خلاف لڑ رہا ہے پھر وہ اپنے دشمن سے امن کا سوال نہیں کرتا بلکہ اپنے رب سے سوال کرتا ہے کہ وہ صبر و استقامت عطا کرے اور اسلام سے وفاداری نبھانے کا موقع دے۔﴿2﴾ یعنی ہمیں تمہاری دھمکیوں اور سزاؤں کی کوئی پرواہ نہیں ہم تو اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ ہم اس کے فیصلوں پر راضی ہیں۔﴿3﴾ ایمان نے ان کے دلوں کو روشن کر دیا ان کی ہمت بلند ہو گئی اور وہ فرعون سے بے خوف ہو گئے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ؕ رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ(126)

اورتم کسی اور بات کا ہم سے انتقام نہیں لیتے مگر یہ کہ جب ہمارے رب کی آیات ہمارے سامنے آئیں تو ہم ان پر ایمان لے آئے۔اے ہمارے رب! ہم پر صبر انڈیل دے اور ہمیں اس حالت میں وفات دینا کہ فرماں بردار ہوں۔(126)

سوال1: وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ’’اورتم کسی اور بات کا ہم سے انتقام نہیں لیتے مگر یہ کہ جب ہمارے رب کی آیات ہمارے سامنے آئیں تو ہم ان پر ایمان لے آئے‘‘جادوگروں نے یہ کیسے پہچانا کہ فرعون ایمان کی وجہ سے دشمنی کررہا ہے؟

جواب: جادوگروں نے ایمان، رب پر یقین اور رب کی نشانیوں کو دیکھ لینے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے اور اپنے دشمن کو اور دشمنی کی وجہ ایمان کو پہچان لیا۔

سوال2: رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ’’اے ہمارے رب! ہم پر صبر انڈیل دے اور ہمیں اس حالت میں وفات دینا کہ فرماں بردار ہوں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا اے ہمارے رب! ہم پر صبر انڈیل دیجیے اے ہمارے رب اس امتحان میں جان جانے کا خطرہ ہے اور صبر کے سخت محتاج ہیں۔ہم پر صبر انڈیل دیجئے تا کہ ہمارے دل مضبوط اور مطمئن ہو جائیں اور دل سے بے یقینی نکل جائے۔《2》وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ اور ہمیں اپنی اطاعت اور فرماں برداروں کی حالت میں وفات دینا۔《3》ہمیں اس حالت میں وفات دینا کہ اسلام پر ثابت قدم ہوں۔

سوال3: صبر اور اسلام کا سوال کون کرتا ہے؟

جواب:《1》صبر اور اسلام کا سوال وہ کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے آگے بے بس ہو جاتا ہے۔《2》جس کے دل کا رابطہ اللہ تعالیٰ سے ہو جائے۔《3》جس کی روح اور شعور آزاد ہو جائے۔

رکوع نمبر5

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْىٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ(127)

اور قوم فرعون کے سرداروں نے کہا:’’کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو یونہی چھوڑ دے گا کہ وہ زمین میں فساد پھیلائیں اور تجھے اور تیرے معبودوں کو چھوڑ دیں؟‘‘فرعون نے کہا:’’عنقریب ہم ان کے بیٹوں کو بری طرح قتل کریں گے اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھیں گے اور ہم ان پر یقیناً قابو رکھنے والے ہیں۔‘‘(127)

سوال1: وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ’’اور قوم فرعون کے سرداروں نے کہا:’’کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو یونہی چھوڑ دے گا کہ وہ زمین میں فساد پھیلائیں اور تجھے اور تیرے معبودوں کو چھوڑ دیں؟‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》قوم فرعون کے سرداروں نے کہا: کیا تو موسیٰ علیہ السلام اور اس کی قوم کو یوں ہی چھوڑ دے گا کہ وہ زمین میں فساد پھیلائیں۔《2》یعنی تیری مخالفت میں دعوت دیں اور تیری اطاعت چھوڑ دیں۔(ایسر التفاسیر:476) وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ اور تیری اور تیرے معبودوں کی اطاعت چھوڑ دیں۔(جامع البیان:27/9)《3》مصر کی قدیم تاریخ بتاتی ہے کہ ان کے کثیر معبود تھے مثلاً سورج اور فرعون رع یعنی سورج دیوتا کا بیٹا اور اس کا اوتار کہا جاتا تھا۔《4》حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ فرعون بتوں کی پوجا کرتا تھا۔《5》تیمی نے کہا وہ جس کی عبادت کرتا تھا اسے گلے میں پہنتا تھا۔(تفسیر منیر:56/5)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2: فرعون کے سرداروں کے نقطۂ نظر سے فساد کیا ہے؟

جواب: فرعون کے سرداروں کے نزدیک ایک اللہ تعالیٰ کی دعوت، حسن اخلاق اور حسن اعمال کی تعلیم فساد فی الارض تھی کیونکہ اس سے دوسرے تمام معبودوں کی نفی ہو جاتی ہے۔ ہر فرعونی نظام غیر اللہ کی اطاعت کے اصول پر قائم ہوتا ہے تو جو شخص اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت کے لئے اٹھتا ہے وہ ان کی نظروں میں باغی اور مفسد بن جاتا ہے۔ حالانکہ زمین کی اصلاح توحید، حسن اخلاق و حسن اعمال کے ذریعے ہی ممکن ہے اور جس راستے پر فرعون چل رہا تھا وہی فساد کا راستہ تھا۔

سوال3: قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ''فرعون نے کہا: ''عنقریب ہم ان کے بیٹوں کو بری طرح قتل کریں گے اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھیں گے اور ہم ان پر یقیناً قابو رکھنے والے ہیں۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ فرعون نے کہا ہم ان کے بیٹوں کو قتل کروا دیں گے جیسا کہ پہلے انہوں نے خبر سنی تھی کہ ان کی بادشاہت بنی اسرائیل کے ہاتھوں ختم ہو جائے گی۔ اس کے بعد انہوں نے بنی اسرائیل کے بیٹوں کا قتل جاری رکھا۔ (ایسر التفاسیر:476) ﴿2﴾ وَنَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ یعنی ہم ان کی عورتوں کو باقی رکھیں گے انہیں ذبح نہیں کریں گے جیسا کہ لڑکوں کو ذبح کرتے تھے۔ (ایسر التفاسیر:476) ﴿3﴾ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ'' اور ہم ان پر یقیناً قابو رکھنے والے ہیں'' یعنی وہ ہمارے غلبے سے باہر نہیں نکل سکیں گے۔ یہ فرعون کا ظلم و قہر، جبر و بربریت، سرکشی اور بے رحمی تھی۔

سوال4: فرعونیوں نے کیسے اپنے غلبے کو قوم موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر ثابت کرنا چاہا؟

جواب: فرعونیوں نے اپنے غلبے کے لئے دھمکی دی کہ ہم ان کے بیٹوں کو قتل کر دیں گے اور بیٹیوں کو زندہ رکھیں گے۔

قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۗ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ (128)

موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: ''تم اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو اور صبر کرو، یقیناً زمین اللہ تعالیٰ کی ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے اور اچھا انجام متقیوں ہی کے لیے ہے۔'' (128)

سوال1: قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ '' موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: ''تم اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو اور صبر کرو، یقیناً زمین اللہ تعالیٰ کی ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے'' سیدنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرعونیوں کے ظلم و ستم کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنی قوم کو کیا تلقین کی؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی قوم کو ایسے حالات میں تلقین کی جن میں بنی اسرائیل کچھ بھی کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے کہ کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر ظلم و جبر کا مقابلہ کر سکے۔ ﴿2﴾ انہوں نے وصیت کرتے ہوئے کہا: اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ ''تم اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو'' یعنی جو چیز تمہارے لیے نفع مند ہے اس کو حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو اور نقصان سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرو۔ وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے معاملات سیدھے کر دے گا۔ ﴿3﴾ وَاصْبِرُوْا اور صبر کرو یعنی مصائب کے دور کرنے کی امید رکھتے ہوئے صبر کرو۔ ﴿4﴾ جب فرعون نے بنی اسرائیل کے بچوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کا فیصلہ کر لیا اور موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے، اسی سے مدد مانگنے اور اسی پر بھروسہ کرنے اور صبر کرنے کی نصیحت کی، اس لئے کہ ہر حال میں مومن کا لگاؤ اللہ تعالیٰ سے ہوتا ہے اس کا یقین کامل ہوتا ہے کہ جس کا معین و مددگار اللہ تعالیٰ ہوتا ہے اس کا کوئی بال بیکا نہیں کر سکتا۔ (تیسیر الرحمٰن: 488، 487/1) ﴿5﴾ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ زمین کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہے۔ زمین فرعون کی ملکیت نہیں کہ وہ اس میں اپنی مرضی کرے اور اپنا حکم چلائے۔ ﴿6﴾ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے، اپنی مشیت کے مطابق جس کو چاہتا ہے حکمرانی عطا کرتا ہے۔ اللہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تعالیٰ کے دشمنوں کی حکومت کے دور میں آزمائشیں آئیں امتحانات میں ڈالا جائے تب بھی آخری کامیابی ایمان والوں کے لیے ہے۔

سوال 2: اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ ''تم اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے ظلم وستم کے مقابلے میں رب العالمین سے مدد مانگنے کی دعوت دی، اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے رب پر ایمان لانے والوں کو رب سے مدد مانگنے کی دعوت دی اس لئے کہ ان کے لئے جائے پناہ ایک ہے۔ ﴿2﴾ ایمان والوں کا ولی اور آقا ایک ہے وہ اسی سے مدد مانگ سکتے ہیں۔ ﴿3﴾ رب قوت والا ہے، ناقابل شکست ہے اس لئے اسی سے مدد مانگی جاسکتی ہے۔

سوال 3: وَاصْبِرُوْا ''اور صبر کرو'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے ظلم وستم کے مقابلے میں صبر کرنے کی دعوت دی، اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے صبر کرنے کی دعوت اس لیے دی کہ فتح کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اس میں جلد بازی نہیں کرنی چاہیے۔ ﴿2﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے صبر کرنے کی دعوت اس لئے دی کہ انسان نہیں جانتا کہ غیب میں اس کے لئے کیا چھپا کر رکھا گیا ہے اور اس کی بھلائی کس میں ہے؟ اس لئے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ آنے تک صبر کرنے میں ہی بھلائی ہے۔

سوال 4: اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ''یقیناً زمین اللہ تعالیٰ کی ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بنادیتا ہے'' ''زمین اللہ تعالیٰ کی ہے'' سے کس چیز کی وضاحت ہوتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ زمین کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ ﴿2﴾ اس کا وارث صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ ﴿3﴾ دنیا میں بسنے والے سارے مسافر ہیں۔ ﴿4﴾ انسانوں کے جانے کے بعد یہ کام اللہ تعالیٰ کا ہے کہ وہ آئندہ کن مسافروں کو عارضی طور پر وارث بناتا ہے۔

سوال 5: يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ''وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بنادیتا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کس کو اپنی زمین کا وارث بناتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ اپنی سنت کے مطابق لوگوں کو زمین کا وارث بناتا ہے۔ ﴿2﴾ زمین کے وارث اللہ تعالیٰ کے وہ بندے بنتے ہیں جو رب کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ رب کا دیا ہوا نظام قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ زمین کا وارث ان بندوں کو بناتا ہے جو اس چیز کو خاطر میں نہیں لاتے کہ ان کا مقابلہ کتنی بڑی طاغوتی قوت سے ہے۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ مناسب وقت پر اقتدار چھین کر اپنے بے لوث، ان تھک کوششیں کرنے والے بندوں کو عطا فرماتا ہے۔

سوال 6: وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ''اور اچھا انجام متقیوں ہی کے لیے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اچھا انجام اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کا ہے خواہ جلدی ہو یا دیر میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں کوششیں کرنے والوں کو چاہیے کہ اپنے دلوں سے اس قلق کو نکال دیں کہ انجام کیا ہوگا اور اس وسوسے کو دل میں جگہ نہیں دینی چاہیے کہ باطل پر ہونے کے باوجود جن لوگوں کا اقتدار قائم ہے وہ ہمیشہ اسی طرح سے رہیں گے۔

قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ۭ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ (129)

موسیٰ کی قوم نے کہا: ''ہم تمہارے آنے سے پہلے بھی ستائے گئے اور تمہارے آنے کے بعد بھی۔'' موسیٰ نے کہا: ''قریب ہے تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کردے اور تمہیں زمین میں جانشیں بنادے، پھر وہ دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو؟'' (129)

سوال 1: قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ''موسیٰ کی قوم نے کہا: ''ہم تمہارے آنے سے پہلے بھی ستائے گئے اور تمہارے آنے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے بعد بھی" سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی آمد سے پہلے ان کی قوم کو کیسے ستایا جاتا تھا اور ان کے آنے کے بعد کیسے ستایا گیا؟

جواب: بنی اسرائیل ایک طویل عرصے سے فرعون کی ایذائیں برداشت کر کر کے تنگ آ چکے تھے۔ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا: آپ کے آنے سے پہلے ظالم ہمارے بیٹوں کو قتل کر دیتے تھے اور ہماری عورتوں کو زندہ رکھتے تھے اور آپ کے آنے کے بعد بھی یہ ہمارے ساتھ وہی سلوک کرنا چاہتے ہیں۔

سوال 2: قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ " موسیٰ نے کہا: " قریب ہے تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے اور تمہیں زمین میں جانشیں بنا دے، پھر وہ دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو؟" کی وضاحت کریں؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے انہیں اچھے وقت کی امید دلاتے ہوئے کہا: امید ہے تمہارا رب تمہیں حکومت عطا کرے گا۔ پھر وہ دیکھے گا کہ تم کیسے کام کرتے ہو، اس کا شکر ادا کرتے ہو یا ناشکری!

سوال 3: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو یہ یقین کیسے تھا کہ اللہ تعالیٰ دشمن کو ہلاک کرے گا اور زمین میں خلیفہ بنائے گا؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام دل و دماغ اور بصیرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی سنت کو دیکھتے تھے۔ ﴿2﴾ وہ یہ سمجھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی سنت کے مطابق فیصلہ صبر کرنے والوں کے حق میں ہوتا ہے اور بروقت ہوتا ہے۔ ﴿3﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو گہری بصیرت کی بنیاد پر یقین تھا کہ باطل کے مقابلے میں حق غالب آئے گا اور خدا فراموش لوگوں کے مقابلے میں صبر کرنے والوں نے جگہ لینی ہے۔ ﴿4﴾ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا وعدہ تھا اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام اس کے وعدوں پر یقین کرنے والے تھے۔

رکوع نمبر 6

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ(130)

اور بلاشبہ ہم نے آل فرعون کو قحط سالی اور پیداوار کی کمی میں پکڑا تا کہ وہ نصیحت قبول کریں۔(130)

سوال 1: وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ " اور بلاشبہ ہم نے آلِ فرعون کو قحط سالی اور پیداوار کی کمی میں پکڑا" قوم فرعون کو متنبہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی جانب سے کیا کوشش کی گئی؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں کو کھیتوں اور پھلوں کی پیداوار میں کمی کر کے طرح طرح سے آزمایا۔ ان پر قحط سالی اور مصیبتیں نازل کیں شاید وہ نصیحت قبول کر لیں اور اپنے کفر سے رجوع کر لیں اور نبی کی رسالت پر ایمان لے آئیں۔

سوال 2: قحط سالی کی وجہ سے مصر کے لوگوں پر کیا اثرات مرتب ہوئے تھے؟

جواب: مصر ایک سرسبز و شاداب ملک ہے۔ لوگ مصر میں قحط سالی میں اللہ تعالیٰ کا عذاب محسوس کرتے تھے۔ لوگوں کے اندر خوف پیدا ہوتا تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔ باطل قوتیں لوگوں کو دین سے دور کرتی رہیں اس لیے ان میں غفلت اور لاپرواہی پیدا ہو گئی۔

سوال 3: لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ " تا کہ وہ نصیحت قبول کریں" اللہ تعالیٰ نے قوم فرعون کو متنبہ کرنے کی کوشش کی حالانکہ وہ فاسق و فاجر تھے، اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: انسان کفر کریں یا ایمان لائیں یا فاسق و فاجر بنیں وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی راہ نمائی کے لیے انتظامات کیے ہیں۔ ان کے لیے رسول بھی بھیجے اور تنبیہات بھی کیں۔ قحط سالی بھی ایک تنبیہ تھی جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو سکتے تھے لیکن فاسق و فاجر ہونے کی وجہ سے انہوں نے یہ نہ سمجھا کہ ان کے کفر اور آل موسیٰ پر ظلم اور قحط سالی کے عذاب کا آپس میں تعلق ہے۔

سوال 4: اہل فرعون قحط سالی دیکھ کر کیوں نہ متنبہ ہوئے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: حالات وواقعات سے صحیح نتیجہ وہی لوگ نکال سکتے ہیں جنہیں نور ایمان نصیب ہوا اور وہ لوگ ایمان کی روشنی سے محروم تھے۔ اپنی سوچ کی خرابی کی وجہ سے آل فرعون نے قحط سالی کا درست نتیجہ اخذ نہیں کیا۔

فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ۗ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (131)

تو جب ان پر خوشحالی آتی تو وہ کہتے کہ یہ ہمارے ہی لیے ہے اور اگر ان کو کوئی تکلیف پہنچتی تو موسیٰ اور ان کی نحوست ٹھہراتے جو اس کے ساتھ تھے۔ سن لو! یقیناً ان کی نحوست اللہ تعالیٰ کے پاس ہے لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (131)

سوال 1: فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ”تو جب ان پر خوش حالی آتی تو وہ کہتے کہ یہ ہمارے ہی لیے ہے“ فرعون اور اس کے ساتھی اچھے حالات کا کیا نتیجہ نکالتے تھے؟

جواب: فرعون اور اس کے ساتھی اچھے حالات یعنی خوش حالی اور رزق میں وسعت کو اپنی اچھی کارکردگی کا نتیجہ سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ ہمارے ہی لیے ہے۔

سوال 2: وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ”اور اگر ان کو کوئی تکلیف پہنچتی تو موسیٰ اور ان کی نحوست ٹھہراتے جو اس کے ساتھ تھے“ اہل فرعون نے قحط سالی کا کیا نتیجہ نکالا؟

جواب: جب آل فرعون پر قحط سالی آئی تو انہوں نے کہا یہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی ہیں جن کی وجہ سے مشکلات پیش آ رہی ہیں یعنی موسیٰ علیہ السلام کی آمد اور بنی اسرائیل کا ان کی پیروی کرنا قحط سالی کا سبب ٹھہراتے۔

سوال 3: اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ”سن لو! یقیناً ان کی نحوست اللہ تعالیٰ کے پاس ہے لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے“ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ ان کا کفر بدشگونی کا اصل سبب ہے۔ ﴿2﴾ طائر کے معنیٰ ”طائر“ کے معنی اڑنے والا“ یعنی پرندہ۔ چونکہ پرندے کے دائیں یا بائیں اڑنے سے وہ لوگ نیک یا بد فال لیا کرتے تھے، اس لیے یہ لفظ مطلق فال کے لئے بھی استعمال ہونے لگ گیا۔ ”عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا عَدْوٰی وَلَا صَفَرَ وَلَا هَامَةَ“ ”سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہ چھوت چھات ہے نہ الو ہے اور نہ صفر“ (بخاری: 5770، مسلم: 5794) ﴿3﴾ ”ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے جس کی وجہ سے وہ یہ سب کہتے ہیں“ سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بدشگونی شرک ہے، بدشگونی شرک ہے، تین دفعہ یہ فرمایا: ”اور ہم میں سے ہر ایک کو کوئی نہ کوئی وہم ہو ہی جاتا ہے، مگر اللہ عزوجل اسے توکل کی برکت سے زائل کر دیتا ہے۔ (ترمذی: 1614، ابو داؤد: 3910)

وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ (132)

اور انہوں نے کہا کہ تم ہمارے پاس خواہ کوئی بھی نشانی لے آؤ تا کہ تم ہم پر اس کے ساتھ جادو کرو تو ہم تمہارے لیے ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ (132)

سوال 1: وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ”اور انہوں نے کہا کہ تم ہمارے پاس خواہ کوئی بھی نشانی لے آؤ تا کہ تم ہم پر اس کے ساتھ جادو کرو تو ہم تمہارے لیے ایمان لانے والے نہیں ہیں“ تم خواہ کوئی نشانی لے آؤ ہم نہ مانیں گے، یہ فقرہ کس چیز کو ظاہر کرتا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: یہ دشمنی کی انتہا ہے جس نے انہیں اس مقام تک پہنچا دیا کہ معجزہ نازل ہوتا ہو ہم نہیں مانیں گے۔ فرعون کا یہ جملہ بتاتا ہے کہ حق خواہ مکمل صورت میں موجود ہو ملتا اسی کو ہے جو اسے حاصل کرنا چاہتا ہے۔

سوال 2: حق کس انسان پر کھلتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ حق اس پر کھلتا ہے جو حق کے لیے سنجیدہ ہو۔ ﴿2﴾ حق اسی کو ملتا ہے جس کے اندر حق کے لیے آمادگی ہو۔ ﴿3﴾ حق اسی کو ملتا ہے جو اسے حاصل کرنا چاہے۔ ﴿4﴾ حق اسی کو ملتا ہے جو غیر متاثر ذہن رکھتا ہو۔

سوال 3: انسان دلیل کا سامنا کرنے کی بجائے اسے رد کیوں کر دیتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ لوگ اپنی مصلحتوں کی وجہ سے سچائی اور دلیل کا سامنا نہیں کرتے۔ ﴿2﴾ لوگ نصیحت قبول نہ کرنے کا مزاج رکھنے کی وجہ سے دلیل کو رد کر دیتے ہیں۔

سوال 4: کیا چیز انسان کو بے خبر اور غافل بنا دیتی ہے؟

جواب: اپنے حال میں مگن رہنا انسان کو بے خبر بنا دیتا ہے۔ ایسا انسان سن کر بھی نہیں سنتا جان کر بھی نہیں جانتا۔

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ (133)

پھر ہم نے ان پر طوفان بھیجا اور ٹڈیاں اور جوئیں اور مینڈک اور خون جو الگ الگ نشانیاں تھیں، پھر بھی انہوں نے تکبر ہی کیا اور وہ مجرم لوگ تھے۔ (133)

سوال 1: فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ''پھر ہم نے ان پر طوفان بھیجا اور ٹڈیاں اور جوئیں اور مینڈک اور خون جو الگ الگ نشانیاں تھیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ الطُّوْفَانَ: اللہ تعالیٰ نے آل فرعون پر طرح طرح کے عذاب بھیجے۔ بہت بڑا سیلاب بھیجا جس میں گھر، باغات اور کھیتیاں سبھی کچھ ڈوب گیا۔ ﴿2﴾ وَالْجَرَادَ: اللہ تعالیٰ نے ان پر ٹڈی دل بھیجا جس نے باغات، کھیتیاں سبھی کچھ ختم کر دیا۔ ﴿3﴾ وَالْقُمَّلَ سے مراد جوئیں ہیں۔ ﴿4﴾ وَالضَّفَادِعَ اور مینڈک۔ مینڈکوں نے ان کے برتنوں کو بھر دیا۔ ﴿5﴾ وَالدَّمَ اور لہو۔ ان کے پینے والا پانی لہو میں بدل جاتا تھا۔ وہ خون کے سوا کچھ نہیں پی سکتے تھے اور کچھ نہیں پکا سکتے تھے۔ ﴿6﴾ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ یہ ان کے ظالم اور جھوٹے ہونے کے واضح دلائل تھے۔ ﴿7﴾ یہ سارے عذاب یکے بعد دیگرے آئے تھے۔

سوال 2: فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ''پھر بھی انہوں نے تکبر ہی کیا اور وہ مجرم لوگ تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: انہوں نے اللہ تعالیٰ کے معجزات پر تکبر کیا، یقیناً وہ مجرم لوگ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو گمراہی پر قائم رکھ کر انہیں سزا دی۔

وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (134)

اور جب ان پر کوئی عذاب آپڑتا تو کہتے: ''اے موسیٰ! اپنے رب سے ہمارے لیے دعا کرو جو اس نے تمہارے ہاں عہد کر رکھا ہے، یقیناً اگر تم ہم پر سے یہ عذاب دور کر دو تو ہم ضرور تمہارے اوپر ایمان لے آئیں گے اور ہم تمہارے ساتھ بنی اسرائیل کو ضرور بھیج دیں گے۔ (134)

سوال 1: وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ''اور جب ان پر کوئی عذاب آپڑتا تو کہتے: ''اے موسیٰ! اپنے رب سے ہمارے لیے دعا کرو جو اس نے تمہارے ہاں عہد کر رکھا ہے'' کسی عذاب کے آنے پر آل فرعون کا رویہ کیا ہوتا تھا؟

جواب: وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ اور جب ان پر کوئی عذاب آپڑتا ﴿1﴾ الرِّجْزُ سے مراد وہ پانچ عذاب ہیں جن کا تذکرہ آیت نمبر 133 میں کیا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گیا۔(ایسر التفاسیر:478)یعنی طوفان،ٹڈی دل،جوئیں،مینڈک اور خون کا عذاب۔جب بھی ان پر ان میں سے کوئی عذاب نازل ہوتا۔﴿2﴾ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ وہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے سامنے جھکتے،ان کو سفارشی بنا کر کہتے''اے موسیٰ!اپنے رب سے ہمارے لیے دعا کرو جو اس نے تمہارے ہاں عہد کر رکھا ہے''

سوال 2:لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ''یقیناً اگر تم ہم پر سے یہ عذاب دور کر دو تو ہم ضرور تمہارے اوپر ایمان لے آئیں گے اور ہم تمہارے ساتھ بنی اسرائیل کو ضرور بھیج دیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''یقیناً اگر تم ہم پر سے یہ عذاب دور کر دو تو ہم ضرور تمہارے اوپر ایمان لے آئیں گے اور ہم تمہارے ساتھ بنی اسرائیل کو ضرور بھیج دیں گے''﴿1﴾وہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے یہ کہتے تھے اور اپنے کہنے میں جھوٹے تھے۔ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ کسی طرح عذاب ٹل جائے۔﴿2﴾وہ یہ سمجھتے تھے کہ اگر عذاب ایک بار دور ہو گیا تو دوبارہ واقع نہیں ہوگا۔﴿3﴾صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو شخص بے صبری کے ساتھ مصیبت کا مقابلہ کرے اللہ تعالیٰ اسے بے صبری ہی کے سپرد فرما دیتا ہے اور جو شخص صبر کے ساتھ مصیبت کا مقابلہ کرے اللہ تعالیٰ اسے چھٹکارہ دینے کا ضامن بن جاتا ہے۔(انوار البیان:415/2)

فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ(135)

پھر جب ہم ان سے ایک وقت عذاب کو دور کر دیتے جس کو وہ پہنچنے والے ہی تھے تو اچانک وہ عہد کو توڑ دیتے تھے۔(135)

سوال 1:فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ''پھر جب ہم ان سے ایک وقت عذاب کو دور کر دیتے جس کو وہ پہنچنے والے ہی تھے تو اچانک وہ عہد کو توڑ دیتے تھے''عذاب ٹل جانے پر اہل فرعون کا رویہ کیا ہوتا تھا؟

جواب:﴿1﴾فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ ''پھر جب ہم ان سے ایک وقت عذاب کو دور کر دیتے جس کو وہ پہنچنے والے ہی تھے'' جب ان سے ایک مدت تک کے لیے عذاب دور کر دیا جاتا اور یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ مدت تھی وہ عذاب مستقل طور پر ہٹایا نہیں جاتا تھا۔﴿2﴾اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ''تو اچانک وہ عہد کو توڑ دیتے تھے''وہ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے اور بنی اسرائیل کو ان کے ساتھ بھیجنے کا عہد توڑ ڈالتے جو انہوں نے اپنے رب اور موسیٰ علیہ السلام سے کیا تھا اور اپنے کفر پر جمے رہتے۔(جامع البیان:45/9)

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِى الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ(136)

چنانچہ ہم نے ان سے انتقام لیا،پس ہم نے انہیں سمندر میں غرق کر دیا اس وجہ سے کہ بلاشبہ انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ ان سے غافل تھے۔(136)

سوال 1:فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِى الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ''چنانچہ ہم نے ان سے انتقام لیا،پس ہم نے انہیں سمندر میں غرق کر دیا اس وجہ سے کہ بلاشبہ انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ ان سے غافل تھے''اللہ تعالیٰ نے آل فرعون کو سمندر میں غرق کر کے دوسروں کے لئے کیسے عبرت کی مثال بنا دیا؟

جواب:﴿1﴾فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ''چنانچہ ہم نے ان سے انتقام لیا''جب انہوں نے عہد توڑ ڈالا تو ہم نے ان سے انتقام لیا اور وہ عذاب تھا۔اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ بنی اسرائیل کو رات ہی میں لے کر نکل جائیں اور ان کو خبردار کر دیا کہ فرعون اپنی فوجوں کے ساتھ ضرور پیچھا کرے گا۔پھر فرعون نے اپنے ہرکارے دوڑا دیے جیسا کہ فرمایا:فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِى الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ تو فرعون نے شہروں میں اکٹھا کرنے والوں کو بھیجا۔(الشعراء:53)تاکہ وہ لوگوں کو جمع کریں اور بنی اسرائیل کے تعاقب کی تیاری کریں اور انہیں یہ کہلوا بھیجا۔اور رب العزت نے فرمایا:یقیناً یہ لوگ بے شک ایک تھوڑی سی جماعت ہیں۔اور بلاشبہ وہ ضرور ہمیں غصہ دلانے والے ہیں۔اور یقیناً ضرور ہم سب چوکنے رہنے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

والے ہیں۔ تو ہم نے انہیں باغوں اور چشموں سے نکالا۔ اور خزانوں اور عمدہ جگہ سے۔ اس طرح ہوا اور ہم نے بنی اسرائیل کو ان چیزوں کا وارث بنا دیا۔ تو انہوں نے سورج نکلتے ہی ان کا پیچھا کیا۔ پھر جب دونوں گروہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو موسیٰ کے ساتھیوں نے کہا: ''یقیناً ضرور ہم پکڑے جانے والے ہیں۔'' موسیٰ نے کہا: ''ہرگز نہیں! یقیناً میرے ساتھ میرا رب ہے وہ ضرور میری راہنمائی کرے گا۔'' تو ہم نے موسیٰ کو وحی بھیجی کہ اپنی لاٹھی کو سمندر پر مارو پس وہ پھٹ گیا تو ہر حصہ ایک عظیم پہاڑ جیسا ہو گیا اور دوسرے فریق کو ہم نے وہاں قریب کر دیا اور ہم نے موسیٰ کو اور ان سب کو جو اس کے ساتھ تھے نجات دلائی۔ پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا۔ (الشعراء:54،66) ﴿2﴾ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ''پس ہم نے انہیں سمندر میں غرق کر دیا'' آل فرعون تکبر کرنے والے اور مشرک تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں سمندر میں غرق کر کے عبرت بنا دیا۔ ﴿3﴾ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ كَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ''اس وجہ سے کہ بلاشبہ انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ ان سے غافل تھے'' غفلت سے یہاں وہ کیفیت قلب مراد نہیں، جو انسان کے اختیار سے باہر ہے، بلکہ یہ اعراض اختیاری ہے۔ (تفسیر ماجدی:213/2) ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے والے، اس کی آیات سے غفلت برتنے والے اور تکبر کرنے والے پستیوں میں پھینک دیئے جاتے ہیں۔

سوال 2: انبیاء کی وارث قوموں پر عذاب کس وجہ سے آتا ہے؟

جواب: انبیاء کی وارث قوموں پر عذاب اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے اور ان سے غفلت برتنے اور تکبر کرنے کی وجہ سے آتا ہے۔

وَ اَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَ مَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۬ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَ دَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَ قَوْمُهٗ وَ مَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ(137)

اور جو لوگ کمزور سمجھے جاتے تھے انہیں ہم نے اُس زمین کے مشرقوں اور اس کے مغربوں کا وارث بنا دیا، جس میں ہم نے برکت رکھی ہے اور آپ کے رب کی بہترین بات بنی اسرائیل پر پوری ہوگئی کیونکہ انہوں نے صبر کیا اور ہم نے فرعون اور اس کی قوم کا وہ سب کچھ تباہ کر دیا جو (محلّات) وہ بناتے تھے اور جو عمارتیں وہ بلند کرتے تھے۔ (137)

سوال 1: وَ اَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَ مَغَارِبَهَا ''اور جو لوگ کمزور سمجھے جاتے تھے اُنہیں ہم نے اُس زمین کے مشرقوں اور اس کے مغربوں کا وارث بنا دیا'' اللہ تعالیٰ نے فرعون کے بعد کس قوم کو عروج عطا کیا؟

جواب: ﴿1﴾ فرعون کی غرقابی کے بعد اللہ تعالیٰ نے کمزور سمجھی جانے والی قوم بنی اسرائیل کو برکت والی زمین یعنی فلسطین کے مشرق و مغرب کا وارث بنا دیا۔ بنی اسرائیل کے ساتھ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا جو پورا ہوا۔ ﴿2﴾ کعب الاحبار نے کہا: اللہ تعالیٰ نے شام کو فرات سے عریش تک برکت دی ہے۔ (تفسیر مراغی:387/3) ﴿3﴾ اس بات کی تائید ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے قول سے ہوتی ہے: وَ نَجَّيْنٰهُ وَ لُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ اور ہم نے اسے اور لوط کو اس زمین کی طرف نجات دی جس میں ہم نے جہانوں کے لیے برکتیں رکھی ہیں۔ (الانبیاء:71) اور اس قول سے تائید ہوتی ہے۔ وَ لِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا اور سلیمان کے لیے تیز ہوا کو مسخر کر دیا جو اس کے حکم سے اس سرزمین کی طرف چلتی تھی جس میں ہم نے برکتیں رکھی تھیں (الانبیاء:81) ﴿4﴾ بنی اسرائیل کو فراعنہ اور عمالقہ شام اور مصر کی زمین کا وارث بنایا گیا۔ (تفسیر منیر:73/5) ﴿5﴾ یہ حکمرانی انہیں اس وقت نصیب ہوئی جب موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَ اصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ۫ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: ''تم اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو اور صبر کرو، یقیناً زمین اللہ تعالیٰ کی ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے اور اچھا انجام متقیوں ہی کے لیے ہے۔ (الاعراف:128)

سوال 2: الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ''جس میں ہم نے برکت رکھی ہے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: جس میں وہاں کے باشندوں کے لیے خیر کو دائمی ثبات تھا۔(جامع البیان:47,46/9)

سوال3: وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ بِمَا صَبَرُوْا'' جس میں ہم نے برکت رکھی ہے اور آپ کے رب کی بہترین بات بنی اسرائیل پر پوری ہوگئی کیونکہ انہوں نے صبر کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》کلمۃ اللہ سے مراد وہ قول ہے جو سورۃ القصص میں ارشاد فرمایا: وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَىِٕمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ۙ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ اور ہم ارادہ رکھتے تھے کہ ان لوگوں پر احسان کریں جو زمین میں نہایت کمزور کردیے گئے تھے اور ہم انہیں راہ نما بنادیں اور ہم انہیں وارث بنادیں۔ اور ہم انہیں زمین میں اقتدار دیں اور ہم فرعون، ہامان اور ان کے لشکروں کو ان سے وہی کچھ دکھلا دیں، جس سے وہ ڈرتے تھے۔(القصص:6,5)《2》بِمَا صَبَرُوْا'' کیونکہ انہوں نے صبر کیا'' بنی اسرائیل کی مدد صبر کی وجہ سے کی گئی۔ صبر سے مراد اپنے آپ کو کنٹرول کرکے اللہ تعالیٰ کے طریقے پر ثابت قدم رہنا ہے۔

سوال4: صبر کے بغیر انسان کون کون سے ایمانی مراحل سے نہیں گزر سکتا؟

جواب:《1》صبر اہل ایمان کی نمایاں خصوصیت ہے۔ اہل ایمان کی زندگی صبر کی زندگی ہے۔《2》صبر کے بغیر انسان حق کا اعلان سن کر مان نہیں سکتا۔《3》بے صبری اور مصلحتوں والی زندگی کو حق کی بنیاد پر قائم نہیں کیا جاسکتا۔《4》صبر کے بغیر لوگوں کی دی ہوئی تکلیفوں کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔《5》صبر کے بغیر مصیبتوں میں کم ہمتی سے بچا نہیں جاسکتا۔《6》صبر کے بغیر ایمانی مراحل میں کامیابی سے نہیں گزرا جا سکتا۔《7》صبر ہی کے ساتھ اہل ایمان اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اطاعت کرتے ہوئے اور اس کی نافرمانیوں سے بچتے ہوئے اس کی قضاو قدر پر راضی رہتے ہوئے جیتے ہیں اور اسی صبر کی وجہ سے انہیں جنتوں میں خوش آمدید کہا جائے گا۔

سوال5: وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ'' اور ہم نے فرعون اور اس کی قوم کا وہ سب کچھ تباہ کردیا جو (محلّات) وہ بناتے تھے اور جو عمارتیں وہ بلند کرتے تھے۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ'' اور ہم نے فرعون اور اس کی قوم کا وہ سب کچھ تباہ کردیا جو (محلّات) وہ بناتے تھے'' وہ مضبوط بنیادوں والی عمارتیں اور بلند و بالا محلات بناتے تھے۔(ایسر التفاسیر:479)《2》اللہ تعالیٰ نے ان کی عالی شان عمارتیں اور محلات برباد کردیے۔《3》يَعْرِشُوْنَ سے مراد ہے وہ چڑھاتے تھے یعنی انگوروں کی بیلیں اپنی چھتوں پر چڑھاتے تھے۔《4》اس سے یہ مراد بھی ہوسکتی ہے کہ وہ تعمیرات کرتے تھے۔《5》رب العزت نے فرمایا: كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۙ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ۙ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ۙ كَذٰلِكَ ۣ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ وہ کتنے ہی باغات اور چشمے چھوڑ گئے۔ اور کھیتیاں اور شاندار قیام گاہیں۔ اور وہ سامان عیش جن میں وہ مزے اڑانے والے تھے۔ اسی طرح ہم نے دوسری قوم کو ان کا وارث بنادیا۔(الدخان:28،25)

وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓى اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ۭ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ(138)

اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پار اتارا تو وہ ایک قوم پر آئے جو اپنے بتوں پر جمے بیٹھے تھے، انہوں نے کہا:''اے موسیٰ! ہمارے لیے بھی کوئی معبود بنا جیسے ان کے کچھ معبود ہیں۔'' موسیٰ نے کہا:''یقیناً تم لوگ جہالت کی باتیں کرتے ہو۔(138)

سوال1: وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ'' اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پار اتارا'' بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے کیسے نجات عطا کی؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن اور اس کی قوم سے نجات دے کر سمندر سے پار گزروا دیا۔ اور ان کے دشمن فرعون اور اس کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ساتھیوں کوان کے سامنے ہلاک کر دیا۔

سوال2: فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْكُفُوْنَ عَلٰۤی اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا یٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَاۤ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ’’تو وہ ایک قوم پر آئے جو اپنے بتوں پر جمے بیٹھے تھے، انہوں نے کہا: ’’اے موسیٰ! ہمارے لیے بھی کوئی معبود بنا جیسے ان کے کچھ معبود ہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ ان کا گزر ایسی قوم پر ہوا۔ ﴿2﴾ یَّعْكُفُوْنَ عَلٰۤی اَصْنَامٍ لَّهُمْ جو اپنے بتوں کو پوجنے میں لگی ہوئی تھی۔ وہ ان بتوں سے برکت حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے اور ان کی عبادت کرتے تھے۔ ﴿3﴾ قَالُوْا یٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَاۤ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ یعنی آپ ہمارے لیے بت بنا دو یا ہمارے لیے جائز کر دو کہ ہم بھی بتوں کی عبادت کریں جیسے یہ لوگ کرتے ہیں۔

سوال3: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان سے بت گھڑنے کی فرمائش کیوں کی تھی؟

جواب: انسان کی فطری کمزوری ہے وہ ظاہر پرست ہے اور ظاہر پرستی پردۂ غیب میں چھپے ہوئے معبود پر یقین نہیں کرنے دیتی اس وجہ سے انسان لکڑی، پتھر اور مٹی کے بنے ہوئے بتوں میں اٹک جاتا ہے۔

سوال4: قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ’’موسیٰ نے کہا: ’’یقیناً تم لوگ جہالت کی باتیں کرتے ہو‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ تم لوگ جہالت کا ارتکاب کر رہے ہو۔ ﴿2﴾ اس سے بڑھ کر جہالت اور نادانی کیا ہو سکتی ہے کہ کوئی اپنے خالق اور مالک سے جاہل ہو جائے اور چاہے کہ غیر اللہ کو اس کا شریک بنائے جو نہ نفع کے مالک ہیں، نہ نقصان کے۔ نہ زندگی کے مالک ہیں نہ موت کے نہ موت کے بعد اٹھائے جانے کے۔

اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِیْهِ وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ(139)

بلاشبہ برباد کیا جانے والا ہے وہ کام جس میں یہ لوگ مشغول ہیں اور باطل ہے جو کچھ وہ کرتے چلے آرہے ہیں۔(139)

سوال1: اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِیْهِ وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ’’بلاشبہ برباد کیا جانے والا ہے وہ کام جس میں یہ لوگ مشغول ہیں اور باطل ہے جو کچھ وہ کرتے چلے آرہے ہیں‘‘ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے بت گھڑنے کی فرمائش پر انہیں کیا دلائل دیے؟

جواب: ﴿1﴾ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِیْهِ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ لوگ جس کام میں لگے ہوئے ہیں وہ برباد کیا جانے والا ہے وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ’’اور باطل ہے جو کچھ وہ کرتے چلے آرہے ہیں‘‘ اور جو عمل یہ کر رہے ہیں وہ باطل ہے۔ اس کے مقاصد باطل، اس کا انجام تباہی اور بربادی ہے۔ ﴿2﴾ ابوواقد لیثی رحمہ اللہ فرماتے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حنین کو جا رہے تھے۔ کافروں نے ایک بیری کا درخت مقرر کر رکھا تھا جہاں وہ اعتکاف کرتے تھے اور اس پر اپنا اسلحہ لٹکا دیا کرتے تھے۔ اس کا نام انہوں نے ذات الانواط رکھ لیا تھا۔ جب صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین اس درخت کے پاس سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگے ہمارے لیے بھی ذات الانواط مقرر کر دیا جائے جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا تم اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال اور اس کے قہر و عتاب سے محض ناواقف ہو جن کاموں میں یہ لوگ لگے ہوئے ہیں محض بے بنیاد اور تباہ کن ہے۔ (ابن جریر)

قَالَ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْكُمْ اِلٰهًا وَّ هُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ(140)

موسیٰ نے کہا: ’’کیا اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارے لیے میں کوئی اور معبود تلاش کروں؟ حالانکہ اس نے تمہیں جہانوں پر فضیلت عطا کی ہے۔(140)

سوال1: قَالَ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْكُمْ اِلٰهًا ’’موسیٰ نے کہا: ’’کیا اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارے لیے میں کوئی اور معبود تلاش کروں؟‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا: کیا میں اپنے رب عزوجل کے ماسوا تمہارے لیے معبود تلاش کروں جس کی تم اللہ تعالیٰ کے ماسوا عبادت کرو۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے تمہاری عقلیں کہاں چلی گئی ہیں! (ایسر التفاسیر:480) سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو یاد دلایا کہ ہمارا کام تو یہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے کہ ہم سب لوگوں کوایک اللہ کا پجاری بنائیں،ایک اللہ تعالیٰ کی غلامی میں لے آئیں۔یہ کیسی عجیب بات ہے کہ لوگوں کواللہ تعالیٰ کا غلام بنانے والے خودا پنے لئے ایک خدا گھڑ لیں۔《2》اللہ تعالیٰ وہ ہے جو اپنی ذات،صفات اور افعال میں کامل معبود ہے۔《3》الہٰ وہ نہیں جسے بنایا جائے،تلاش کیا جائے بلکہ معبود تو وہ اللہ تعالیٰ ہے جو انعام دینے پر قدرت رکھتا ہے،زندگی کو ایجاد کرنے اور زندگی عطا کرنے اور ساری نعمتیں دینے پر قدرت رکھتا ہے۔

سوال2:وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ'' حالانکہ اس نے تمہیں جہانوں پر فضیلت عطا کی ہے''بنی اسرائیل کوتمام عالم پر فضیلت دینے سے کیامراد ہے؟

جواب:《1》اس سے مراد اپنے دور کے جہان پر فضیلت عطا کی تھی۔《2》اس فضیلت کا یہ تقاضا ہے کہ تم اس کے شکرگزار بنو اور اسی کی عبادت کرو اور غیر اللہ کی عبادت سے انکار کرو۔

سوال3:اللہ تعالیٰ کسی امت کو فضیلت کیوں عطا کرتے ہیں؟

جواب:《1》یہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ ہے کہ وہ جب کسی امت کے پاس اپنی کتاب بھیجتا ہے اس کے ذریعے باقی انسانیت تک اپنا پیغام پہنچاتا ہے《2》پیغام پہنچانے والی امت کو ان کے مقابلے میں فضیلت دی جاتی ہے جن کو پیغام دیا جاتا ہے۔

سوال4:اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو کس مقصد کے لئے خیر امت قرار دیا؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو اپنا پیغام پہنچانے کے لئے''خیر امت''قرار دیا۔

سوال5:اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا اس امت کے افراد کے لئے کیا درجہ رکھتا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا اس امت کا مشن ہے پیغام پہنچائے بغیر امت کا مقصد وجود ہی ختم ہوجاتا ہے۔

وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۚ يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ(141)

اور جب ہم نے آل فرعون سے تمہیں نجات دی تھی،وہ تمہیں براعذاب دیتے تھے،تمہارے بیٹوں کو بری طرح قتل کرتے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رکھتے تھے اور اس میں تمہارے رب کی جانب سے بہت بڑی آزمائش تھی۔(141)

سوال1:وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۚ يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ''اور جب ہم نے آل فرعون سے تمہیں نجات دی تھی وہ تمہیں براعذاب دیتے تھے،تمہارے بیٹوں کو بری طرح قتل کرتے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رکھتے تھے''کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اپنے انعامات یاد دلائے ہیں کہ ہم نے تمہیں فرعون اور آل فرعون سے نجات دی تھی۔انہوں نے تم پر عذاب مسلط کر رکھا تھا تمہارے بیٹوں کو قتل کرتے تھے اور بیٹیوں کو زندہ رکھتے تھے۔

سوال2:وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ''اور اس میں تمہارے رب کی جانب سے بہت بڑی آزمائش تھی''فرعون کو بنی اسرائیل پر ظلم کرنے کا موقع کس وجہ سے دیا گیا؟

جواب:《1》اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے لیے بہت بڑی آزمائش تھی۔《2》اللہ تعالیٰ نے تمہیں نجات عطا کی تم پر شکر واجب تھا پھر کس طرح تم اس کی عبادت کو چھوڑ کر غیر اللہ کی عبادت کرتے ہو۔《3》موسیٰ علیہ السلام نے انہیں نصیحت کی تو وہ اس شرک سے باز آگئے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رکوع نمبر 7

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ (142)

اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کی میعاد مقرر کی اور ہم نے ان کو دس راتوں سے پورا کیا، سو اس کے رب کی مقررہ مدت چالیس راتیں مکمل ہوگئی اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا: ’’تم میری قوم میں میرے جانشین رہو اور اصلاح کرنا اور فساد کرنے والوں کے راستے کی پیروی نہ کرنا۔‘‘ (142)

سوال 1: وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ’’اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کی میعاد مقرر کی اور ہم نے ان کو دس راتوں سے پورا کیا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن فرعون اور آل فرعون سے نجات دلائی اور انہیں زمین میں اقتدار عطا کرنے کا فیصلہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں احکام شریعت اور صحیح عقائد عطا کرنے کا ارادہ کیا۔ اس مقصد کے لیے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو تیس راتوں کے لیے طور پر بلوایا پھر دس راتوں کا اضافہ کر کے اس میعاد کو پورا فرمادیا۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ چاہتے تھے کہ بنی اسرائیل اس عظیم موقع یعنی نزول تورات کے لیے خود کو تیار کر لیں۔ یہ ان کے ہاں ایک عظیم موقع ہو اور وہ اس کے نزول کے لیے اشتیاق رکھیں۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو چالیس راتوں کے لئے طور پر کیوں بلایا؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو ذلت کی زندگی سے نکال لائے تھے مگر ارض مقدس کو حاصل کرنے اور خلافت کا فریضہ انجام دینے کے قابل نہ ہوئے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو مقررہ وقت میں مقررہ مقام پر ملاقات کی دعوت دی تا کہ اللہ تعالیٰ سے براہ راست ہدایت لیں۔ ﴿2﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی تربیت بھی مطلوب تھی تا کہ وہ آنے والے مشکل حالات اور مہمات کے لئے تیار ہو جائیں۔

سوال 3: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اس عرصے میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے لئے کیا کوششیں کیں؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام دنیا کی دلچسپیوں سے اور لوگوں سے دور ہو گئے۔ ان کی روح صاف ہوگئی، باطن روشن ہو گیا اور اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہو گئے۔

سوال 4: وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ’’اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا: ’’تم میری قوم میں میرے جانشین رہو اور اصلاح کرنا اور فساد کرنے والوں کے راستے کی پیروی نہ کرنا‘‘ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے پیچھے اپنی قوم کے لئے کیا انتظامات کئے؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی روانگی سے پہلے سیدنا ہارون علیہ السلام کو خلیفہ مقرر کیا اور نصیحتیں کیں۔ ﴿2﴾ سیدنا ہارون علیہ السلام شریف اور معزز نبی تھے۔ وہ بڑے وجیہ اور رعب دار شخصیت کے مالک تھے۔

سوال 5: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے سیدنا ہارون علیہ السلام کو کیا نصیحتیں کیں؟

جواب: ﴿1﴾ اَصْلِحْ اصلاح کرتے رہنا۔ ﴿2﴾ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ فساد پیدا کرنے والوں کے طریقے پر نہ چلنا۔ یہاں فساد کرنے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو نافرمانیاں کرتے ہیں۔

سوال 6: اجتماعی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کا بنیادی اصول کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اصلاح کرنا۔ ﴿2﴾ فساد کرنے والوں کے پیچھے نہ چلنا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال7: اجتماعی ذمہ داریوں کو ادا کرتے ہوئے اصلاح کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:《1》اصلاح سے مراد انصاف ہے یعنی ہر ایک کو وہی کچھ دیا جائے گا جو اس کو انصاف کی رو سے ملنا چاہیے۔《2》ہر ایک سے وہی کچھ چھین لیا جائے جو انصاف کے تقاضوں کے مطابق چھیننا چاہیے

سوال8: اصلاحی عمل میں خرابی کب پیدا ہوتی ہے؟

جواب: اصلاحی عمل میں خرابی تب پیدا ہوتی ہے جب قوم کے راہ نما فساد کرنے والوں کی پیروی کرنے لگیں۔

سوال9: وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ "اور فساد کرنے والوں کے راستے کی پیروی نہ کرنا" فساد کرنے والوں کی پیروی کیسے ہوتی ہے؟

جواب: فساد کرنے والوں کی پیروی کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔《1》فساد کرنے والے اپنی ذاتی اغراض کی بنا پر جو کچھ کہیں اس کو مان لیا جائے۔《2》فساد کرنے والوں کی طاقت سے خوف زدہ ہو کر خاموشی اختیار کر لی جائے۔

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ۭ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ (143)

اور جب موسیٰ ہمارے مقرر کردہ وقت کے لیے آیا اور اس کے رب نے اس سے کلام کیا تو اس نے کہا: "اے میرے رب! مجھے دکھا کہ میں تیری طرف دیکھوں۔" فرمایا: "تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے لیکن پہاڑ کی طرف دیکھو، سو اگر وہ اپنی جگہ برقرار رہا تو عنقریب تم مجھے دیکھ لو گے" تو جب اس کے رب نے پہاڑ پر جلوہ ڈالا تو اسے ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑا پھر جب ہوش میں آیا اس نے کہا "تو پاک ہے، میں نے تجھ سے توبہ کی اور میں ایمان لانے والوں میں سے سب سے پہلا ہوں۔" (143)

سوال1: وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ "اور جب موسیٰ ہمارے مقرر کردہ وقت کے لیے آیا اور اس کے رب نے اس سے کلام کیا تو اس نے کہا: "اے میرے رب! مجھے دکھا کہ میں تیری طرف دیکھوں" کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا جب موسیٰ عَلَيْهِ السَّلَام اس وعدے کے مطابق پہنچ گئے جو اللہ تعالیٰ نے ان سے کیا تھا یعنی کتاب نازل کرنے کا وعدہ۔《2》وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ اللہ تعالیٰ نے ان سے کلام کیا اور اپنے کلام کے ذریعے وحی نازل کی۔ ان کو شریعت کے احکامات دیے۔《3》قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ سیدنا موسیٰ عَلَيْهِ السَّلَام کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور دیدار کا اشتیاق پیدا ہوا تو عرض کیا کہ اے میرے رب! مجھے اپنا دیدار کروایے کہ میں آپ کو دیکھوں۔

سوال2: سیدنا موسیٰ عَلَيْهِ السَّلَام نے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا مطالبہ کیوں کیا؟

جواب: سیدنا موسیٰ عَلَيْهِ السَّلَام نے اللہ تعالیٰ کے کلمات سنے ان کا شوق بڑھا تو جان گئے کہ میں کیا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی شان کیا ہے تو انہوں نے رب کو دیکھنے کا مطالبہ کر دیا۔

سوال3: قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ "فرمایا: "تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے لیکن پہاڑ کی طرف دیکھو، سو اگر وہ اپنی جگہ برقرار رہا تو عنقریب تم مجھے دیکھ لو گے" اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ عَلَيْهِ السَّلَام کے مطالبے کا کیا جواب دیا؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔ یعنی تم میرے دیدار کی طاقت نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اس طرح بنایا ہے کہ دنیا میں اس کا دیدار نہیں کر سکتے نہ وہ اس کی طاقت اور قدرت رکھتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۡ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ نگاہیں اس کو نہیں پا سکتیں اور وہ سب نگاہوں کو پا لیتا ہے۔ (الانعام:103)《2》آخرت میں اہل جنت اپنے رب کا دیدار کریں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گے۔﴿3﴾رب العزت نے فرمایا:وُجُوۡهٌ یَّوۡمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۙ﴿۲۲﴾ اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ "بعض چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے۔اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے۔(القیامۃ:23,22)

سوال4:اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو لَنۡ تَرٰىنِیۡ کی کیا وجہ بتائی؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے یہ وجہ بتائی کہ تم میں طاقت نہیں ہے کہ مجھے دیکھو۔﴿2﴾سامنے پہاڑ کی طرف دیکھو اگر وہ قائم رہ جائے تو تم مجھے دیکھ سکو گے کیونکہ پہاڑ انسان کے مقابلے میں زیادہ مضبوط ہے۔

سوال5:فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلۡجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوۡسٰی صَعِقًا "تو جب اس کے رب نے پہاڑ پر جلوہ ڈالا تو اسے ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑا" اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر تجلی کی تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر کیا اثر ہوا؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول نہیں کی۔ان کی تسلی کے لیے اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر تجلی کی پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

سوال6:اللہ تعالیٰ کی تجلی کیسی تھی؟

جواب:تجلی کی کوئی صفت بیان نہیں کی جاسکتی ہاں اس کے اثرات کے بارے میں قرآن حکیم یہ بتاتا ہے کہ پہاڑ پر یہ اثر ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی تجلی کے سامنے ریزہ ریزہ ہو کر ریت کے ذروں کی طرح زمین کے برابر ہو گیا اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر یہ اثر ہوا کہ وہ انسانی کمزوری کی وجہ سے بے ہوش ہو گئے۔

سوال7:سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو جب ہوش آیا تو انہیں کیا چیز معلوم ہوئی؟

جواب:﴿1﴾سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو ہوش آیا تو انہیں معلوم ہوا کہ انسان کی سمجھ کی حدود کیا ہیں؟﴿2﴾سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو معلوم ہو گیا کہ انہوں نے اپنی حد سے تجاوز کیا۔

سوال8:فَلَمَّاۤ اَفَاقَ قَالَ سُبۡحٰنَكَ تُبۡتُ اِلَیۡكَ وَاَنَا اَوَّلُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ "پھر جب ہوش میں آیا اس نے کہا" تو پاک ہے، میں نے تجھ سے توبہ کی اور میں ایمان لانے والوں میں سے سب سے پہلا ہوں" سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ہوش میں آنے کے بعد کیا کام کیا؟

جواب:﴿1﴾فَلَمَّاۤ اَفَاقَ قَالَ سُبۡحٰنَكَ سیدنا موسیٰ علیہ السلام جب ہوش میں آئے تو انہوں نے اعتراف کیا کہ اے اللہ تعالیٰ تیری ذات پاک ہے ہر اس چیز سے جو تیری شان کے لائق نہیں۔﴿2﴾تُبۡتُ اِلَیۡكَ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا میں نے توبہ کی اور کہا کہ میں نے حد سے تجاوز کیا میں اپنے سارے گناہوں اور سوءِ ادب کی آپ سے توبہ کرتا ہوں۔﴿3﴾وَاَنَا اَوَّلُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ پر سب سے زیادہ ایمان لانے والا ہوں یعنی موسیٰ علیہ السلام نے اس چیز کے ساتھ اپنے ایمان کی تجدید کی جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان کی تکمیل فرمائی اور اس چیز کو ترک کر دیا جس کے بارے میں وہ اس سے قبل لاعلم تھے۔جب اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے دیدار سے محروم کر دیا حالانکہ موسیٰ علیہ السلام دیدار الٰہی کے بہت مشتاق تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو خیر کثیر سے نوازدیا۔(تفسیر سعدی:930,929/1)

قَالَ یٰمُوۡسٰۤی اِنِّی اصۡطَفَیۡتُكَ عَلَی النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیۡ وَبِكَلَامِیۡ ۫ۖ فَخُذۡ مَاۤ اٰتَیۡتُكَ وَكُنۡ مِّنَ الشّٰكِرِیۡنَ(144)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:اے موسیٰ!یقیناً اپنے پیغامات اور کلام کے ساتھ میں نے تجھے تمام لوگوں میں سے منتخب کیا ہے،سو لے لو جو میں نے تمہیں دیا ہے اور شکر کرنے والوں میں سے ہو جاؤ۔(144)

سوال1:قَالَ یٰمُوۡسٰۤی اِنِّی اصۡطَفَیۡتُكَ عَلَی النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیۡ وَبِكَلَامِیۡ "اللہ تعالیٰ نے فرمایا:"اے موسیٰ!یقیناً اپنے پیغامات اور کلام کے ساتھ میں نے تجھے تمام لوگوں میں سے منتخب کیا ہے۔" کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اپنے انعامات یاد دلائے ہیں جن سے ان کی فضیلت کا علم ہوتا ہے۔فرمایا اے موسیٰ میں نے تجھے لوگوں میں سے چن لیا، تجھے فضیلت عطا کی۔《2》بِرِسٰلٰتِیْ اپنی رسالت کے لیے یعنی ایک ایسا منصب آپ کو عطا کیا ہے جو مخلوق میں سے بہترین کو عطا کیا جاتا ہے۔《3》وَ بِكَلَامِیْ اور اپنے کلام کے لیے۔اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے بغیر واسطے کے کلام کیا۔تمام انبیاء میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام خاص طور پر کلیم اللہ کے نام سے معروف ہیں۔《4》سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک یہودی آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا ''محمد!تمہارے ایک انصاری صحابی نے میرے منہ پر طمانچہ مارا ہے'' آپ ﷺ نے اسے بلا کر پوچھا کہ ''تم نے اس کے منہ پر کیوں طمانچہ مارا تھا؟'' وہ صحابی کہنے لگا: یارسول اللہ! میرا یہود پر گزر ہوا تو اس شخص نے کہا کہ ''اس اللہ کی قسم! جس نے موسیٰ پیغمبر کو سارے لوگوں میں سے چن لیا۔'' میں نے کہا'' کیا وہ محمد ﷺ سے بڑھ کر ہیں؟ مجھے غصہ آیا تو میں نے ایک طمانچہ لگا دیا'' یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا'' دیکھو! مجھے دوسرے پیغمبروں پر فضیلت نہ دو قیامت کے دن سب بے ہوش ہو جائیں گے میں سب سے پہلے ہوش میں آؤں گا تو دیکھوں گا کہ موسیٰ (مجھ سے پہلے) عرش کا پایہ تھامے کھڑے ہیں میں یہ نہیں جانتا کہ انہیں مجھ سے پہلے ہوش آ جائے گا یا وہ بے ہوش ہی نہیں ہوں گے کیونکہ وہ (دنیا میں) کوہ طور پر بے ہوش ہو چکے۔'' (بخاری، کتاب التفسیر)

سوال2: فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَ كُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ''سو لے لو جو میں نے تمہیں دیا ہے اور شکر کرنے والوں میں سے ہو جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے خاص ہدایات دی گئیں یعنی اللہ تعالیٰ کی ہدایات لے لیں اور اس کا شکر ادا کریں۔《1》''سو لے لو جو میں نے تمہیں دیا ہے اور شکر کرنے والوں میں سے ہو جاؤ'' سو جو میں نے تمہیں دیا ہے وہ لے لو یعنی جو میں نے کلام عطا کیا، جو پیغام میں نے دیا اس خیر عظیم سے فائدہ اٹھاؤ اور جو احکامات یعنی اوامر و نواہی میں نے دیے ہیں ان کو دل کی خوشی اور فرماں برداری کے لیے قبول کرو۔ 《2》وَ كُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ اور میرا شکر ادا کرو یعنی آپ کو لوگوں میں سے منتخب کیا، آپ سے کلام کیا، آپ کو فضیلت عطا کی اور خاص بندہ بنایا اس پر شکر ادا کرو۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کی ہدایات لینے کا حکم کیوں دیا گیا؟

جواب: رسولوں نے اللہ تعالیٰ سے ہدایات لے کر دوسروں تک پہنچانی ہوتی ہیں۔اللہ تعالیٰ سے راہ نمائی اور نصیحت حاصل کر کے ہی پہنچائی جا سکتی ہے اس لئے یہ حکم دیا گیا کہ مجھ سے ہدایت لے لو۔

سوال4: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو شکر ادا کرنے کا حکم کیوں دیا گیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے انعامات کا جواب شکر ہی سے دیا جا سکتا ہے رسول راہ نما ہوتے ہیں اس لئے انہیں ہدایات لینے اور شکر ادا کرنے کا حکم دیا جاتا ہے تاکہ وہ دوسروں کے لئے نمونہ بنیں اور تاکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مزید انعامات نازل ہوں۔

سوال5: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو نبوت پہاڑ پر عطا کی گئی اس سے کیا اشارہ ملتا ہے؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو پہلی بار پہاڑ پر نبوت دی گئی تھی احکامات بھی پہاڑ پر بلا کر دیے گئے اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے برکتیں حاصل کرنے کی جگہ فطری ماحول ہے جہاں خاموشی ہوتی ہے اور انسان خود کو اللہ تعالیٰ سے قریب محسوس کرتا ہے۔

وَ كَتَبْنَا لَهٗ فِی الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ مَّوْعِظَةً وَّ تَفْصِیْلًا لِّكُلِّ شَیْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّ اْمُرْ قَوْمَكَ یَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ؕ سَاُورِیْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِیْنَ(145)

اور ہم نے تختیوں میں اس کے لیے ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کے لیے تفصیل لکھ دی، سو ان کو قوت سے پکڑ و اور اپنی قوم کو بھی حکم دو کہ وہ ان کی اچھی باتیں پکڑے رکھیں، جلد ہی میں تجھے نافرمانوں کے گھر دکھاؤں گا۔(145)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1: وَ كَتَبْنَا لَهٗ فِی الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ مَّوْعِظَةً وَّ تَفْصِیْلًا لِّكُلِّ شَیْءٍ ''اور ہم نے تختیوں میں اس کے لیے ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کے لیے تفصیل لکھ دی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》وَ كَتَبْنَا لَهٗ فِی الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ یعنی اللہ تعالیٰ نے تورات کی تختیوں میں ہر وہ چیز لکھ دی جس کے بندے محتاج ہوتے ہیں۔《2》مَّوْعِظَةً: نصیحت یعنی اللہ تعالیٰ کے امرونہی کے بارے میں لوگوں کے لیے ترغیب وترہیب۔(ایسرالتفاسیر:482)《3》تورات نصیحت ہے لوگوں کو بھلائی کے کاموں کی ترغیب دلاتی ہے اور برائی سے ڈراتی ہے۔《4》وَّ تَفْصِیْلًا لِّكُلِّ شَیْءٍ اور ہر چیز کے لیے تفصیل لکھ دی: تورات میں ہر چیز کی تفصیل ہے یعنی شریعت کے احکامات کی، عقائد، عبادات، اخلاق وآداب، حلال وحرام وغیرہ کی پوری تفصیلات ہیں۔《5》فرمایا: وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے پہلی امتوں کو ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ کو کتاب دی جو لوگوں کے لیے دلائل، ہدایت اور رحمت تھی تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ (القصص:43)

سوال2: وہ تختیاں جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی تھیں کس چیز کی بنی ہوئی تھیں اور ان پر کس طرح کی تحریر تھی؟

جواب: ہمارے پاس ان کی تفصیلات نہیں ہیں اور نہ ان کی ضرورت ہے۔

سوال3: فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّ اْمُرْ قَوْمَكَ یَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ''سو ان کو قوت سے پکڑو اور اپنی قوم کو بھی حکم دو کہ وہ ان کی اچھی باتیں پکڑے رکھیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ ''سو ان کو قوت سے پکڑو'' یعنی اس پر عمل کرنے کے ارادے سے اس کو پکڑے رکھیں (تفسیر قاسمی:244/7)《2》اس کو مضبوطی سے پکڑلو یعنی اس کے حلال پر عمل کرو اور اس کے حرام کام کو چھوڑنے کے ارادے سے پکڑلو۔(ایسرالتفاسیر:482)《3》وَّ اْمُرْ قَوْمَكَ یعنی اپنی قوم کو بھی اس کا حکم دو۔《4》یَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا یعنی اس میں جو کچھ ہے اس کے بارے میں پختہ ارادے کریں اور اس میں رخصت نہیں۔ یہ ان کی تربیت اور اعادے کے لیے تھا تاکہ وہ عظیم کام انجام دے سکیں۔ طویل زمانے تک انہیں جو کمزوری لاحق تھی اس کی وجہ سے لازم قرار دے دیا گیا (ایسرالتفاسیر:482)《5》یعنی وہ اس کے احکامات پر عمل کریں، اس کے نواہی کو چھوڑ دیں اور اس کی مثالوں اور نصیحتوں پر تدبر کریں۔(تفسیر قرطبی:203/4)

سوال4: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اس انداز میں ہدایات دینے کے کیا مقاصد ہیں؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اس انداز میں ہدایات دینے کے دو مقاصد ہیں۔《1》غلام قوم کے ساتھ معاملہ کرتے وقت سختی اور سنجیدگی کی ضرورت تھی تاکہ وہ رسالت کے فریضے کو اچھی طرح ادا کرسکیں۔《2》جو لوگ اپنے عقیدے کے مطابق زندگی گزار رہے ہوں وہ اس پر اچھی طرح جم جائیں۔

سوال5: سَاُورِیْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِیْنَ ''جلد ہی میں تجھے نافرمانوں کے گھر دکھاؤں گا'' دَارَ الْفٰسِقِیْنَ سے یہاں کیا مراد ہے؟

جواب: اس سفر میں تمہیں آگے چل کے کھنڈرات ملیں گے۔ یعنی ان لوگوں کے گھر جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ہدایات کو مضبوطی سے نہیں پکڑا تھا اور نافرمانیاں کی تھیں اس بنا پر وہ ہلاک کردیے گئے۔ اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کے گھروں کو باقی رکھتا ہے۔ ان کے انجام سے عبرت حاصل کرنا، یہ اللہ تعالیٰ کے توفیق یافتہ مومنوں کو ہی نصیب ہوتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والا ہے، اس کے نزدیک قوموں میں کوئی فرق نہیں، وہ جس کو بھی ہلاک کرتا ہے ان کے اعمال کی وجہ سے ہلاک کرتا ہے۔

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ یَتَكَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ وَ اِنْ یَّرَوْا كُلَّ اٰیَةٍ لَّا یُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَ اِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الرُّشْدِ لَا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ(146)

عنقریب میں اپنی آیات سے پھیردوں گا ان لوگوں کو جو زمین میں ناحق بڑے بنتے ہیں اور اگر وہ ہر قسم کی نشانی دیکھیں تو بھی ان پر وہ ایمان نہیں لائیں گے اور اگر وہ بھلائی کا راستہ دیکھ لیں (تو بھی) اس کو اپنا راستہ نہ بنالیں گے اور اگر وہ گمراہی کا راستہ دیکھ لیں اس کو راستہ بنالیں، یہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ ان سے غافل تھے۔(146)

سوال1: سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ''عنقریب میں اپنی آیات سے پھیردوں گا ان لوگوں کو جو زمین میں ناحق بڑے بنتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے علاوہ دوسرے لوگوں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ میں اپنی نشانیوں سے، جو انفس و آفاق میں کثرت سے موجود ہیں، ان سے عبرت حاصل کرنے سے اور اللہ تعالیٰ کی آیات کے فہم سے انہیں روک دوں گا۔﴿2﴾ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ''ان لوگوں کو جو زمین میں ناحق بڑے بنتے ہیں'' یعنی جو حق کے ساتھ تکبر کا رویہ اختیار کرتے ہیں۔ علماء کا مقولہ ہے کہ متکبر اور پوچھنے سے جی چرانے والا کبھی عالم نہیں ہوسکتا۔ جو شخص تھوڑی دیر کے لئے علم کے حاصل کرنے میں اپنے آپ کو دوسرے کے سامنے نہ جھکائے وہ عمر بھر ذلت و رسوائی میں رہتا ہے۔(ابن کثیر:211,210)﴿3﴾ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں رائی برابر بھی تکبر ہو'' ایک شخص نے کہا: ہر انسان اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو اس کی جوتی اچھی ہو (کیا یہ تکبر ہے؟'') آپ ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ خوب صورت ہے، خوب صورتی کو پسند کرتا ہے، تکبر تو یہ ہے کہ حق کو ٹھکرا دے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔''(مسلم: کتاب الایمان)﴿4﴾ جو بندوں کے ساتھ تکبر سے پیش آتے ہیں اور اپنے پاس آنے والے ہر شخص سے تکبر سے ملتے ہیں۔ وہ خود کو بڑا سمجھتے ہیں، لوگوں کے حقوق ادا نہیں کرتے اور لوگوں کو حقیر سمجھتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:483)﴿5﴾ قتادہ نے کہا یعنی میں انہیں اپنی کتاب کے فہم سے روک دوں گا۔(قرطبی:203/4)

سوال2: جو لوگ ناحق تکبر کرتے ہیں وہ کس قسم کے لوگ ہوتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ یہ ایمان والے نہیں ہوتے۔﴿2﴾ ان کو بھلائی کی دعوت دی جائے تو قبول نہیں کرتے۔﴿3﴾ یہ لوگ برائی کے کام کی طرف لپکتے ہیں۔

سوال3: متکبر آدمی کیسے جیتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ متکبر آدمی ہر چیز کو اپنی ملکیت سمجھتا ہے۔﴿2﴾ اس کو اپنے ذاتی مطالبات اور خواہشات کے سوا کسی چیز کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔﴿3﴾ وہ سمجھتا ہے اس کو جو کچھ مل رہا ہے اس کی قابلیت کی وجہ سے مل رہا ہے۔﴿4﴾ متکبر کو جو کچھ ملتا ہے اس میں وہ کسی اور کا خیال رکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔

سوال4: متکبر حق قبول نہیں کرسکتا۔ کیا چیز قبولیت حق میں رکاوٹ بنتی ہے؟

جواب:﴿1﴾ متکبر کی بڑائی کی نفسیات قبول حق کے راستے کی رکاوٹ ہے۔ اسے ایسی کسی چیز سے دلچسپی نہیں ہوتی جہاں اس کی بڑائی کو اہمیت نہ دی جائے۔﴿2﴾ متکبر کی لاپرواہی قبولیت حق میں رکاوٹ بنتی ہے۔﴿3﴾ اس کے سامنے حق کی دلیلیں آتی ہیں مگر وہ ان کو غیر اہم سمجھ کر نظر انداز کردیتا ہے۔

سوال5: وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ''اور اگر وہ ہر قسم کی نشانی دیکھیں تو بھی ان پر وہ ایمان نہیں لائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات سے منہ پھیر لیتے ہیں، ان پر اعتراض کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کرتے ہیں وہ ساری نشانیاں دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے۔﴿2﴾سفیان بن عینیہ نے کہا:انہیں ایمان سے،اس کے نفع سے ان کے تکبر کی وجہ سے پھیر دیں گے۔(قرطبی:203/4)﴿3﴾اللہ تعالیٰ متکبرین کے دلوں کو اپنی اطاعت سے روک دیتے ہیں جیسے وہ تکبر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر جہالت کی ذلت مسلط کر دیتے ہیں۔(تفسیر قاسمی:251/7)وَنُقَلِّبُ اَفۡـِٕدَتَهُمۡ وَاَبۡصَارَهُمۡ كَمَا لَمۡ يُؤۡمِنُوۡا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ اور ہم ان کے دلوں کو اوران کی نگاہوں کو پھیر دیں گے جیسے پہلی بار وہ اس پر ایمان نہیں لائے تھے۔(الانعام:110)فَلَمَّا زَاغُوۡۤا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوۡبَهُمۡ پھر جب وہ ٹیڑھے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔(الصف:5)﴿4﴾اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو بہت سی بھلائیوں سے محروم کر دیتا ہے۔انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیتا ہے پھر وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو نہ سمجھ سکتے ہیں،نہ ان سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں،نہ ایمان لا سکتے ہیں۔بلکہ ان کے لیے بسا اوقات حقیقت ہی بدل جاتی ہے۔وہ بدی کو نیکی سمجھنے لگ جاتے ہیں۔

سوال6:وَاِنۡ يَّرَوۡا سَبِيۡلَ الرُّشۡدِ لَا يَتَّخِذُوۡهُ سَبِيۡلًا ''اور اگر وہ بھلائی کا راستہ دیکھ لیں (تو بھی)اس کو اپنا راستہ نہ بنالیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَاِنۡ يَّرَوۡا سَبِيۡلَ الرُّشۡدِ اگر وہ ہدایت اور ایمان اور تقویٰ اور حق پر قائم رہنے اور استقامت کا راستہ دیکھ لیں۔یہ وہ راستہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی جنت تک پہنچاتا ہے۔﴿2﴾یعنی اگر وہ حق،ہدایت اور استقامت کا واضح راستہ دیکھ لیں۔﴿3﴾لَا يَتَّخِذُوۡهُ سَبِيۡلًا تو نہ اس راستے پر چلتے ہیں نہ چلنے کی رغبت رکھتے ہیں۔

سوال7:وَاِنۡ يَّرَوۡا سَبِيۡلَ الۡغَىِّ يَتَّخِذُوۡهُ سَبِيۡلًا ''اور اگر وہ گمراہی کا راستہ دیکھ لیں اس کو راستہ بنالیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾سَبِيۡلَ الۡغَىِّ:گمراہی کا راستہ جو شرک اور نافرمانیوں پر قائم ہے۔(ایسر التفاسیر:483)﴿2﴾یعنی وہ راستہ جو بدبختی کے انجام کو یعنی جہنم تک پہنچاتا ہے۔﴿3﴾يَتَّخِذُوۡهُ سَبِيۡلًا اس کو اپنا راستہ بنالیتے ہیں۔اس پر چلتے ہیں۔

انسان کے لئے گمراہی کا راستہ کیسے بنتا ہے؟

جواب:انسان کے لئے گمراہی کا راستہ نفس کی تحریک سے،خواہشات کے دباؤ سے بنتا ہے۔

سوال8:انسان کے لئے ہدایت کا راستہ کیسے وجود میں آتا ہے؟

جواب:﴿1﴾انسان جب اپنے نفس اور ماحول سے متاثر نہیں ہوتا اور وہ خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے جینا چاہتا ہے تو اس کے لئے ماحول اور نفس کی اکساہٹوں سے اٹھ کر ہدایت کا راستہ بن جاتا ہے۔﴿2﴾یہ راستہ انسان کے اندر اللہ تعالیٰ کی پہچان سے وجود میں آتا ہے۔﴿3﴾یہ راستہ آخرت کی کامیابی کی فکر کی وجہ سے وجود میں آتا ہے۔

سوال9:ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوۡا عَنۡهَا غٰفِلِيۡنَ ''یہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ ان سے غافل تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ رب العزت نے گمراہی کے راستے پر چلنے اور ہدایت کے راستے سے ہٹائے جانے کے اسباب بیان فرمائے ہیں۔﴿1﴾انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا اور انہیں ٹھکرادیا۔﴿2﴾وہ آیات جو کہ ہدایت اور تزکیہ نفس پر مشتمل تھیں۔(تفسیر منیر:95/5)﴿3﴾انہوں نے غفلت اور حقارت کا رویہ اختیار کیا۔﴿4﴾وہ آیات کی طرف نہ توجہ کرتے تھے،نہ انہیں دیکھتے تھے،نہ اس میں دیے گئے دلائل پر غور وفکر کرتے تھے جو انہیں ہدایت کی طرف بلاتے تھے۔(ایسر التفاسیر:483)﴿5﴾اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانا اور غفلت کا رویہ اختیار کرنا انہیں ہدایت کے راستے سے گمراہی کے راستے پر لے آیا۔

وَالَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الۡاٰخِرَةِ حَبِطَتۡ اَعۡمَالُهُمۡ‌ؕ هَلۡ يُجۡزَوۡنَ اِلَّا مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ(147)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا ان کے اعمال ضائع ہو گئے، انہیں وہی بدلہ دیا جائے گا جو وہ عمل کرتے تھے۔(147)

سوال 1: وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ''اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا ان کے اعمال ضائع ہو گئے'' جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلاتے ہیں اور آخرت کا انکار کرتے ہیں ان کے اعمال کس طرح برباد ہو جاتے ہیں؟

جواب:《1》وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ جن لوگوں نے ہماری آیات اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا تو ان کی کوئی بنیاد نہ رہی۔《2》اعمال کے صحیح ہونے کی شرط ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان اور جزا وسزا پر اعتقاد رکھا جائے۔《3》جو لوگ ایمان کی حقیقت کو نہیں سمجھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے فیصلے نہیں سمجھتے اس وجہ سے وہ غافل رہتے ہیں۔《4》ان کو دنیا کی زندگی اور ان کی کامیابیاں دھوکے میں ڈال دیتی ہیں جیسے زہریلی گھاس کھانے والا جانور بظاہر موٹا نظر آتا ہے حالانکہ وہ مرنے والا ہوتا ہے۔ اسی طرح جو لوگ آخرت کا انکار کرتے ہیں دنیا کی کامیابیوں میں جیتے ہیں ان کی مثال ہے۔ بظاہر پھلنا پھولنا اور حقیقتاً مرنے کی تیاری۔ جیسے ایک نہر اگر اپنے چشمے سے کٹ جائے تو بالآخر اس کا پانی خشک ہو جاتا ہے۔ اسی طرح حقیقت اور فطرت سے کٹ کر جینے والوں کے اعمال نے بالآخر برباد ہو جانا ہوتا ہے۔《5》حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ: ان کے اعمال ضائع ہو گئے یعنی وہ ان سے نفع نہیں اٹھا سکتے کیونکہ وہ مشرک کے اعمال ہیں اور شرک سے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:483)

سوال 2: هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ''انہیں وہی بدلہ دیا جائے گا جو وہ عمل کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》هَلْ يُجْزَوْنَ ان کے اعمال کے ضائع ہو جانے اور شرک اور نافرمانیوں کے حاصل ہونے میں وہ یقین رکھیں کہ یہ بدلہ ہے اور اس کے سوا کیا بدلہ دیا جائے کیونکہ جزا عمل کے مطابق ہوتی ہے۔《2》ان کے عمل کی کوئی جزا نہیں کفر اور نافرمانی کے ماسوا۔(تفسیر قاسمی:252/7)《3》اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ: ''انہیں وہی بدلہ دیا جائے گا جو وہ عمل کرتے تھے'' جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتا وہ اعمال پر ثواب کی امید نہیں رکھتا تو اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر عمل پر ثواب کی امید رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

رکوع نمبر 8

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ؕ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا ظٰلِمِيْنَ(148)

اور موسیٰ کے بعد قومِ موسیٰ نے اپنے زیوروں سے بچھڑا بنایا، ایک جسم تھا جس میں گائے کی آواز تھی۔ کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ وہ ان سے بولتا بھی نہیں اور نہ وہ راستہ بتاتا ہے ان کو؟ اسے انہوں نے پکڑ لیا اور وہ تھے ہی ظالم۔(148)

سوال 1: وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ''اور موسیٰ کے بعد قومِ موسیٰ نے اپنے زیوروں سے بچھڑا بنایا، ایک جسم تھا جس میں گائے کی آواز تھی'' موسیٰ علیہ السلام کے پیچھے ان کی قوم نے بچھڑے کو کیسے معبود بنا لیا؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے طور پر جانے کے بعد بنی اسرائیل اپنے رب کی روشنی، اس سے مناجات اور اس سے کیے گئے وعدے کو بھول گئے اور انہوں نے عورتوں کے زیورات اکھٹے کر کے انہیں پگھلا کر بچھڑا بنا دیا۔ قوم نے جب دیکھا کہ یہ بچھڑا آواز نکال رہا ہے۔ وہ دیوار پر بنی ہوئی تصویر نہیں بلکہ اس کا وجود ہے اور اس کی گائے جیسی آواز ہے تو سامری جس نے بچھڑا بنایا تھا اس نے کہا یہ تمہارا اور موسیٰ کا الٰہ ہے اس کی عبادت کرو۔ اس طرح بنی اسرائیل نے بچھڑے کو معبود بنا لیا اور اس کی عبادت کرنے لگے۔ رب العزت کا فرمان ہے: فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى ۙ فَنَسِيَ ۞ اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا ۙ وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا پس اس نے ان کے لیے ایک

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بچھڑا نکالا، جس کے لیے جسم تھا، جس کی بیل کی سی آواز تھی، پھر لوگوں نے کہا کہ یہ ہے تمہارا معبود اور موسیٰ کا معبود، سو وہ بھول گیا تو کیا وہ دیکھتے نہیں تھے کہ نہ وہ ان کی بات کا جواب دیتا ہے اور نہ ان کے کسی نقصان کا اختیار رکھتا ہے اور نہ کسی نفع کا؟ (طٰہٰ:88,89) بت پرستی کی خواہش قوم موسیٰ میں موجود تھی انہوں نے موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے بھی مطالبہ کیا تھا کہ ہمیں معبود بنا دو، جسے انہوں نے سختی سے رد کر دیا تھا۔

سوال2: سامری نے بچھڑا کیسے بنایا تھا؟

جواب: بنی اسرائیل کے پاس قبطیوں کے زیورات رہ گئے تھے۔ سامری نے انہیں جمع کر کے پگھلایا اور بچھڑے کا مجسمہ بنا لیا پھر اس نے ایک چٹکی وہ مٹی ڈال دی جو جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام کے گھوڑے کی ٹاپ کے نیچے سے اٹھائی تھی۔ اب وہ بچھڑے کی شکل کا مجسمہ بن گیا جس میں بچھڑے جیسی آوازیں پیدا ہوگئیں۔

سوال3: اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ”کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ وہ ان سے بولتا بھی نہیں اور نہ وہ راستہ بتاتا ہے ان کو؟“ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ اس بچھڑے کے اندر ذاتی یا فعلی صفات نہیں ہیں جو اس کے معبود ہونے کو ثابت کرتی ہوں۔ وہ ان سے کلام نہیں کرتا اور کلام نہ کرنا عیب ہے۔ جانوروں میں بھی بولنے والے نہ بولنے والوں سے بہتر حالت میں سمجھے جاتے ہیں۔ یہاں تو معاملہ معبود بنانے کا ہے۔ خود ہی سوچو یہ کتنی بڑی نادانی ہے۔ ﴿2﴾ وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ”اور نہ وہ راستہ بتاتا ہے ان کو“ معبود ہونے کا حق وہ رکھتا ہے۔ جو نفع پہنچا سکتا ہو اور نقصان سے بچا سکتا ہو۔ وہ کیسے معبود ہو سکتا ہے جو راہ نمائی نہیں کر سکتا؟ یعنی نہ دینی راہ نمائی کر سکتا ہے نہ دنیا میں کوئی نفع پہنچا سکتا ہے۔ یہ کیسی نادانی ہے جو اندھے، گونگے اور بہرے کو معبود بنانے کے لیے تیار کرتی ہے۔

سوال4: اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ”اسے انہوں نے پکڑ لیا اور وہ تھے ہی ظالم“ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ بنی اسرائیل نے بچھڑے کو معبود بنا لیا، انہوں نے اس کی عبادت کی جب کہ وہ اس کا حق نہیں رکھتا تھا۔ انہوں نے شرک کیا جو سب سے بڑا ظلم ہے، یوں وہ بچھڑے کو معبود بنا کر ظالم بن گئے۔ ﴿2﴾ یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کے کلام کا انکار کرتا ہے، تو وہ تمام خصائص الٰہیہ کا منکر ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ کلام نہ کرنا اس ہستی کے الٰہ ہونے کی عدم صلاحیت پر دلیل ہے جو کلام نہیں کر سکتی۔ (تفسیر سعدی:932,933/1)

وَلَمَّا سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (149)

اور جب وہ نادم ہوئے اور انہوں نے دیکھا کہ واقعتاً وہ گمراہ ہوگئے ہیں، انہوں نے کہا: ”اگر ہمارے رب نے ہم پر رحم نہ کیا اور ہمیں نہ بخشا تو ہم ضرور خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔“ (149)

سوال1: وَلَمَّا سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ”اور جب وہ نادم ہوئے اور انہوں نے دیکھا کہ واقعتاً وہ گمراہ ہوگئے ہیں“ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَلَمَّا سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ ”اور جب وہ نادم ہوئے“ بنی اسرائیل بچھڑے کی عبادت پر شدید نادم ہوئے کیونکہ وہ عبادت باطل تھی۔ ﴿2﴾ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ”اور انہوں نے دیکھا کہ واقعتاً وہ گمراہ ہوگئے ہیں“ انہوں نے اپنے گمراہ ہونے کا عاجزی سے اعتراف کر لیا۔

سوال2: قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ”انہوں نے کہا: ”اگر ہمارے رب نے ہم پر رحم نہ کیا اور ہمیں نہ بخشا تو ہم ضرور خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے“ کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾جب بنی اسرائیل نے دیکھا کہ وہ جس گمراہی میں مبتلا ہوئے تھے اس سے پاک نہیں ہو سکتے اوران سے شرک جیسا عظیم گناہ سرزد ہوا ہے،توانہوں نے بے ساختہ پکارا کہ اگرتو نے ہم پر رحم نہ کیا،ہم سے درگزر نہ کیا تو ہم برباد ہو جائیں گے۔﴿2﴾اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ابھی بنی اسرائیل میں اصلاح کرنے کا مادہ موجود تھا ابھی ان کے دل اتنے سخت نہیں ہوئے تھے جتنے بعد کے ادوار میں سخت ہو گئے تھے۔﴿3﴾انہوں نے کہا کہ اگر ہمارا رب ہم پر رحم فرما کر ہماری راہ نمائی نہیں کرے گا،ہمیں نفع مند علم،اعمال صالح اوراپنی عبادت کی توفیق سے نہیں نوازے گا۔﴿4﴾وَيَغْفِرْ لَنَا اور ہمیں بچھڑے کی عبادت کے گناہ پر نہیں بخشے گا۔﴿5﴾لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ تو ہم ضروران لوگوں میں شامل ہو جائیں گے جنہیں دنیا وآخرت کی ہلاکت،بربادی اورخسارہ ملا۔

وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ مِنْۢ بَعْدِيْ ۚ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗۤ اِلَيْهِ ؕ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَكَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ ۖ فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَآءَ وَلَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ(150)

اور جب موسیٰ غصے سے بھرے ہوئے،افسوس کرتے ہوئے اپنی قوم کی طرف واپس آئے اس نے کہا:''تم نے میرے بعد بہت بُری جانشینی کی،کیا تم نے اپنے رب کے حکم سے جلد بازی کی؟''اوراس نے تختیاں پھینک دیں اوراپنے بھائی کا سر پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے۔ہارون نے کہا:''اے میری ماں کے بیٹے!یقیناً قوم نے مجھے کمزور سمجھا اور قریب تھا کہ مجھے قتل ہی کر دیتے،سو آپ دشمنوں کو مجھ پر خوش ہونے کا موقع نہ دیں اور مجھے ان ظالم لوگوں کے ساتھ شامل نہ کریں۔''(150)

سوال1:وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ''اور جب موسیٰ غصے سے بھرے ہوئے،افسوس کرتے ہوئے اپنی قوم کی طرف واپس آئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:سیدنا موسیٰ علیہ السلام کوہ طور سے جب بنی اسرائیل کے پاس واپس لوٹے تو غصے سے بھرے ہوئے،شدید افسوس کی حالت میں تھے۔اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنی قوم کے حق میں انتہائی خیر خواہ تھے،شفیق تھے اور دین کے معاملے میں غیرت مند تھے۔

سوال2:قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ مِنْۢ بَعْدِيْ ۚ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ''اس نے کہا:''تم نے میرے بعد بہت بری جانشینی کی،کیا تم نے اپنے رب کے حکم سے جلد بازی کی؟''موسیٰ علیہ السلام کو ہارون علیہ السلام پر غصہ کیوں آیا؟

جواب:﴿1﴾انہوں نے کہا کہ میرے جانے کے بعد تم نے میری بری جانشینی کی۔موسیٰ علیہ السلام نے جب بنی اسرائیل کو شرک میں مبتلا دیکھا تو انہوں نے گمان کیا کہ ہارون علیہ السلام نے اصلاح کے سلسلے میں کوتاہی کی ہے۔﴿2﴾اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ''کیا تم نے اپنے رب کے حکم سے جلد بازی کی'' کیونکہ اس نے تمہارے ساتھ کتاب نازل کرنے کا وعدہ کیا تھا۔پس تم اپنی فاسد رائے کے ذریعے سے جلدی سے اس قبیح خصلت کی طرف آگے بڑھے۔(تفسیر سعدی:933،934/1)

سوال3:وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗۤ اِلَيْهِ ''اور اس نے تختیاں پھینک دیں اوراپنے بھائی کا سر پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے''سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟

جواب:﴿1﴾وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے غصے میں تورات کی تختیاں پھینک دیں۔﴿2﴾وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے سیدنا ہارون علیہ السلام کے سر اور داڑھی کو پکڑا۔﴿3﴾يَجُرُّهٗۤ اِلَيْهِ انہیں اپنی طرف کھینچا اور کہا:قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْۤا ۙ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ؕ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ موسیٰ نے کہا:''اے ہارون!تم نے جب اُنہیں دیکھا کہ وہ گمراہ ہوئے تو کس چیز نے تمہیں روکا؟ کہ تم میری پیروی نہ کرو،تو کیا تم نے میرے حکم کی نافرمانی کی؟''(طٰہٰ:92,93)﴿4﴾یعنی تم نے میرے اس حکم کی نافرمانی کی:اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ تم میری قوم میں میرے جانشین رہو اور اصلاح کرنا اور فساد کرنے والوں کے راستے کی پیروی نہ کرنا۔(الاعراف:142)

سوال4: قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَ كَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ ۖ فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَآءَ وَلَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ'' ہارون نے کہا: ''اے میری ماں کے بیٹے! یقیناً قوم نے مجھے کمزور سمجھا اور قریب تھا کہ مجھے قتل ہی کر دیتے، سو آپ دشمنوں کو مجھ پر خوش ہونے کا موقع نہ دیں اور مجھے ان ظالم لوگوں کے ساتھ شامل نہ کریں۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》قَالَ ابْنَ اُمَّ '' کہا: ''اے میری ماں کے بیٹے!'' ہارون عَلَيْهِ السَّلَام ماں اور باپ دونوں کی جانب سے سیدنا موسیٰ عَلَيْهِ السَّلَام کے بھائی تھے۔صرف ماں کا ذکر دل کو نرم کرنے کے لیے کیا ہے۔ قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ ۚ اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ ہارون نے کہا: ''اے میری ماں کے بیٹے! تم میری داڑھی نہ پکڑو اور نہ ہی میرے سر کو، یقیناً میں اس سے ڈرا کہ تم کہو گے کہ تم نے بنی اسرائیل میں پھوٹ ڈال دی اور تم نے میری بات کا انتظار نہیں کیا۔''(طٰہٰ:94)《2》اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ'' یقیناً قوم نے مجھے کمزور سمجھا'' یعنی میں نے جب ان سے کہا: وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ اور ہارون نے ان سے پہلے ہی کہا تھا: اے لوگو! یقیناً تم اس کی وجہ سے فتنے میں ڈالے گئے ہو اور یقیناً تمہارا رب تو رحمٰن ہے چنانچہ تم میری پیروی کرو اور میرے حکم کی اطاعت کرو۔(طٰہٰ:90)《3》وَ كَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ'' اور قریب تھا کہ مجھے قتل ہی کر دیتے'' یعنی آپ مجھے خطا کار نہ سمجھیں۔《4》فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَآءَ'' سو آپ دشمنوں کو مجھ پر خوش ہونے کا موقع نہ دیں'' میرے ساتھ برا سلوک کر کے میرے دشمنوں کو مجھ پر ہنسنے کا موقع نہ دیں۔《5》مجاہد کا قول ہے: سیدنا ہارون نے کہا، مجھے بچھڑے والوں میں شامل نہ کریں۔《6》یعنی مجھے ظالم لوگوں میں شامل کر کے میرے ساتھ ان جیسا معاملہ نہ کریں۔

سوال5: وَلَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ'' اور مجھے ان ظالم لوگوں کے ساتھ شامل نہ کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》مجھے اور ظالموں کو ایک صف میں کھڑا نہ کریں۔《2》ظالم تو وہ ہیں جنہوں نے کفر اور شرک کیا۔《3》میں نے ان کے ظلم میں شرکت نہیں کی۔《4》میں ظلم سے بری ہوں۔

سوال6: موسیٰ عَلَيْهِ السَّلَام کا غصہ کب ٹھنڈا ہوا؟

جواب: جب ہارون عَلَيْهِ السَّلَام نے کہا کہ: میں نے اصلاح کی کوشش میں کمی نہیں کی تھی، انہوں نے مجھے دبا لیا تھا، قریب تھا کہ مجھے مار ڈالتے۔ پھر تو دشمنوں کو مجھ پر ہنسنے کا موقع نہ دے اور مجھے ظالم گروہ کے ساتھ شامل نہ کر۔ اس طرح موسیٰ عَلَيْهِ السَّلَام کے جذبات ٹھنڈے ہوئے اور انہوں نے معذرت قبول کر لی۔

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِاَخِيْ وَاَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ ۖ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ(151)

موسیٰ نے کہا: ''اے میرے رب! مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے! اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل کر لے اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم والا ہے۔(151)

سوال1: قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِاَخِيْ وَاَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ'' موسیٰ نے کہا: ''اے میرے رب! مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے! اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل کر لے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》سیدنا موسیٰ عَلَيْهِ السَّلَام نے عجلت میں اپنے بھائی ہارون کے ساتھ جو معاملہ کیا اس پر انہیں سخت ندامت ہوئی۔ اس وقت انہوں نے رب کریم سے دعا کی۔《2》قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِاَخِيْ انہوں نے کہا: اے میرے رب مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے۔《3》وَاَدْخِلْنَا فِيْ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رَحْمَتِكَ ’’ اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل کرلے‘‘ تیری بے پایاں رحمت ہمیں ہر جانب سے گھیر لے، کیونکہ تیری رحمت تمام برائیوں کے مقابلے میں ایک مضبوط اور محفوظ قلعہ ہے اور ہر بھلائی اور مسرت کا سرچشمہ ہے۔(تفسیر سعدی:935،934/1)

سوال 2: موسیٰ عَلَیہِ السَّلام نے ہارون عَلَیہِ السَّلام کے لئے اور اپنے لئے کب دعا کی؟

جواب: ﴿1﴾ جب انہوں نے معذرت قبول کر لی تب وہ اپنے رب کی طرف متوجہ ہوئے۔ ﴿2﴾ جب انہوں نے یہ حقیقت پالی کہ ہارون قصوروار نہیں ہیں تب انہوں نے دعا کی کہ اے میرے رب مجھے اور میرے بھائی کو معاف فرمادے اور اپنی رحمت میں داخل فرمادے۔

سوال 3: وَ اَنۡتَ اَرۡحَمُ الرّٰحِمِیۡنَ ’’ اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا موسیٰ عَلَیہِ السَّلام نے اپنے رب کی ثناء بیان کی۔اے میرے رب تو اپنے بندوں پر سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔(جامع البیان:75/9) ﴿2﴾ یعنی اے میرے رب آپ ہر رحم کرنے والے سے زیادہ ہم پر رحم فرمانے والے ہیں۔

سوال 4: ہارون عَلَیہِ السَّلام کے واقعے سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اس واقعے سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ مومنوں کو بھی ایک دوسرے سے غلط فہمیاں ہوسکتی ہیں۔ ﴿2﴾ مومنوں میں غلط فہمیوں کی وضاحت ہوجائے تو یوں ہوجاتا ہے گویا کبھی کوئی غلط فہمی نہ ہوئی ہو۔ ﴿3﴾ مومن غلط فہمیاں دور ہونے کے بعد شیر وشکر ہوجاتے ہیں۔ ﴿4﴾ مومنوں کا اخلاص ان کی ایک دوسرے کے لئے دعاؤں میں جھلکتا ہے۔اس لئے غلط فہمیاں دور کرلینی چاہیں اور ایک دوسرے کے حق میں دعائیں ضرور کرنی چاہیے۔

رکوع نمبر 9

اِنَّ الَّذِیۡنَ اتَّخَذُوا الۡعِجۡلَ سَیَنَالُہُمۡ غَضَبٌ مِّنۡ رَّبِّہِمۡ وَ ذِلَّۃٌ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا ؕ وَ کَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُفۡتَرِیۡنَ (152)

یقیناً جن لوگوں نے بچھڑے کو پکڑ لیا عنقریب انہیں ان کے رب کا غضب پہنچے گا اور دنیا کی زندگی میں ذلت پہنچے گی اور ہم جھوٹ باندھنے والوں کو ایسے ہی بدلہ دیتے ہیں۔(152)

سوال 1: اِنَّ الَّذِیۡنَ اتَّخَذُوا الۡعِجۡلَ سَیَنَالُہُمۡ غَضَبٌ مِّنۡ رَّبِّہِمۡ ’’ یقیناً جن لوگوں نے بچھڑے کو پکڑ لیا عنقریب انہیں ان کے رب کا غضب پہنچے گا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ رب العزت نے بچھڑے کی پرستش کرنے والوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اِنَّ الَّذِیۡنَ اتَّخَذُوا الۡعِجۡلَ ’’ یقیناً جن لوگوں نے بچھڑے کو پکڑ لیا‘‘ یعنی وہ معبود جس کی انہوں نے عبادت کی۔(ایسر التفاسیر:485) ﴿2﴾ سَیَنَالُہُمۡ غَضَبٌ مِّنۡ رَّبِّہِمۡ ’’ عنقریب انہیں ان کے رب کا غضب پہنچے گا‘‘ اس دنیا کی زندگی میں اپنے رب کے غضب کا سامنا کرنا پڑے گا اور اللہ تعالیٰ کے غضب کا ثبوت ہے کہ اس نے اس وقت تک ان کی توبہ قبول نہیں فرمائی جب تک انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کو قتل نہیں کیا۔یہ واقعہ البقرہ 54 میں گزر چکا ہے۔

سوال 2: وَ ذِلَّۃٌ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا ’’ اور دنیا کی زندگی میں ذلت پہنچے گی‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ دنیا کی زندگی میں انہیں رسوائی برداشت کرنی ہوگی۔ ﴿2﴾ ذلت سے مراد ہے ان لوگوں کا یہ اقرار کرلینا کہ واقعی ہم نے گمراہی کا کام کیا اور پھر اپنی جانوں کو قتل کرنے کے لیے پیش کردینا اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ذلت سے وہ حالت اور کیفیت مراد ہے جو ان لوگوں کو اس وقت پیش آئی جب کہ اس بچھڑے کو جلایا گیا اور سمندر میں پھینک دیا گیا جس کی انہوں نے عبادت کی تھی اور ایک قول یہ ہے کہ ذلت سے وہ مسکنت مراد ہے جو انہیں اور ان کی اولاد کو دنیا میں پیش آتی رہی اور بحالت سفر برسوں زمین میں گھومتے رہے۔(انوار البیان:425/2) ﴿3﴾ یہ ذلت ان کے اپنے رب کے ساتھ کفر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا کے طور پر ہے۔یہ آخرت کے آنے سے پہلے دنیا کی سزا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

(جامع البیان:75/9)《4》ان کے لیے یہ ذلت ورسوائی اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے اپنے رب کو ناراض کیا اور اس کے حکم کو حقارت سے رد کر دیا۔

سوال3:کسی قوم پر رب کا غضب کیسے بھڑکتا ہے؟

جواب:《1》 کوئی گروہ جب بے دینی کے کام کو دین قرار دیتا ہے تو یہ چیز اللہ تعالیٰ کے غضب کو بھڑکا دیتی ہے۔《2》جو لوگ اللہ تعالیٰ پر بہتان طرازی کرتے ہیں،اس کی شریعت پر جھوٹ گھڑتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف وہ باتیں منسوب کرتے ہیں جو اس نے نہیں کیں تو انہیں اللہ تعالیٰ کے غضب کا سامنا کرنا پڑے گا۔(تفسیر سعدی:935/1)

سوال4:اللہ تعالیٰ کے غضب کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ کے غضب کی وجہ سے قوم کے بارے میں یہ فیصلہ کیا جاتا ہے کہ آخرت سے پہلے دنیا کی زندگی میں رسوا کن سزا دی جائے جیسے بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے بچھڑے کی پرستش کی ان کے لئے فیصلہ کیا گیا کہ وہ اپنے قریبی عزیز اپنے ہاتھوں سے قتل کریں گے اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک ان سے راضی نہیں ہوگا جب تک وہ یہ کام نہیں کریں گے۔پھر انہوں نے ایک دوسرے کو قتل کیا حتیٰ کہ میدان بھر گیا۔اس انجام سے صرف وہ لوگ بچے جو شرمندہ تھے جنہوں نے توبہ کی۔

سوال5:وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ ''اور ہم جھوٹ باندھنے والوں کو ایسے ہی بدلہ دیتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي اور اسی طرح ہم جزا دیتے ہیں دنیا میں انہیں گھروں سے نکال دیا اور غریب الوطنی کی زندگی بسر کروائی۔(تفسیر مراغی:409/3)《2》الْمُفْتَرِيْنَ:شرک کر کے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والے جیسے بنی اسرائیل نے بچھڑے کو معبود بنایا۔(ایسر التفاسیر:485)《3》اللہ تعالیٰ پر افترا پردازی کرنے والے کو ہمیشہ ایسا ہی بدلہ ملا کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس بدعت کی ذلت ورسوائی بدعتی کے ساتھ لگی رہتی ہے جیسا کہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ہر صاحب بدعت ذلیل ہوتا ہے۔(تیسیر الرحمٰن:497/1)《4》سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر بدعتی ذلیل ہے۔(تفسیر ابن کثیر:213/2)《5》انہوں نجق کے نام پر بچھڑے کی پوجا جیسا جرم کیا تھا۔《6》انہوں نے اللہ تعالیٰ کے دین کا انکار کرتے ہوئے یہ کام نہیں کیا تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کو معبود مانتے ہوئے،اس کے دین پر ایمان لاتے ہوئے کیا تھا۔سامری نے تو یہاں تک کہہ دیا تھا کہ میں نے خواب میں سیدنا جبریل علیہ السلام کو دیکھا،ان کے گھوڑے کے نقش قدم سے مٹی اٹھائی اور بچھڑے کے اندر ڈالی تو وہ بولنے لگا۔اس قسم کی نسبت اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا ہے اس لئے اسے افترا پردازی کہا گیا۔

وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا وَاٰمَنُوْٓا ۡ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ(153)

اور جن لوگوں نے برے اعمال کیے پھر اس کے بعد انہوں نے توبہ کی اور وہ ایمان لے آئے،یقیناً آپ کا رب اس کے بعد بے حد بخشنے والا،نہایت رحم والا ہے۔(153)

سوال1:وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا وَاٰمَنُوْٓا ''اور جن لوگوں نے برے اعمال کیے پھر اس کے بعد انہوں نے توبہ کی اور وہ ایمان لے آئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے گناہوں سے توبہ کے بارے میں خبر دی ہے اور یہ عام حکم ہے جس میں بنی اسرائیل بھی اور دیگر لوگ شامل ہیں۔《2》وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ''اور جن لوگوں نے برے اعمال کیے'':جنہوں نے کفر اور نافرمانی کے کام کیے۔(الاساس:2017/4)《3》جن لوگوں نے شرک کیا اور کبیرہ اور صغیرہ گناہ کیے۔《4》ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا ''پھر اس کے بعد انہوں نے توبہ کی'':پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا۔(الاساس:2017/4)《5》جنہوں نے غیر اللہ کی عبادت چھوڑ دی۔(ایسر التفاسیر:486)《6》یعنی گزشتہ گناہوں پر ندامت کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ساتھ ساتھ ان کے ارتکاب سے رک گئے اور عزم کرلیا کہ وہ ان گناہوں کا اعادہ نہیں کریں گے۔(تفسیر سعدی:935/1)

سوال2: گناہ پر توبہ کیا ہے؟

جواب: گناہ پر شدید ندامت ہی توبہ ہے۔ یہ شرمندگی اس بات کی علامت ہے کہ انسان اصلاح کرنا چاہتا ہے اگر وہ ارادہ کرلے کہ آئندہ یہ گناہ نہ کرے گا تو یہی اصل توبہ ہے۔

سوال3: وَاٰمَنُوْٓا ''اور وہ ایمان لے آئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اور سچا ایمان لائے۔(ایسر التفاسیر:486)《2》یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے ایمان کو خالص کرلیا۔《3》اور وہ اللہ تعالیٰ اوران تمام امور پر ایمان لے آئے جن پر ایمان لانا اللہ تعالیٰ نے واجب قرار دیا ہے اور ایمان، اعمال قلوب اور اعمال جوارح جو ایمان کا نتیجہ ہیں، کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔(تفسیر سعدی:935/1)《4》گناہ کے بعد شرمندگی اور آئندہ کبھی نہ کرنے کا ارادہ کرنے والا گویا دوبارہ ایمان لاتا ہے اور ایمان کے دائرے سے نکلنے کے بعد دوبارہ اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہوتا ہے۔

سوال4: اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ''یقیناً آپ کا رب اس کے بعد بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اِنَّ رَبَّكَ ''یقیناً آپ کا رب'' یعنی اے محمد ﷺ! آپ ﷺ کا رب۔《2》مِنْۢ بَعْدِهَا ''اس کے بعد'' اپنے برے اعمال سے توبہ کے بعد یعنی گناہوں سے توبہ اور نیکیوں کی طرف رجوع کے بعد۔《3》لَغَفُوْرٌ ''بے حد بخشنے والا'' وہ گناہوں کو بخش کر انہیں مٹادیتا ہے خواہ یہ زمین بھر کیوں نہ ہوں۔(تفسیر سعدی:935/1)《4》رَّحِيْمٌ ''نہایت رحم والا ہے'' وہ توبہ قبول کرکے اور بھلائی کے کاموں کی توفیق عطا کرکے اپنی بے پایاں رحمت سے نوازتا ہے۔(تفسیر سعدی:935/1)《5》سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا: توبہ کے بعد اس کے ساتھ رحیم ہے۔(ابن ابی حاتم:1572/5)

وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ۖ وَفِيْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ (154)

اور جب موسیٰ کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو اُس نے وہ تختیاں اٹھالیں اور ان کی تحریر میں ان کے لیے ہدایت اور رحمت تھی جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔(154)

سوال1: وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ''اور جب موسیٰ کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو اس نے وہ تختیاں اٹھالیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا غصہ ٹھنڈا ہوا اور ان کا نفس سکون میں آگیا، ان سے قلق اور اضطراب دور ہوگیا۔(ایسر التفاسیر:485)《2》اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ''تو اس نے وہ تختیاں اٹھالیں'' انہوں نے زمین سے تختیاں اٹھالیں جنہیں غصے میں پھینک دیا تھا۔《3》وہ تختیاں جلیل القدر تھیں کیونکہ ان پر تورات لکھی ہوئی تھی۔

سوال2: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے غصے میں خاموش ہوجانے سے کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: اس سے پتہ چلتا ہے کہ غصہ جب انسان پر قابو پالیتا ہے تو اسے اپنی مرضی سے چلاتا ہے اور جب وہ خاموش ہوجاتا ہے تو انسان آزاد ہوجاتا ہے۔ جیسے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو غصہ آیا تو غصے نے تختیاں پھینکوادیں اور جب غصہ خاموش ہوگیا تو انہوں نے تختیاں اٹھالیں۔

سوال3: وَفِيْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّرَحْمَةٌ ''اور ان کی تحریر میں ان کے لیے ہدایت اور رحمت تھی'' تختیوں کے بارے میں وضاحت کریں؟

جواب: وَفِيْ نُسْخَتِهَا ''اور ان کی تحریر میں'' جو کچھ ان تختیوں میں لکھا تھا۔《2》هُدًى حق کا بیان تھا اور رحمت۔(جامع البیان:77/9)《3》وَّرَحْمَةٌ: ان میں خیر اور اصلاح کی راہ نمائی تھی۔(تفسیر منیر:116/5)《4》ان میں گمراہی اور ہدایت کو واضح کیا گیا تھا۔ حق اور باطل، اعمال خیر، اعمال شر، بہترین اعمال کی طرف راہ نمائی، اخلاق و آداب کو ان تختیوں میں کھول کھول کر بیان کیا گیا تھا اور ان تختیوں میں ان لوگوں کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لیے رحمت اور سعادت ہے جوان پر عمل کرتے ہیں اور ان کے احکام اور معانی کی تعلیم دیتے ہیں۔مگر ہر شخص اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور رحمت کو قبول نہیں کرتا۔اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو صرف وہی لوگ قبول کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں۔لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ''جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں''(تفسیر سعدی:936/1)

سوال4:لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ''ان کے لیے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور نافرمانیوں پر اس کے عذابوں کا خوف رکھتے ہیں۔(جامع البیان:77/9)《2》جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے روز اس کے حضور کھڑے ہونے سے نہیں ڈرتا تو اس سے اس کی سرکشی اور روگردانی میں اضافہ ہی ہوگا اور اس بارے میں اس پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہو جائے گی۔(تفسیر سعدی:936/1)

سوال5:تختیوں کی ہدایات کس کے لئے رحمت تھیں؟

جواب:جن کے دل سچائی کے لئے کھل گئے تھے۔اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے تھے ان کے لئے وہ ہدایات رحمت بنی تھیں۔

سوال6:انسان کا دل اللہ تعالیٰ کی ہدایات کے لئے کیسے کھلتا ہے؟

جواب:《1》انسان کا دل اللہ تعالیٰ کی ہدایات کے لئے تقویٰ کی صفت سے کھلتا ہے۔《2》تقویٰ سے انسان کی غفلت دور ہو جاتی ہے تو انسان سیدھے راستے پر آ جاتا ہے اور حق قبول کر لیتا ہے۔

وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ ؕ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ؕ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ ؕ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ (155)

اور موسیٰ نے اپنی قوم کے ستر آدمی ہمارے مقرر کردہ وقت کے لیے چنے، پھر جب ان کو زلزلے نے پکڑ لیا تو موسیٰ نے کہا: ''اے میرے رب! اگر تو چاہتا تو انہیں بھی اور مجھے بھی اس سے پہلے ہی ہلاک کر دیتا، کیا تو ہمیں ایسے کام پر ہلاک کرتا ہے جو ہم میں سے چند بے وقوفوں نے کیا ہے؟ یہ نہیں ہے مگر تیری ایک آزمائش، تو اس سے جس کو چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، تو ہی ہمارا مددگار ہے، سو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو بخشنے والوں میں سب سے بہترین ہے۔(155)

سوال1:وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ''اور موسیٰ نے اپنی قوم کے ستر آدمی ہمارے مقرر کردہ وقت کے لیے چنے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا جب بنی اسرائیل نے توبہ کی اور وہ ہدایت کے راستے پر پلٹ آئے تو اپنی قوم کے ستر بہترین آدمیوں کو چن لیا۔《2》ان کا انتخاب اس لیے کیا تھا کہ اپنی قوم کی طرف سے معذرت کریں۔《3》لِّمِيْقَاتِنَا ''ہمارے مقرر کردہ وقت کے لئے'' اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایک وقت مقرر کر دیا تھا کہ وہ اس کے پاس حاضر ہوں۔جب وہ حاضر ہوئے تو مطالبہ کیا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً (النساء:153) یوں انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو کر گستاخی اور بے ادبی کا مظاہرہ کیا۔

سوال2:بنی اسرائیل کے افراد کو پہاڑ پر کیوں بلایا گیا؟

جواب:بنی اسرائیل کے ستر افراد کو اس لئے بلایا تا کہ《1》وہ اجتماعی توبہ کریں اور اپنی قوم کی طرف سے معذرت پیش کریں۔《2》اللہ تعالیٰ سے عہد کریں کہ وہ تورات کے احکامات پر سچائی سے عمل کریں گے۔

سوال3:فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ ''پھر جب ان کو زلزلے نے پکڑ لیا تو موسیٰ نے کہا:''اے میرے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رب !اگر تو چاہتا تو انہیں بھی اور مجھے بھی اس سے پہلے ہی ہلاک کر دیتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ'' پھر جب ان کو زلزلے نے پکڑ لیا تو موسیٰ نے کہا:''اے میرے رب !اگر تو چاہتا تو انہیں بھی اور مجھے بھی اس سے پہلے ہی ہلاک کر دیتا'' زلزلہ اتنا شدید تھا کہ وہ سب بے ہوش ہو کر گر گئے اور وفات پا گئے۔﴿2﴾قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَ اِيَّايَ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی سے گڑ گڑاتے رہے انہوں نے کہا اے میرے رب اگر تو ان کو ہلاک کرنا چاہتا تو اس سے پہلے یعنی ہمارے آنے سے پہلے ہی ہلاک کر دیتا۔﴿3﴾وَ اِيَّايَ اور مجھے بھی ہلاک کر دیتا۔ بنی اسرائیل کے بچھڑے کو معبود بنانے کے جرم میں۔

سوال4:بنی اسرائیل سے عہد لینے اور توبہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے کیا طریقہ اختیار کیا؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے زلزلے سے ایسے حالات پیدا کئے کہ ان کے اندر خشیت پیدا ہو۔ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے روئے، گڑ گڑائے اور انہوں نے توبہ کی۔

سوال5:اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا'' کیا تو ہمیں ایسے کام پر ہلاک کرتا ہے جو ہم میں سے چند بے وقوفوں نے کیا ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے گڑ گڑا کر عرض کیا کہ کچھ کم عقل اور نادان لوگوں نے جو کام کیا اس کی پاداش میں ہمیں ہلاک کر دیں گے۔﴿2﴾سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ان کی کم عقلی اور نادانی کو اس لیے سامنے رکھا تا کہ اللہ تعالیٰ ان سے صرف نظر کریں۔

سوال6:اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَ تَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ'' یہ نہیں ہے مگر تیری ایک آزمائش، تو اس سے جس کو چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے: آپ کا عذاب ہے تو جس کو چاہتا ہے پہنچاتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ہٹا دیتا ہے۔(ابن ابی حاتم:1576/5)﴿2﴾تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَ تَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ'' تو اس سے جس کو چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے'' یعنی امور تیرے ہاتھ میں ہیں تو جو چاہے کر سکتا ہے۔(المحرر الوجیز:460/2)﴿3﴾سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اے میرے رب! بات تو تیری چلتی ہے، حکم تیرا چلتا ہے، تجھے جو منظور تھا ہو گیا، سعادت و شقاوت کو تجھ پر موقوف ہے۔ تیرے راہ یافتہ کو کوئی بہکا نہیں سکتا اور جسے تو گمراہ کر دے اسے کوئی راہ نہیں دکھا سکتا۔(مختصر ابن کثیر:630/1)

سوال7:امتحانی واقعات کس کے لئے ہدایت اور کس کے لیے گمراہی کا باعث بنتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾جو لوگ امتحانی واقعات کی حقیقت سے غافل ہوتے ہیں ان کے لئے امتحانی واقعات گمراہی کا سبب بنتے ہیں۔

﴿2﴾امتحانی واقعات ان لوگوں کے لئے ہدایت کا سبب بنتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مشیت سے غافل نہیں ہوتے، جو یہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ ان کے رب کی طرف سے ہیں اور ان حالات سے انہوں نے گزرنا ہے یوں وہ ان واقعات سے اپنے لئے سبق اور راہ نمائی لیتے ہیں۔

سوال8:اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا وَ اَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ'' تو ہی ہمارا مددگار ہے، سو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو بخشنے والوں میں سب سے بہترین ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اَنْتَ وَلِيُّنَا: تیرے سوا ہمارا کوئی ولی نہیں۔(ایسر التفاسیر:487)﴿2﴾تو ہمارے امور کا ولی ہے اور جو کچھ ہمارے نفس کماتے ہیں اس پر تو قائم ہے۔(تفسیر مراغی:413/3)﴿3﴾فَاغْفِرْ لَنَا ہمارے گناہ بخش دے﴿4﴾وَ ارْحَمْنَا ہم سے عذاب دور کر کے ہم پر رحم فرما۔﴿5﴾وَ اَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ: تو بخش دینے والوں میں سے بہترین ہستی ہے۔ تیرا حلم، کرم، سخاوت ہے۔ تیرے سوا ہر بخشنے والا کسی غرض سے بخشتا ہے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مثلاً اپنی مدح وثناء کے لیے،نقصان سے بچاؤ کے لیے اورتو بخشتا ہے تو کوئی معاوضہ نہیں لیتا بلکہ محض فضل وکرم سے بخش دیتا ہے۔ (تفسیر مراغی:413/3)《6》اللہ رب العزت نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول کرلی اور ستر لوگوں کو موت کے بعد دوبارہ زندہ کیا اور ان کے گناہ بخش دیے۔

سوال9: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے مغفرت اور رحمت کی درخواست کس فہم کی بنیاد پر کی؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے آزمائش کی حکمت کو سمجھتے ہوئے مغفرت اور رحمت کی درخواست کی۔

وَاكْتُبْ لَنَا فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ ۭ قَالَ عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَاۗءُ ۚ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۭ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ(156)

اور ہمارے لیے اس دنیا اور آخرت میں بھلائی لکھ دے، یقیناً ہم نے تیری طرف رجوع کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میں اپنا عذاب جسے چاہتا ہوں اس کو پہنچاتا ہوں اور میری رحمت نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے، سو اسے میں جلد ہی ان لوگوں کے لیے لکھوں گا جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور وہ زکوۃ ادا کرتے ہیں اور ان کے لیے جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں۔(156)

سوال1: وَاكْتُبْ لَنَا فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ ''اور ہمارے لیے اس دنیا اور آخرت میں بھلائی لکھ دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》وَاكْتُبْ لَنَا یعنی ہمارے لیے فیصلہ کردے اور الكتب اس چیز کے بارے میں استعمال ہوتا ہے جو ہمیشہ رہتی ہو۔ (المحرر الوجیز:460/2)《2》وَاكْتُبْ لَنَا فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً یعنی ہمیں اعمال صالحہ کی توفیق دے اور ہم سے قبول کرلے۔《3》وَّفِي الْاٰخِرَةِ ہمارے گناہ بخش دے اور ہمیں اپنے نیک بندوں کے ساتھ جنت میں داخل فرمادے۔(ایسر التفاسیر:487)《4》ہمیں اس دنیا میں صحت، لوگوں سے بے نیازی، استقلال، علم نافع، وسیع رزق اور عمل صالح عطا فرمادے اور آخرت میں جنت اور اپنی رضامندی نصیب فرمادے۔《5》حسن نے کہا: دنیا کا حسنہ علم اور عبادت ہے۔(ابن ابی حاتم:1576/5)

سوال2: اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ ''یقیناً ہم نے تیری طرف رجوع کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ہم نے آپ کی طرف رجوع کرلیا، توبہ کرلی، ہم نے آپ کی پناہ لے لی، ہم آپ کی طرف سے مدد کے طلب گار ہیں۔

سوال3: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے یہ کہہ کر ''ہم نے آپ کی طرف رجوع کرلیا'' اللہ تعالیٰ سے کیا مطالبہ کیا ہے؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے یہ مطالبہ کیا کہ ہمارے لئے دنیا میں بھی بھلائی لکھ دے اور آخرت میں بھی بھلائی لکھ دے۔

سوال4: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب:《1》سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ایک بندے کو اپنے مالک کے سامنے کیسے اپنی عرض داشت رکھنی چاہیے۔《2》اور یہ کہ انہیں اپنی ذات کی بے بسی کا پورا ادراک تھا۔《3》ان کی دعا سے یہ پتہ چلتا ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کے مقام بلند کا پورا فہم حاصل تھا۔

سوال5: قَالَ عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَاۗءُ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میں اپنا عذاب جسے چاہتا ہوں اس کو پہنچاتا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》قَالَ: اللہ رب العزت نے فرمایا۔《2》عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَاۗءُ ''میں اپنا عذاب جسے چاہتا ہوں اس کو پہنچاتا ہوں'' میں اپنا عذاب جسے چاہتا ہوں دیتا ہوں اپنی حکمت کاملہ سے جس کو چاہتا ہوں اسی کو سزا دیتا ہوں اور دوسروں سے درگزر کرتا ہوں۔《3》میں عذاب اس کو دیتا ہوں جو عذاب کے اور بدبختی کے اسباب اختیار کرے۔《4》بدبخت وہ ہے جو اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کرتا ہے اور اس کی اطاعت سے نکل جاتا ہے۔(ایسر التفاسیر:487)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال6: وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ''اور میری رحمت نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ رب العزت نے فرمایا: میری رحمت ہمہ گیر ہے جس نے ہر چیز کو گھیرے میں لے رکھا ہے۔ ﴿2﴾ اوپر عالم علوی میں عرش اٹھانے والے اس کے قریب کے فرشتے یہ دعا کرتے ہیں رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ اے ہمارے رب! تو نے ہر چیز کو رحمت اور علم سے گھیر رکھا ہے، چنانچہ ان لوگوں کو بخش دے جنہوں نے توبہ کی اور جنھوں نے تیرے راستے کی پیروی کی اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ (غافر:7) ﴿3﴾ اور زمین پر ہر نیک اور بد ہر ایک کو اللہ تعالیٰ کے رحم وکرم نے ڈھانپ رکھا ہے۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت جو دنیا اور آخرت میں سعادت اور کمال تک پہنچانے والی ہے وہ ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتی۔ ﴿5﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ اسی اثنا میں ایک دیہاتی صحابی رضی اللہ عنہ نے حالت نماز میں کہا: اے اللہ تعالیٰ! مجھ پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحم فرما اور ہمارے ساتھ کسی دوسرے پر رحم نہ فرما۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو اس دیہاتی صحابی سے فرمایا: تم نے ایک بڑی وسیع چیز کو محدود کر دیا۔ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد اللہ تعالیٰ کی رحمت تھی۔ (بخاری:6010) ﴿6﴾ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کے لیے سو رحمتیں ہیں ان میں سے ایک رحمت کی وجہ سے مخلوق ایک دوسرے کے ساتھ رحم کا معاملہ کرتی ہے اور ننانوے رحمتیں قیامت کے دن کے لیے ہیں۔'' (مسلم:6975)

سوال7: عذاب اور رحمت کا تعلق اللہ تعالیٰ کی بے قید مشیت کے ساتھ ہے اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی مشیت اس کے منصوبے کے عین مطابق ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی مشیت اتفاق سے نہیں چلتی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے قانون بنایا ہے۔ اسے جاری کیا ہے اور اپنے اوپر یہ لازم کیا ہے کہ وہ عدل کرے گا۔

سوال8: فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ''سو اسے میں جلد ہی ان لوگوں کے لیے لکھوں گا جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ کلام کا رخ ان بنی اسرائیل کی طرف موڑ دیا گیا ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی رحمت خاصہ کو پانے کے لئے جو شرائط سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں تھیں وہی اب بھی ہیں لیکن ان تمام شرائط کی بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئیں اور ان کی اتباع کریں۔ (تیسیر الرحمٰن:499/1) ﴿2﴾ اللہ رب العزت نے اپنی رحمت کے بارے میں فرمایا کہ میں اسے ان لوگوں کے حق میں لکھ دوں گا جو صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے بچتے ہیں۔

سوال9: وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ''اور وہ زکوۃ ادا کرتے ہیں اور ان کے لیے جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ ''اور وہ زکوۃ ادا کرتے ہیں'' حسن نے کہا: واجب فریضہ ہے نماز کے ساتھ جس کے بغیر اعمال نفع نہیں دیتے۔ ﴿2﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ یعنی جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور قرآن پر یقین کرتے ہیں۔ (تفسیر سمرقندی:555/1) ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کی آیات پر کامل ایمان یہ ہے کہ ان کے معانی کی معرفت حاصل کی جائے اور ان کے تقاضوں کے مطابق عمل کیا جائے اور انہی میں سے دین کے اصول وفروع میں، ظاہری اور باطنی طور پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہے۔ (تفسیر سعدی:937/1) ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کی رحمت ان لوگوں کے لیے ہے جن کے عقائد، ایمان اور اعمال درست ہیں جو شرک سے بچتے ہیں، اپنے مالوں کی زکوۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کے احکام کی تصدیق کرتے ہیں۔

سوال10: اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بارش کے لئے کن خصوصیات کے حامل لوگوں کا انتخاب ہوتا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:《1》جواللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔《2》جوزکوٰۃ دیتے ہیں۔《3》جواللہ تعالیٰ کی آیات پرایمان لاتے ہیں۔

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ(157)

جولوگ اس رسول کی پیروی کرتے ہیں جوامی نبی ہے، جسے وہ اپنے ہاں تورات اورانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ ان کو نیکی کا حکم دیتا ہے اورانہیں برائی سے روکتا ہے اوران کے لیے پاک چیزیں حلال کرتا ہے اورناپاک چیزیں ان پرحرام کرتا ہے اوران پر سے ان کے وہ بوجھ اورطوق اتارتا ہے جوان پر پڑے ہوئے تھے۔سو جولوگ اس پرایمان لائے اورانہوں نے اس کوقوت دی اوراس کی مدد کی اوراس نور کی اتباع کی جواس کے ساتھ نازل کیا گیا وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔(157)

سوال1: اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ”جولوگ اس رسول کی پیروی کرتے ہیں جوامی نبی ہے، جسے وہ اپنے ہاں تورات اورانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں“ کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لیے ایمان میں داخلے کے لیے شرط رکھی ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ پرایمان لائیں۔《2》اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ آج یہ رحمت ان لوگوں کا حصّہ ہے جو نبی امی ﷺ کی پیروی اختیار کریں۔جن کا ذکرانہیں تورات اورانجیل میں ملتا ہے۔《3》النَّبِيَّ نبی وہ ہے جس نے کامل اعتقادات،کامل اعمال واخلاق اور احوال و مقامات کی وحی کے ذریعے سے خبر دی ہے۔(تفسیر قاسمی:265/7)《4》الْاُمِّيَّ جولکھنا پڑھنا نہیں جانتا۔(ایسر التفاسیر:487,488)《5》الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ یعنی آپ ﷺ کا نام اورآپ ﷺ کی صفات تورات میں اورانجیل میں لکھی ہوئی پاتے ہیں۔《6》وہ نبی جوامی ہے امیوں میں پیدا ہوا اور اس کا سینہ علم اورحکمت کے خزانوں سے بھرا ہوا ہے۔جس کے بارے میں تمہیں پہلے سے آگاہ کردیا گیا۔دیکھووہ امی ہونے کے باوجود کیسے کمال اعتقادات اوراعمال کی دعوت دیتا ہے۔《7》عطا بن یسار رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ میں سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے ملا اوران سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی جوصفت تورات میں آئی ہیں ان کے متعلق مجھے کچھ بتایئے۔انھوں نے کہا کہ ہاں خدا کی قسم! آپ ﷺ کی تورات میں بالکل بعض وہی صفات آئی ہیں جوقرآن مجید میں مذکور ہیں جیسے کہ ”اے نبی ہم نے تمہیں گواہ،خوشخبری دینے والا،ڈرانے والا اور ان پڑھ قوم کی حفاظت کرنے والا بنا کر بھیجا ہے تم میرے بندے اورمیرے رسول ہومیں نے تمہارا نام متوکل رکھا ہے تم نہ بدخو ہونہ سخت دل نہ بازاروں میں شورمچانے والے (اورتورات میں یہ بھی لکھا ہے) وہ میرا بندہ اور رسول ہے، برائی کا بدلہ برائی سے نہیں لے گا بلکہ معاف اور درگزرکردے گا اللہ تعالیٰ اس وقت تک اس کی روح قبض نہیں کرے گا جب تک ٹیڑھی شریعت کواس سے سیدھا نہ کرالے یعنی لوگ لا الہ الا اللہ نہ کہنے لگیں اس کے ذریعے وہ اندھی آنکھوں کو بینا، بہرے کانوں کوشنوا، پردہ پڑے ہوئے دلوں کے پردے کھول دے گا۔“(بخاری:2125)

سوال2: نبی ﷺ کی پیروی کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟

جواب: نبی ﷺ کی پیروی کا حکم اس لیے دیا گیا ہے:《1》نبی ﷺ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔《2》نبی ﷺ پاک چیزیں حلال اور ناپاک چیزیں حرام کرتے ہیں۔《3》نبی ﷺ ان پر سے وہ بوجھ اتارتے ہیں جو ان پر لدے ہوئے تھے۔《4》نبی ﷺ بندشیں کھولتے ہیں جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے۔

سوال3: يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ ”وہ ان کو نیکی کا حکم دیتا ہے اورانہیں برائی سے روکتا ہے“ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وہ خیر کے سوا کسی چیز کا حکم نہیں دیتا۔《2》معروف سے مراد ”ہروہ کام ہے جس کی اچھائی، بھلائی اوراس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کا فائدہ مند ہونا معروف ہو۔'' (تفسیر سعدی:938/1)﴿3﴾ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ '' اور انہیں برائی سے روکتا ہے'' وہ نبی شر کے سوا کسی چیز سے نہیں روکتا۔﴿4﴾ منکر سے مراد '' ہر وہ کام ہے جس کی برائی اور قباحت کو عقل اور فطرت سلیم تسلیم کرتی ہو'' پس وہ نماز، زکوٰۃ، روزے، حج، صلہ رحمی، والدین کے ساتھ نیک سلوک، ہمسایوں اور غلاموں کے ساتھ نیکی، تمام مخلوق کو فائدہ پہنچانے، سچائی، پاک بازی، نیکی، خیر خواہی اور دیگر اچھے کاموں کا حکم دیتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک، قتل ناحق، زنا، شراب اور نشہ دار مشروبات پینے، تمام مخلوق پر ظلم کرنے، جھوٹ، فسق و فجور اور دیگر برائیوں سے روکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے رسول ہونے کی سب سے بڑی دلیل وہ کام ہیں جن کا آپ حکم دیتے ہیں، جن سے آپ روکتے ہیں، جن کو آپ حلال قرار دیتے ہیں اور جن کو آپ حرام قرار دیتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:938/1)﴿5﴾ ابو العالیہ کہتے ہیں: قرآن مجید کی کسی آیت میں بھی منکر سے مراد بتوں کی عبادت اور شیطان کی عبادت سے روکنا ہے۔ (ابن ابی حاتم:1582/5)

سوال 4: وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ '' اور ان کے لیے پاک چیزیں حلال کرتا ہے اور ناپاک چیزیں ان پر حرام کرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ: الطَّيِّبٰتِ وہ جو نفس اور سلیم طبیعت کے لیے کھانے میں خوشگوار ہو۔ ﴿2﴾ وہ پاک چیزیں کھانے پینے اور منکوحات میں سے پاک چیزیں حلال کرتا ہے۔ ﴿3﴾ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ '' اور ناپاک چیزیں ان پر حرام کرتا ہے'' اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے یعنی کھانے پینے میں سے ناپاک چیزوں یعنی شراب، سؤر کے گوشت وغیرہ کو، ناپاک عورتوں کو اور ناپاک اقوال وافعال کو حرام قرار دیتے ہیں۔

سوال 5: وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ '' اور ان پر سے ان کے وہ بوجھ اور طوق اتارتا ہے جو ان پر پڑے ہوئے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ '' اور ان پر سے ان کے وہ بوجھ اور طوق اتارتا ہے جو ان پر پڑے ہوئے تھے'' ابن جبیر نے کہا: اصر سے مراد عبادت کی شدت ہے۔ (البحر المحیط:463/2)﴿2﴾ یعنی آپ ﷺ کا ایک وصف یہ ہے کہ آپ کا لایا ہوا دین نہایت آسان، نرم اور کشادہ ہے۔ اس دین میں کوئی بوجھ، کوئی ناروا بندش، کوئی مشقت اور کوئی تکلیف نہیں ہے۔ (تفسیر سعدی:938/1)

﴿3﴾ اِصْرٌ (بوجھ) سے مراد سخت احکام ہیں جو پچھلی شریعت میں تھے، مثلاً نماز صرف عبادت خانوں ہی میں ادا کرنا، شرک کی حد قتل ہی ہونا وغیرہ اور '' اَغْلٰلَ '' سے مراد وہ خود ساختہ پابندیاں ہیں جو ان کے علماء نے ان پر لگا رکھی تھیں یا ان کے عوام نے جو رسوم خود اپنے اوپر لازم قرار دے رکھی تھیں۔ آج مسلمانوں میں نصرانیوں اور ہندوؤں کی دیکھا دیکھی موت کی رسوم مثلاً تیجا، ساتواں، چالیسواں، پیدائش اور نکاح کی رسوم، مثلاً بچے کی پیدائش پر دروازے پر شرینہ کے پتے لٹکانا، زچہ کی چارپائی پر لوہا رکھنا، ہیجڑے نچوانا، ان پر خرچ کرنا، بے اولاد خاتون کو منحوس سمجھ کر اسے اس گھر میں نہ آنے دینا، نکاح میں سہرا لگانا، مہندی و منگنی کی خود ساختہ رسمیں، اسی طرح نیوندرہ، سلامی، جہیز وغیرہ جن سے لوگوں کی زندگی دشوار ہو چکی ہے اور جن کا وجود نہ اللہ کی کتاب میں ہے اور نہ سنت رسول میں۔ (دعوۃ القرآن:368/2)﴿4﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: '' یقیناً دین آسان ہے۔'' (بخاری:39)﴿5﴾ چنانچہ اسلام نے بہت سے مشکل اور تکلیف دہ احکام کو منسوخ کر دیا جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے دین میں پائے گئے جیسے جان کے بدلے جان (دیت یا معافی نہیں تھی) سینچر کے دن کام کرنا حرام تھا ہر ساتویں سال کھیتی حرام تھی، اگر کوئی اپنے والدین کو مارتا یا گالی دیتا تو اسے قتل کر دیا جاتا وغیرہ۔ (تیسیر الرحمٰن:499/1)

سوال 6: فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ '' سو جو لوگ اس پر ایمان لائے اور انہوں نے اس کو قوت دی اور اس کی مدد کی اور اس نور کی اتباع کی جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ ”سو جولوگ اس پر ایمان لائے“یعنی جو نبی امی کی تصدیق کریں اور ان کی نبوت کا اقرار کریں۔(جامع البیان:92/9)﴿2﴾وَعَزَّرُوْهُ: جنہوں نے آپ ﷺ کی توقیر اور تعظیم کی۔﴿3﴾سیدنا قتادہ رحمہ اللہ نے کہا:وَعَزَّرُوْهُ سے مراد ہے ان کی مدد کی۔﴿4﴾وَنَصَرُوْهُ:اس کے دشمنوں،کافروں،مشرکوں اور منافقوں کے مقابلے میں اس کی مدد کریں۔(ایسر التفاسیر:488)﴿5﴾یہ دلیل ہے رسول اللہ ﷺ کی تعظیم اور جہاد کے ذریعے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے دین کی مدد کرنے کے لیے۔(تفسیر قاسمی:278/7)﴿6﴾وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ نور سے مراد قرآن حکیم ہے،جس سے گمراہی کے اندھیروں میں روشنی حاصل کی جاتی ہے اور جس سے شکوک وشبہات دور ہوتے ہیں۔﴿7﴾یہاں قرآن کریم کو”نور“سے اس لئے تعبیر کیا گیا ہے کہ اس کی عالم تاب روشنی خود اس کے معجزہ الٰہی ہونے کی روشن دلیل ہے اور اس لئے بھی کہ وہ رہتی دنیا تک بنی نوع انسان کے لئے روشنی کا مینار رہے گا اور زندگی کے ہر دور اور ہر گوشے میں اس کی راہ نمائی کرتا رہے گا۔(تیسیر الرحمٰن:499/1)﴿8﴾اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ”وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں“یہی لوگ ہیں جو دنیا وآخرت کی بھلائی سے ظفریاب ہوں گے اور یہی لوگ دنیا وآخرت کے شر سے نجات پائیں گے،کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جو فلاح کا سب سے بڑا سبب لے کر اللہ تعالیٰ کے ہاں حاضر ہوئے ہیں۔رہے وہ لوگ جو اس نبی امی ﷺ پر ایمان نہ لائے،انہوں نے آپ کی تعظیم وتوقیر کی نہ آپ کی مدد کی اور نہ اس نور کی اتباع کی جو آپ کے ساتھ نازل کیا گیا ہے۔پس یہی وہ لوگ ہیں جو خسارہ اٹھانے والے ہیں۔(تفسیر سعدی:939,938/1)

سوال7:آج کامیابی کن کاموں کے ساتھ مشروط ہے؟

جواب:﴿1﴾رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کے ساتھ کامیابی مشروط ہے۔﴿2﴾رسول اللہ ﷺ کی حمایت اور مدد کرنے کے ساتھ کامیابی مشروط ہے۔﴿3﴾قرآن حکیم کی پیروی کرنے کے ساتھ کامیابی متعلق ہے۔

سوال8:اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ”وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں“نبی ﷺ امی کی پیروی کرنے والے کامیاب ہوں گے اس خبر سے کیا ثبوت ملتا ہے؟

جواب:اس سے پتہ چلتا ہے کہ بنی اسرائیل کو رسول اللہ ﷺ کے بارے میں پہلے سے اطلاع دی گئی تھی۔یہ اطلاع سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے توسط سے دی گئی تھی کہ آپ ﷺ مبعوث ہوں گے آپ ﷺ کی صفات،آپ ﷺ کی امت کی صفات اور آپ ﷺ کی رسالت کا طریقہ کار سبھی کچھ پہلے سے بتا دیا گیا تھا۔

سوال9:اس خبر سے بنی اسرائیل کے بارے میں کیا معلوم ہوتا ہے؟

جواب:﴿1﴾اس خبر سے بنی اسرائیل کے بارے میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ سے برا سلوک کیا جو بہت بڑا جرم تھا۔﴿2﴾اس خبر سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اگر بنی اسرائیل ایمان لاتے تو ان کے لئے بہت سی بھلائیاں ہوتیں اور وہ کامیاب ہوتے۔

سوال10:آج بنی اسرائیل نبی ﷺ اور ان کی امت کے ساتھ کیا معاملہ کر رہے ہیں؟

جواب:آج بنی اسرائیل دین اسلام کو سرے سے مٹانے کے لئے یہ تدبیر استعمال کر رہے ہیں مثلاً﴿1﴾دین اسلام کے اندر تبدیلیاں کرنے کی کوششیں کر رہے ہیں۔﴿2﴾میڈیا کے توسط سے مسلمانوں کے ذہنی اغوا کے لئے کوششیں رہے ہیں۔﴿3﴾اسلام کے خلاف آخری فیصلہ کن جنگ کی تیاریاں کر رہے ہیں۔

سوال11:پیغمبر کی آمد کے بعد بڑی نیکی کیا ہوتی ہے؟

جواب:پیغمبر کی آمد کے بعد بڑی نیکی اس پر ایمان لانا ہوتا ہے اور اس ایمان کا مطلب محض کلمہ پڑھنا نہیں ہے اس کا مطلب شعوری طور پر دین میں داخل ہونا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال 12: نئے پیغمبر پر ایمان لانا مشکل کیوں ہوتا ہے؟

جواب: پہلے سے موجود مذہب سے وابستگی روایات یا رسوم ورواج کی وجہ سے ہوتی ہے مگر نئے پیغمبر پر ایمان شعوری فیصلے سے لایا جاتا ہے۔ انسان جب اس حقیقت کو قبول کرتا ہے تو جمے جمائے دین اور رسوم کو چھوڑ دیتا ہے اس لئے یہ سادہ سا ایمان ہر دور میں انسان کو مشکل محسوس ہوتا ہے۔

رکوع نمبر 10

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ِۨ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ(158)

آپ کہہ دیں: اے لوگو! یقیناً میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، وہ ذات جس کے لیے بادشاہت ہے تمام آسمانوں اور زمین کی، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے، سو تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر جو امّی نبی ہے ایمان لے آؤ جو اللہ تعالیٰ اور اس کی باتوں پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی پیروی کرو تا کہ تم ہدایت پاؤ۔(158)

سوال 1: قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ’’ آپ کہہ دیں: اے لوگو! یقیناً میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اس آیت میں نبی ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ پوری دنیا میں اپنی رسالت کا اعلان کر دیں یعنی مکہ سے عرب اور عرب سے پوری دنیا تک یہ پیغام پہنچا دیں کہ میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔《2》رب العزت نے سورہ سبا میں ارشاد فرمایا: وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ اور ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لیے خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔(السبا:28)《3》وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر سارے جہانوں کے لیے رحمت کرتے ہوئے۔(الانبیاء:107)《4》سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ ایک بار ہم نبی ﷺ کے ساتھ بیٹھے تھے اتنے میں ایک شخص اونٹ پر سوار ہو کر آیا اور اونٹ کو مسجد میں لا کر باندھ دیا پھر پوچھنے لگا بھائیو تم لوگوں میں محمد ﷺ کون ہیں؟ نبی ﷺ اس وقت لوگوں میں تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ ہم نے کہا محمد ﷺ یہ سفید رنگ والے بزرگ ہیں جو تکیہ لگائے تشریف فرما ہیں۔ تب وہ آپ ﷺ سے مخاطب ہوا کہ اے عبد المطلب کے فرزند! آپ ﷺ نے فرمایا کہو میں تمھاری بات سن رہا ہوں۔ وہ بولا آپ ﷺ سے کچھ دینی باتیں دریافت کرنا چاہتا ہوں اور ذرا سختی سے پوچھوں گا تو آپ اپنے دل میں برا نہ مانیے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں جو تمھارا دل چاہے پوچھو۔ تب اس نے کہا میں آپ کو آپ کے رب اور اگلے لوگوں کے رب کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا آپ کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کے سب لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔(صحیح بخاری:63)《5》مسند احمد میں ہے کہ اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میرا ذکر اس امت کے جس یہودی نصرانی کے پاس پہنچے اور وہ مجھ پر اور میری وحی پر ایمان نہ لائے اور مر جائے وہ جہنمی ہے۔(تفسیر ابن کثیر:223/2)

سوال 2: پہلی رسالتیں کیسی تھیں؟

جواب: پہلی رسالتیں مقامی تھیں اور محدود زمانے کے لئے تھیں۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تمام انبیاء اپنی اپنی قوم کے لئے مبعوث ہوتے تھے لیکن میں تمام انسانوں کے لیے عام طور پر نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔(بخاری:335،مسلم:1163)

سوال 3: ہر رسالت میں کیا ہوتا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ہر رسالت میں شریعت کے کچھ احکامات میں ترمیم یا اضافہ کا کام ہوتا ہے۔ آخری رسالت ایک مکمل رسالت تھی۔

سوال4: الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ''وہ ذات جس کے لیے بادشاہت ہے تمام آسمانوں اور زمین کی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ محمد ﷺ اس ہستی کی جانب سے رسول ہیں جس کی حکومت آسمان وزمین ہے۔ وہ اپنے کلی علم وحکمت اور تکوینی احکامات کے ذریعے سے کائنات کا نظام چلاتا ہے۔ ﴿2﴾ اس کے دینی اور شرعی احکامات میں سے ایک حکم ہے کہ اس نے محمد ﷺ کو ساری دنیا کی طرف قیامت تک کے لیے ایک عظیم رسول مبعوث فرمایا جو تمہیں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے عزت والے گھر جنت کی طرف بلاتا ہے۔ اور تمہیں ہر اس چیز سے روکتا ہے جو تمہیں اس گھر سے دور کر دے۔

سوال5: لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ''اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ''اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ ﴿3﴾ وہ اکیلا عبادت کا حق رکھتا ہے اور اس کی عبادت کی معرفت صرف انبیاء کے توسط سے ہو سکتی ہے۔ ﴿4﴾ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ''وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے'' زندہ کرنے اور مارنے میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ ﴿5﴾ انسان زندگی اس زمین پر گزارتا ہے جو فانی جہاں ہے، موت کے بعد اسے ایسے جہاں میں چلے جانا ہے جو ہمیشہ رہنے والا ہے۔ جو شخص موت کے بعد ہمیشہ کی زندگی پر یقین رکھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی محمد ﷺ کی تصدیق کرتا ہے۔

سوال6: فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ ''سو تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر جو امی نبی ہے ایمان لے آؤ جو اللہ تعالیٰ اور اس کی باتوں پر ایمان رکھتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ یعنی اس نبی امی پر ایسا کامل ایمان لاؤ جو اعمال قلوب اور اعمال جوارح کو متضمن ہو۔ (تفسیر سعدی: 939,940/1) ﴿2﴾ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ ''جو اللہ تعالیٰ اور اس کی باتوں پر ایمان رکھتا ہے'' وہ ایک اللہ تعالیٰ، اپنے رب اور اپنے معبود پر ایمان رکھتا ہے اور اس کے تشریعی، کونی اور قدری کلمات پر یقین رکھتا ہے۔ (ایسر التفاسیر: 488) ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے رسول پر ایمان لانے کی دعوت اس لیے دی ہے کہ وہ اپنے عقائد اور اعمال میں بالکل درست طریقے پر ہیں۔

سوال7: جس رسول پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی اس کی صفات کیا ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ وہ نبی امی ہے۔ ﴿2﴾ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے۔ ﴿3﴾ وہ اللہ تعالیٰ کے کلام پر ایمان لاتا ہے۔

سوال8: ''نبی امی اللہ تعالیٰ اور اس کی کتاب پر ایمان لاتے ہیں'' کہہ کر کس جانب توجہ دلائی گئی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ نبی کے ایمان لانے کا ذکر کر کے ایک اہم حقیقت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ دعوت دینے والے کو دعوت پر یقین ہونا چاہیے۔ ﴿2﴾ داعی کو دین میں دعوت کی حیثیت کا پتہ ہونا چاہیے۔ ﴿3﴾ داعی کو اللہ تعالیٰ کے کلمات پر یقین ہونا چاہیے اور اسے یہ پیغام دوسروں تک پہنچانا چاہیے۔ ﴿4﴾ اس سے فلسفی اور پیغمبر کے الٰہ میں فرق بھی پتا چلتا ہے۔ فلسفی الٰہ کو ایسے مانتا ہے جیسے بے جان چیز کو جو نہ بولے اور نہ حکم دے۔ اس کے مقابلے میں رسول کا الٰہ ہم کلام ہوتا ہے بندوں کو حکم دیتا ہے۔ ہر ایک کے لیے ماننے یا نہ ماننے پر انعام یا سزا کا فیصلہ کرتا ہے۔

سوال9: وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ''اور اس کی پیروی کرو تا کہ تم ہدایت پاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَاتَّبِعُوْهُ یعنی رسول اللہ ﷺ کے طریقے پر چلو۔ ﴿2﴾ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ تا کہ تم ہدایت پا جاؤ۔ یعنی رسول کی پیروی کرو گے تو ہدایت نصیب ہوگی اور اگر رسول کی مخالفت کرو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ ﴿3﴾ رسول اللہ ﷺ کی پیروی کر کے ہی دنیا اور آخرت میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سعادت اور کمال تک پہنچ سکتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:488)

سوال10:ایمان کا تقاضا کیا ہے؟

جواب:ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ تمام لوگ رسول کی اطاعت کریں،اس کی سنت کی پیروی کریں اور رسول کی لائی ہوئی شریعت کے مطابق عمل کریں۔اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جو لوگ رسول کی اطاعت نہیں کرتے ان کے کامیاب ہونے کی کوئی امید نہیں۔اتنی بات کافی نہیں ہے کہ لوگ زبان سے ایمان لے آئیں۔ایمان کا عملی ثبوت دینا ہی اسلام ہے۔

وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ(159)

اور موسیٰ کی قوم میں سے ایک گروہ ایسا بھی ہے جو حق کے ساتھ ہدایت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ عدل کرتے ہیں۔(159)

سوال1:وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ ''اور موسیٰ کی قوم میں سے ایک گروہ ایسا بھی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى قوم موسیٰ یعنی بنی اسرائیل سے۔《2》اُمَّةٌ کے بارے میں کہا گیا کہ وہ جماعت ہے۔(جامع البیان:994/)
《3》موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے کچھ ایسے لوگ بھی ہیں۔

سوال2:يَهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ '' جو حق کے ساتھ ہدایت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ عدل کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》يَهْدُوْنَ بِالْحَقِّ جو حق کے ساتھ ہدایت کرتے ہیں یعنی لوگوں کو حق کی تعلیم دیتے ہیں اور ان کی راہ نمائی اس ذریعے سے کرتے ہیں۔《2》وہ اپنے عقائد اور عبادات میں حق پر عمل کرتے ہیں اور اسی کی طرف دعوت دیتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:489)《3》رب العزت نے فرمایا:لَيْسُوْا سَوَآءً ۭ مِنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَاۗىِٕمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَاۗءَ الَّيْلِ وَھُمْ يَسْجُدُوْنَ وہ سب برابر نہیں ہیں،اہل کتاب میں سے ایک جماعت قیام کرنے والی ہے،جو رات کے اوقات میں اللہ تعالیٰ کی آیات تلاوت کرتے ہیں اور وہ سجدے کرتے ہیں۔(آل عمران:113)《4》
وَاِنَّ مِنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْھِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ اور بے شک اہل کتاب میں سے ایسے بھی ہیں جو یقیناً ایمان رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور اس چیز پر جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اور جو ان کی طرف نازل کی گئی ہے،وہ اللہ تعالیٰ کے لئے خشوع کرنے والے ہیں،اللہ تعالیٰ کی آیات کے بدلے تھوڑی قیمت نہیں خریدتے،یہی لوگ ہیں جن کا اجر ان کے رب کے پاس ہے،بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔(آل عمران: 119)

سوال3:موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے نیک لوگوں کی کیا خصوصیات بتائی گئی ہیں؟

جواب:《1》کچھ لوگ حق بات کرنے والے ہیں۔《2》ان میں سے کچھ لوگ انصاف کرنے والے ہیں۔《3》ان میں سے کچھ لوگ اسلام لانے والے ہیں۔《4》یعنی وہ یقین کرنے والے،ثابت قدم،کلمہ حق کی طرف راہ نمائی کرنے والے،استقامت کا راستہ دکھانے والے اور اس کی طرف راہ نمائی کرنے والے ہیں۔(تفسیر قاسمی:281/7)《5》وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ '' اور اس کے ساتھ عدل کرتے ہیں'' وہ آپس کے جھگڑوں میں حق اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے ہیں۔《6》وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَىِٕمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ڜ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ اور ہم نے ان میں سے راہ نما بنائے تھے جو ہمارے حکم سے راہ نمائی کرتے تھے جب انہوں نے صبر کیا اور ہماری آیات پر وہ یقین رکھتے تھے۔
(السجدہ: 24)

وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ۭ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗٓ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۭ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۭ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ۭ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ۭ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ(160)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اورہم نے ان کو بارہ قبیلوں میں تقسیم کر دیا جوکئی گروہ تھے اور جب موسیٰ کی قوم نے اس سے پانی مانگا تو ہم نے اس کو وحی کی کہ پتھر پر اپنا عصا مارو تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے، بلاشبہ سب لوگوں نے اپنی پانی پینے کی جگہ معلوم کر لی اور ہم نے ان پر بادلوں کا سایہ کیا اور ان پر من وسلویٰ اتارا، پاک چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں دی ہیں اور انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا بلکہ اپنی جانوں پر ہی وہ ظلم کرتے تھے۔(160)

سوال1: وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَیْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا "اور ہم نے ان کو بارہ قبیلوں میں تقسیم کر دیا جوکئی گروہ تھے" کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اسباط بنی اسرائیل کے خاندانی قبیلے۔(بخاری کتاب التفسیر)﴿2﴾ ہم نے ان کے بارہ قبیلے بنا دیئے جو ایک دوسرے کو جانتے تھے اس لیے کہ سب یعقوب علیہ السلام کی اولاد تھے۔ان کے ہر بیٹے کی اولاد ایک قبیلہ تھی۔

سوال2: بنی اسرائیل کو بارہ گھرانوں میں کیوں تقسیم کیا گیا؟

جواب: ﴿1﴾ بنی اسرائیل کی شاخوں کے اعتبار انہیں تقسیم کیا گیا۔ ہرگروہ سیدنا یعقوب علیہ السلام کے پوتوں میں سے کسی ایک کی شاخ تھا۔ ﴿2﴾ انتظامی اعتبار سے پانی کی تقسیم کے لئے بارہ گھرانوں میں بانٹا تا کہ وہ ایک دوسرے کے حقوق غصب نہ کریں۔

سوال3: وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اِذِ اسْتَسْقٰهُ قَوْمُهٗٓ "اور جب موسیٰ کی قوم نے اس سے پانی مانگا تو ہم نے اس کو وحی کی" کی وضاحت کریں؟

جواب: جب موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان سے پانی مانگا تا کہ وہ خود اپنی پیاس بجھائیں اور اپنی ضروریات پوری کریں اور اپنے مویشیوں کو بھی پلائیں۔ یہ صحرائے سیناء کا واقعہ ہے۔

سوال4: اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ "کہ پتھر پر اپنا عصا مارو" کی وضاحت کریں؟

جواب: اس میں یہ احتمال ہے کہ مذکورہ پتھر کوئی معین پتھر ہو اور اس میں یہ احتمال بھی موجود ہے کہ (الحجر) اسم جنس کے لیے استعمال ہوا ہو جو ہر پتھر کو شامل ہے۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر عصا مارا۔(تفسیر سعدی:1/940,941)

سوال5: فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا "تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے" کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ انبجست پھوٹ نکلے(بخاری کتاب التفسیر)﴿2﴾ اس پتھر سے آہستہ آہستہ بہتے ہوئے چشمے پھوٹ پڑے۔

سوال6: قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ "بلاشبہ سب لوگوں نے اپنی پانی پینے کی جگہ معلوم کر لی" کی وضاحت کریں؟

جواب: جب بارہ قبائل کے درمیان پانی کو تقسیم کروایا گیا اور ہر ایک کے لیے اس کا چشمہ مقرر کروایا گیا تو انہوں نے اپنے پانی لینے کی جگہ کو پہچان لیا۔ یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام تھا۔ پانی کی وجہ سے ضروریات بھی پوری ہو گئیں اور تھکاوٹ بھی دور ہو گئی۔

سوال7: وَظَلَّلْنَا عَلَیْهِمُ الْغَمَامَ "اور ہم نے ان پر بادلوں کا سایہ کیا" کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ رب العزت نے بنی اسرائیل پر اپنے انعام کا ذکر فرمایا جب کہ وہ سیدنا موسی علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے ساتھ تیہ کے مقام پر تھے ۔اللہ تعالیٰ نے بادل بھیجے اور وہ سفید رنگ کے ٹھنڈے بادل تھے۔ انہوں نے سورج کو ڈھانپ لیا۔(ایسر التفاسیر:490)﴿2﴾ یہ بادل انہیں سورج کی حدت سے بھی بچاتا تھا۔

سوال8: وَاَنْزَلْنَا عَلَیْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰی "اور ان پر من وسلویٰ اتارا" کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ من شہد کی طرح میٹھا ہوتا تھا، وہ شبنم کی طرح رات کو درختوں پر گرتا تھا۔﴿2﴾ سلویٰ: معروف آسمانی پرندے جن کا گوشت لذیذ تھا۔﴿3﴾ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کھنبی "من" میں سے ہے اور اس کا پانی آنکھوں کے لیے شفاء ہے۔(صحیح بخاری:4639)

سوال9: كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ "پاک چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں دی ہیں" کی وضاحت کریں؟

جواب: رب العزت نے فرمایا: اے لوگو! ہم نے تمہیں جو حلال رزق دیا ہے اس میں سے کھاؤ، ہم نے اسے تمہارے لیے پاک کر دیا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

(جامع البیان:96/9)

سوال10:وَمَا ظَلَمُوۡنَا وَلٰكِنۡ كَانُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ يَظۡلِمُوۡنَ ''اورانہوں نے ہم پرظلم نہیں کیا بلکہ اپنی جانوں پر ہی وہ ظلم کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَمَا ظَلَمُوۡنَا انہوں نے انبیاء کے سامنے سرکشی اختیار کرکہ،اپنے رب کی اطاعت نہ کرکے ہم پرظلم نہیں کیا۔﴿2﴾وَلٰكِنۡ كَانُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ يَظۡلِمُوۡنَ '' بلکہ اپنی جانوں پر ہی وہ ظلم کرتے تھے''انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے کام کرکے اپنی جانوں پرظلم کیا۔﴿3﴾انہوں نے خودکوہرطرح کی بھلائی سے محروم کرکے خود پرظلم کیا۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لیےصحرا میں تمام ضروریات زندگی مہیا کردیں ان کے لیےصحرا میں کھانے، پینے اورسائے کاانتظام کیا۔انہیں صحراؤں میں کھانے کے لیے پرندوں کا گوشت اورمیٹھے میوے عطاکیے۔یہ انعامات اللہ تعالیٰ کی طرف سے کمال رحمت کا مظاہرہ تھا۔ان انعامات کو پا کرشکرادا کرنا واجب تھا۔انہوں نے شکرادا نہ کرکے اللہ تعالیٰ پرظلم نہیں کیا اس لیے کہ ناشکری کا وبال ان ہی پر ہے۔

وَاِذۡ قِيۡلَ لَهُمُ اسۡكُنُوۡا هٰذِهِ الۡقَرۡيَةَ وَكُلُوۡا مِنۡهَا حَيۡثُ شِئۡتُمۡ وَقُوۡلُوۡا حِطَّةٌ وَّادۡخُلُوا الۡبَابَ سُجَّدًا نَّغۡفِرۡ لَـكُمۡ خَطِيۡٓــٰٔتِكُمۡ‌ؕ سَنَزِيۡدُ الۡمُحۡسِنِيۡنَ (161)

اور جب ان سے کہا گیا کہ تم اس بستی میں جا کررہواوراس میں سے کھاؤ جہاں سے بھی چاہواور کہنا کہ ہمیں بخش دےاوردروازے میں جھک کرداخل ہونا تو ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے،ہم نیکی کرنے والوں کوعنقریب زیادہ دیں گے۔(161)

سوال1:وَاِذۡ قِيۡلَ لَهُمُ اسۡكُنُوۡا هٰذِهِ الۡقَرۡيَةَ ''اور جب ان سے کہا گیا کہ تم اس بستی میں جا کررہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ سے فرمایا:اے محمد ﷺ !اس قوم کی خطاؤں اوراپنے رب کے احکامات کی خلاف ورزیوں اوران کی اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کی نافرمانیوں اور ان کے بات بدلنے کویادکرواوراس وقت جب اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا اس بستی میں رہواوروہ بیت المقدس تھی۔(جامع البیان:96,97/9)

سوال2:الۡقَرۡيَةَ سے کون ساشہرمراد ہے؟

جواب:اس کا نام قرآن حکیم میں نہیں لیا گیا،یہ بستی ایلیا یعنی قدس کی بستی تھی۔

سوال3:وَكُلُوۡا مِنۡهَا حَيۡثُ شِئۡتُمۡ ''اوراس میں سے کھاؤ جہاں سے بھی چاہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَكُلُوۡا مِنۡهَا اس کے پھلوں،غلوں اورنباتات میں سے کھاؤ۔﴿2﴾حَيۡثُ شِئۡتُمۡ جہاں سے چاہو۔﴿3﴾یعنی بستی میں پھل داردرخت اورزندگی گزارنے کے لیے وافرضروریات زندگی مقرر ہیں۔اس لیے فرمایا جو جی چاہے کھاؤ۔

سوال4:وَقُوۡلُوۡا حِطَّةٌ وَّادۡخُلُوا الۡبَابَ سُجَّدًا ''اور کہنا کہ ہمیں بخش دےاوردروازے میں جھک کرداخل ہونا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَقُوۡلُوۡا حِطَّةٌ بنی اسرائیل کورب العزت نےحکم دیا کہ جب تم بستی کے دروازے میں داخل ہوتو کہتے جانا ہمارے گناہوں کومعاف کردےاورانہیں ہم سے دورکردے۔﴿2﴾یعنی یہ ان کی توبہ کا اعلان تھا۔(ایسرالتفاسیر:488)﴿3﴾وَّادۡخُلُوا الۡبَابَ سُجَّدًا ''اوردروازے میں جھک کرداخل ہونا''یعنی رکوع اورخضوع کرتے ہوئے داخل ہوں۔(الاساس:2037/4)﴿4﴾انہیں سجدہ کرتے ہوئے خضوع کے ساتھ داخلے کاحکم دیا گیا تھا۔(تفسیرقاسمی:282/7)﴿5﴾یعنی رب کے غلبے کے سامنےخشوع وخضوع،انکساری اوربخشش طلب کرنے کاحکم دیا۔

سوال5:شہرمیں داخلے پرکیا شرائط عائد کی گئیں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:《1》شہر میں داخل ہوتے وقت مخصوص دعا پڑھیں۔《2》سجدہ ریز ہوتے ہوئے داخل ہوں۔《3》اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی فتح پر شکرادا کرو۔

سوال6:رسول اللہ ﷺ کا مکہ فتح کرتے ہوئے کیسارویہ تھا؟

جواب: آپ ﷺ اپنی سواری پرہی سجدہ ریز تھےاوراللہ تعالیٰ کی حمدوثنامیں مشغول تھے۔

سوال7:نَّغۡفِرۡ لَكُمۡ خَطِيٓـَٔـٰتِكُمۡ ۚ سَنَزِيدُ ٱلۡمُحۡسِنِينَ ''توہم تمہاری خطائیں بخش دیں گےہم نیکی کرنے والوں کوعنقریب زیادہ دیں گے'' اللہ تعالیٰ نےبستی میں داخلے کی شرائط پوری کرنے پرکیاوعدہ کیاتھا؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے وعدہ کیا کہ ان کے گناہ معاف کردیں گے اورکوئی مواخذہ نہیں کریں گے۔《2》سَنَزِيدُ ٱلۡمُحۡسِنِينَ ''ہم نیکی کرنے والوں کوعنقریب زیادہ دیں گے'' اوروہ اللہ تعالیٰ کے لیےمطیع ہیں۔ان سےاللہ تعالیٰ کاوعدہ ہےان کی خطائیں بخش دیں گے۔(جامع البیان:4/ 97,96)《3》جونیکی کی روش اختیارکرےگاتواللہ تعالیٰ کاوعدہ ہےکہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے دنیاوآخرت کی بھلائی میں اضافہ کرےگااوراپنے مزیدانعامات سےنوازےگا۔

فَبَدَّلَ ٱلَّذِينَ ظَلَمُواْ مِنۡهُمۡ قَوۡلًا غَيۡرَ ٱلَّذِي قِيلَ لَهُمۡ فَأَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمۡ رِجۡزًا مِّنَ ٱلسَّمَآءِ بِمَا كَانُواْ يَظۡلِمُونَ(162)

توجن لوگوں نے ان میں سےظلم کیاانہوں نے بات کواس کےخلاف سے بدل دیاجواُن سے کہی گئی تھی توہم نے ان پرآسمان سےعذاب بھیجا اس وجہ سے جووہ ظلم کرتے تھے۔(162)

سوال1:فَبَدَّلَ ٱلَّذِينَ ظَلَمُواْ مِنۡهُمۡ قَوۡلًا غَيۡرَ ٱلَّذِي قِيلَ لَهُمۡ ''توجن لوگوں نے ان میں سےظلم کیاانہوں نے بات کواس کےخلاف سے بدل دیاجوان سے کہی گئی تھی'' بنی اسرائیل نے دعا،یعنی بستی میں داخلے کی مقررہ شرط بدل ڈالی۔انہوں نے یہ نافرمانی کیوں کی؟

جواب:《1》جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے کفرکیاتوانہوں نے اس کی بات بدل ڈالی۔اس طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اوراسے حقیرجانا۔(نعوذباللہ)《2》بنی اسرائیل کوالفاظ بدلنے یاسجدہ ریزنہ ہونے کاکوئی فائدہ نہ تھا۔صرف اپنی سرکشی اورکج روی کی تسکین چاہتے تھے۔《3》قَوۡلًا غَيۡرَ ٱلَّذِي قِيلَ لَهُمۡ ''انہوں نے بات کواس کےخلاف سے بدل دیاجوان سے کہی گئی تھی'' انہوں نے اللہ تعالیٰ کےقول کوآسان ہونے کے باوجودبدل ڈالااوراپنی سرینوں کےبل گھسٹتے ہوئےشہرمیں داخل ہوئے۔《4》سیدناابوہریرہ رضی اللہ عنہ سےسنا،انہوں نے بیان کیاکہ رسول اللہ ﷺ نےفرمایا:بنی اسرائیل سے کہاگیاتھاکہ دروازے میں(عاجزی سے)جھکتے ہوئے داخل ہواورکہتے جاؤکہ توبہ ہےتوہم تمہاری خطائیں معاف کردیں گے،لیکن انہوں نےحکم بدل ڈالا۔چوتڑوں کےبل گھسٹتے ہوئےداخل ہوئےاوریہ کہاکہ''حبۃ فی شعرۃ''یعنی ہم کوبالیوں میں دانہ چاہیے۔(صحیح بخاری:4641)《5》انہوں نےقول بدلاتوفعل بھی بدل ڈالا۔

سوال2:فَأَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمۡ رِجۡزًا مِّنَ ٱلسَّمَآءِ بِمَا كَانُواْ يَظۡلِمُونَ ''توہم نے ان پرآسمان سےعذاب بھیجااس وجہ سے جووہ ظلم کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》فَأَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمۡ جب بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تواللہ تعالیٰ نے ان پربھیجا۔《2》رِجۡزًا مِّنَ ٱلسَّمَآءِ ''آسمان سے عذاب''یہ عذاب یاتوطاعون کی شکل میں تھایاکوئی آسمانی عذاب تھا۔《3》بِمَا كَانُواْ يَظۡلِمُونَ ''اس وجہ سے جووہ ظلم کرتے تھے''عذاب دےکراللہ تعالیٰ نے ان پرظلم نہیں کیاتھابلکہ وہ خوداپنی جانوں پرظلم کرتے تھے۔《4》بنی اسرائیل کی اخلاقی حالت اتنی پست ہوچکی تھی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے مذکورہ بالاتمام احسانات کوفراموش کردیااورسرکشی اورنافرمانی ان کاشیوہ بن گئی،اوراللہ تعالیٰ کےاحکام کامذاق اڑاناان کی فطرت ثانیہ بن گئی جب اللہ تعالیٰ انہیں کوئی حکم دیتااس کی نافرمانی کرتےاوراس کےساتھ حقارت آمیزمعاملہ کرتے۔(تیسیر الرحمٰن:1/501)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3:اس واقعے سے کیا پتا چلتا ہے؟

جواب:《1》اس واقعے سے یہ پتا چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرنے والے عذاب کے مستحق ہوتے ہیں۔《2》اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرنے والوں کے لئے تنبیہ حقیقت بن جاتی ہے۔《3》اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرنے والے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ کر نہیں جا سکتے۔

رکوع نمبر 11

وَسۡـَٔلۡهُمۡ عَنِ الۡقَرۡيَةِ الَّتِىۡ كَانَتۡ حَاضِرَةَ الۡبَحۡرِۘ اِذۡ يَعۡدُوۡنَ فِى السَّبۡتِ اِذۡ تَاۡتِيۡهِمۡ حِيۡتَانُهُمۡ يَوۡمَ سَبۡتِهِمۡ شُرَّعًا وَّيَوۡمَ لَا يَسۡبِتُوۡنَ ۙ لَا تَاۡتِيۡهِمۡ ۛۚ كَذٰلِكَ ۛۚ نَبۡلُوۡهُمۡ بِمَا كَانُوۡا يَفۡسُقُوۡنَ(163)

اور آپ ان سے اس بستی کے بارے میں پوچھیں جو سمندر کے کنارے تھی، جب وہ سبت (ہفتے کے دن) کے بارے میں حد سے تجاوز کرتے تھے، جب کہ ہفتے کے دن ان کی مچھلیاں سر اٹھائے ان کے پاس آجاتی تھیں اور جس دن ہفتہ نہ ہوتا وہ ان کے پاس نہیں آتی تھیں، ہم نے ایسے ہی ان کی آزمائش کی اس وجہ سے جو وہ نافرمانی کرتے تھے۔(163)

سوال1:وَسۡـَٔلۡهُمۡ عَنِ الۡقَرۡيَةِ الَّتِىۡ كَانَتۡ حَاضِرَةَ الۡبَحۡرِ ''اور آپ ان سے اس بستی کے بارے میں پوچھیں جو سمندر کے کنارے تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》وَسۡـَٔلۡهُمۡ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ اے محمد ﷺ! ان یہودیوں سے پوچھیں۔《2》عَنِ الۡقَرۡيَةِ الَّتِىۡ كَانَتۡ حَاضِرَةَ الۡبَحۡرِ ''اس بستی کے بارے میں پوچھیں جو سمندر کے کنارے تھی'' جو سمندر کے کنارے تھی یعنی ارض مقدس کے شہروں میں سے ایک شہر تھا۔

سوال2:سمندر کے کنارے والی بستی کون سی تھی؟

جواب:قرآن حکیم نے بستی کا نام نہیں بتایا اس کی ضرورت نہیں تھی۔البتہ یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ کوئی ساحلی علاقہ تھا اور واقعے کے کردار بنی اسرائیل کے اہم افراد تھے۔

سوال3:اِذۡ يَعۡدُوۡنَ فِى السَّبۡتِ ''جب وہ سبت (ہفتے کے دن) کے بارے میں حد سے تجاوز کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اِذۡ يَعۡدُوۡنَ ہفتے کے دن حد سے بڑھ جاتے تھے اسی سے ہے۔(بخاری،کتاب التفسیر)《2》بنی اسرائیل نے اپنے اوپر ظلم کیا، وہ حد سے بڑھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو سزا دی۔《3》فِى السَّبۡتِ ''سبت (ہفتے کے دن) کے بارے'' اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ہفتے کے دن کی تعظیم کا حکم دیا تھا کہ اس روز شکار نہ کریں۔یہ ان کے لیے آزمائش تھی۔《4》وہ ہفتے کے دن حرام کیا گیا شکار کیا کرتے تھے۔

سوال4:سبت کا دن کیسے مقرر ہوا؟

جواب:《1》بنی اسرائیل نے چھٹی کا دن مقرر کرنے کا مطالبہ کیا تھا جس میں وہ آرام اور عبادت کریں۔جس میں معاشی سرگرمیاں نہ ہوں۔《2》ان کے مطالبے پر ہفتے کا دن مقرر ہوا بائبل کے مطابق یہ حکم تھا کہ سبت کی خلاف ورزی کرنے والے کو مار ڈالا جائے۔(خروج باب:31)

سوال5:اللہ تعالیٰ نے سبت کی آزمائش میں ڈال کر انہیں کیا سمجھانا چاہا تھا؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے یہ سمجھانا چاہا تھا کہ وہ خواہشات اور لالچ سے کیسے چھٹکارہ حاصل کر سکتے ہیں۔

سوال6:بنی اسرائیل کو اس آزمائش میں ڈالنا کس لحاظ سے ضروری تھا؟

جواب:بنی اسرائیل کو یہ سمجھانا اس لحاظ سے ضروری تھا کہ انہوں نے غلامی کی طویل زندگی گزاری تھی جس کی وجہ سے ان میں اخلاقی کمزوریاں پیدا ہوگئی تھیں۔اور اب بنی اسرائیل کو خلافت کی ذمہ داری ادا کرنی تھی اس لیے ارادے کی پختگی اور ضبط نفس کی آزمائش ضروری

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تھی۔

سوال7: اِذۡ تَاۡتِيۡهِمۡ حِيۡتَانُهُمۡ يَوۡمَ سَبۡتِهِمۡ شُرَّعًا ’’جب کہ ہفتے کے دن ان کی مچھلیاں سر اٹھائے ان کے پاس آ جاتی تھیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ جب ان کی مچھلیاں کثیر تعداد میں پانی کی سطح پر تیرتی ہوئی آتی تھیں۔ ﴿2﴾ شُرَّعًا پانی کے اوپر تیرتے ہوئے۔ (بخاری، کتاب التفسیر) ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کی شان ہے ہفتے کے دن مچھلیوں کا یہ حال ہوتا کہ چاروں طرف سے سمٹ کر جمع ہو جاتیں حتیٰ کہ کوئی ہاتھوں سے بھی پکڑنا چاہتا تو پکڑ لیتا۔

سوال8: وَّيَوۡمَ لَا يَسۡبِتُوۡنَ ۙ لَا تَاۡتِيۡهِمۡ ’’اور جس دن ہفتہ نہ ہوتا وہ ان کے پاس نہیں آتی تھیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: وَّيَوۡمَ لَا يَسۡبِتُوۡنَ یعنی ہفتے کے باقی دنوں میں لَا تَاۡتِيۡهِمۡ: وہ ان کے پاس نہیں آتی تھیں۔ مچھلی ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی تھی۔ وہ سمندر میں واپس چلی جاتی تھیں۔

سوال9: بنی اسرائیل نے سبت کے دن کی خلاف ورزی کیسے کی تھی؟

جواب: ﴿1﴾ سبت کے دن میں بنی اسرائیل کی آزمائش تھی سبت کے دن مچھلیاں ساحل کے قریب آ جاتیں اس طرح شکار آسان ہو جاتا مگر وہ مچھلیاں پکڑ نہیں سکتے تھے کیونکہ ہفتے کے دن شکار حرام تھا۔ ﴿2﴾ جب ہفتہ نہ ہوتا تو مچھلیاں بھی قریب نہ آتیں۔ یوں چھ دن میں شکار کرنے کا موقع نہ رہا۔ ہفتے کا دن جو ممنوع تھا وہی اب شکار کے لیے باقی رہ گیا۔ ﴿3﴾ یہود نے حیلے کے ذریعے حرام کو حلال کرنا شروع کر دیا۔ وہ ہفتے کے دن شکار نہ کرتے مگر سمندر کا پانی کاٹ کر اپنے حوضوں میں لے آتے۔ یوں ہفتے کے دن مچھلیاں پانی کے ساتھ ان کے حوضوں میں آ جاتیں۔ اس کے بعد وہ حوض کا منہ بند کر کے مچھلیوں کی واپسی کا راستہ روک دیتے پھر اگلے دن اتوار کو پکڑ لیتے۔ اس طرح وہ ایک حرام کام کو حلال کر کے اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے لگے۔

سوال10: كَذٰلِكَ ۚ نَبۡلُوۡهُمۡ بِمَا كَانُوۡا يَفۡسُقُوۡنَ ’’ہم نے ایسے ہی ان کی آزمائش کی اس وجہ سے جو وہ نافرمانی کرتے تھے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ كَذٰلِكَ اسی طرح یعنی اس طرح آزمایا۔ ﴿2﴾ نَبۡلُوۡهُمۡ بِمَا كَانُوۡا يَفۡسُقُوۡنَ ’’ہم نے ان کی آزمائش کی اس وجہ سے جو وہ نافرمانی کرتے تھے‘‘ یعنی ان کے فسق کی وجہ سے، اپنے رب اور اس کے رسول کی اطاعت سے نکلنے کی وجہ سے۔ ﴿3﴾ یعنی یہ ان کا فسق تھا۔ (تفسیر سعدی: 942/1)

سوال11: انسان حیلے کب تلاش کرتا ہے؟

جواب: جب اللہ تعالیٰ کا خوف ختم ہو جاتا ہے تو انسان حیلے تلاش کرتا ہے پھر لوگ ظاہری اشیاء دیکھتے ہیں مقصد اور معنی نہیں دیکھتے۔ (یعنی ظاہریت پرستی در آتی ہے)

سوال12: حیلے کے ذریعے کام کرنا کیسا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ حیلے کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے ناجائز کردہ کو جائز بنا کر کرنا گناہ ہے، سرکشی میں اضافہ ہے۔ ﴿2﴾ حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ’’اغاثۃ اللھفان‘‘ میں دین میں حیلہ سازی کی حرمت پر اسی آیت سے استدلال کیا ہے۔ لکھتے ہیں: اسلام اور مسلمانوں کے خلاف شیطان کی ایک فریب کاری، دین میں حیلہ، مکر اور دھوکہ دہی کو راہ دینا ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال بنایا جاتا ہے، فرائض کو ساقط کیا جاتا ہے اور اوامر ونواہی کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے، اور یہی وہ باطل رائے ہے جس کی مذمت پر سلف صالحین کا اتفاق ہے۔ (تیسیر الرحمٰن: 503/1)

سوال13: قانون کی پابندی کیسے ہوتی ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: قانون کی پابندی دل سے ہوتی ہے اور دل تب پابندی کرتے ہیں جب ان کے اندر اللہ تعالیٰ کا خوف ہوتا ہے۔
سوال14: کیا محض سزا کے خوف سے پابندی کروائی جاسکتی ہے؟
جواب: اگر کوئی قانون محض سزا کے خوف سے نافذ کرنے کی کوشش کی جائے تو ممکن نہیں کہ پابندی ہوجائے کیونکہ اتنے نگران نہیں ہوسکتے جو ہر فرد کی نگرانی کریں اور دوسرے اگر ہوں بھی تو تنہائی میں نگرانی کون کرسکتا ہے۔
سوال15: جو شخص جائز ذرائع سے ضروریات پوری کرنے پر قناعت نہیں کرتا وہ اپنے آپ کو کس خطرے میں ڈال لیتا ہے؟
جواب: جو شخص جائز ذرائع سے ضروریات پوری کرنے پر قناعت نہ کرے وہ اپنے آپ کو اس خطرے میں ڈالتا ہے کہ اس کے لیے جائز ذرائع کا دروازہ سرے سے بند کردیا جائے اور پھر ناجائز ذریعے کے علاوہ اس کے لیے مال کمانے کی کوئی صورت نہ رہے۔

وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۭ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ(164)

اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا: ''تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ تعالیٰ ہلاک کرنے والا ہے یا ان کو عذاب دینے والا ہے، سخت عذاب؟'' انہوں نے کہا: ''تمہارے رب کے حضور معذرت کے لیے اور شاید وہ اللہ تعالیٰ سے ڈر جائیں۔''(164)

سوال1: وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا'' اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا: ''تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ تعالیٰ ہلاک کرنے والا ہے یا ان کو عذاب دینے والا ہے، سخت عذاب'' کی وضاحت کریں؟
جواب:《1》وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ'' اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا'' اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو یاد کرنے کا حکم دیا ہے جب اس بستی والوں میں سے ایک گروہ اس دوسرے گروہ کو سمجھاتا تھا جو کہ سرکشی کرنے والوں کو سمجھاتے تھے۔《2》امت لوگوں کا وہ مجموعہ ہے جو ایک نظریہ رکھتا ہو جس کی سوچ ایک جیسی ہو جس کی قیادت ایک ہو۔《3》لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا': تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ تعالیٰ نے عذاب دینا ہے۔ ان کو نصیحت کرنے کا فائدہ نہیں کیونکہ وہ حرام کام کرتے ہیں، خیر خواہی کی بات نہیں سنتے بلکہ ظلم اور سرکشی پر جمے ہوئے ہیں۔《4》وہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ تو انہیں سزا دے گا یا عذاب، آپ کیوں اپنے آپ کو ہلکان کر رہے ہو۔
سوال2: جو لوگ نصیحت سے روکتے ہیں ان کا کیا مؤقف ہوتا ہے؟
جواب:《1》وعظ و نصیحت کی ضرورت نہیں نہ اس کا کوئی فائدہ ہے۔《2》اللہ تعالیٰ نے جن کی ہلاکت کا فیصلہ کرلیا ہے ان کو نصیحت کرنے کا کیا فائدہ۔
سوال3: قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ'' انہوں نے کہا: ''تمہارے رب کے حضور معذرت کے لیے'' کی وضاحت کریں؟
جواب:《1》نصیحت کرنے والے کہتے تھے ہم برائیوں سے روکتے رہیں گے اور ان کو نصیحت کرتے رہیں گے۔《2》ہم اپنے رب کے حضور اپنے لیے عذر پیش کرنے کو نصیحت کرتے ہیں۔《3》نصیحت کرنے والے ان کی ہدایت سے مایوس نہیں تھے۔《4》وہ سمجھتے تھے کہ نافرمانیاں چھوڑی جاسکتی ہیں۔ ہم نصیحت کریں تو شاید وہ بھی اس نافرمانی کو چھوڑ دیں۔ ہوسکتا ہے کہ نصیحت ان کے کام آجائے۔ ہوسکتا ہے کہ ملامت اثر کرجائے۔《5》برائی پر روکنے کا بڑا مقصد اللہ تعالیٰ کے یہاں معذرت پیش کرنا ہے۔
سوال4: وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ'' اور شاید وہ اللہ تعالیٰ سے ڈر جائیں'' کی وضاحت کریں؟
جواب:《1》نصیحت کرنے والوں نے کہا شاید کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطا کردے اور وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پابندی کرنے لگ جائیں اور اس کے روکے سے رک جائیں۔《2》وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ'' اور شاید وہ اللہ تعالیٰ سے ڈر جائیں''، ہوسکتا ہے وہ توبہ کرلیں اور اس سرکشی ک و

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ترک کردیں۔(ایسر التفاسیر:492)

سوال5:امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام کرنے والوں نے اپنے کام کی کیا دلیل دی؟

جواب:《1》دوسروں کو نصیحت کرنا فرض ہے۔《2》اگر ہم یہ فرض ادا نہیں کریں گے تو قیامت کے دن معقول عذر پیش نہیں کر سکتے۔《3》اگر ہم نصیحت کریں گے تو ممکن ہے کہ لوگوں کے دل کے اندر اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہو اور وہ سیدھے راستے پر آجائیں۔

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۢ بَىِٕيْسٍۢ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ(165)

پھر جب انہوں نے بھلا دیا جو انہیں نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان لوگوں کو نجات دی جو برائی سے روکا کرتے تھے۔اور ان کو بدترین عذاب کے ساتھ پکڑ لیا جنہوں نے ظلم کیا کیونکہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔(165)

سوال1:فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ ''پھر جب انہوں نے بھلا دیا جو انہیں نصیحت کی گئی تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》جب اللہ تعالیٰ نے انہیں مہلت دی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل نہ کیا،نہ وہ اس کے روکے سے رکے۔《2》جب انہوں نے نصیحت بھلا دی تو نافرمانی پر جمے رہے۔

سوال2:اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ ''تو ہم نے ان لوگوں کو نجات دی جو برائی سے روکا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》''تو ہم نے ان لوگوں کو نجات دی جو برائی سے روکا کرتے تھے''اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت کے مطابق ان لوگوں کو عذاب سے بچا لیا جو برائی سے روکتے تھے اور نیکی کا حکم دیتے تھے۔《2》سیدنا طارق بن شہاب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ عید کے دن سب سے پہلے نماز سے قبل جس شخص نے خطبہ شروع کیا وہ مروان تھا۔ایک آدمی کھڑا ہو کر مروان سے کہنے لگا کہ نماز خطبہ سے پہلے ہونی چاہیے۔مروان نے جواب دیا وہ دستور اب چھوڑ دیا گیا(حاضرین میں سے)سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ بولے اس شخص پر شریعت کا جو حق تھا وہ اس نے ادا کر دیا(اب چاہے مروان مانے یا نہ مانے)میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ جو شخص تم میں سے کوئی بات شریعت کے خلاف دیکھے تو وہ ہاتھ سے اس کو بدل دے اگر ایسا ممکن نہ ہو تو زبان سے ایسا کرے اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو دل سے ہی اس کو برا جانے مگر یہ ضعیف ترین ایمان کا درجہ ہے۔(مسلم:177)

سوال3:وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۢ بَىِٕيْسٍۢ ''اور ان کو بدترین عذاب کے ساتھ پکڑ لیا جنہوں نے ظلم کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ''اور پکڑ لیا ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا''اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو پکڑ لیا جو سبت کا قانون توڑتے تھے۔《2》بِعَذَابٍۢ بَىِٕيْسٍۢ ''کو بدترین عذاب کے ساتھ''سخت عذاب میں۔اس سے مراد انسانیت کے مرتبے سے گرنے والوں کو بندر بنا دینے کا عذاب ہے۔《3》بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ''کیونکہ وہ نافرمانی کرتے تھے''اس جرم میں کہ وہ نافرمانی کرتے تھے یعنی اللہ تعالیٰ کی حدود سے نکل جاتے تھے۔《4》سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب لوگ ظالم کو (ظلم کرتے)دیکھیں اور اس کا ہاتھ نہ پکڑیں تو قریب ہے کہ اللہ کی طرف سے ان پر عام عذاب نازل ہو۔(ترمذی:101)《5》سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے سنا،وہ کہتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی حدود میں سستی برتنے والے اور اس میں مبتلا ہو جانے والے کی مثال ایک ایسی قوم کی سی ہے جس نے ایک کشتی(پر سفر کرنے کے لئے جگہ کے بارے میں)قرعہ اندازی کی پھر نتیجے میں کچھ لوگ نیچے سوار ہوئے اور کچھ اوپر۔نیچے کے لوگ پانی لے کر اوپر کی منزل سے گزرتے تھے اور اس سے اوپر والوں کو تکلیف ہوتی تھی۔اس خیال سے نیچے والا ایک آدمی کلہاڑی سے کشتی کا نیچے کا حصہ کاٹنے لگا۔(تا کہ نیچے ہی سے سمندر کا پانی لے لیا کرے)اب اوپر والے آئے اور کہنے لگے کہ یہ کیا کر رہے ہو؟ اس نے کہا کہ تم لوگوں کو(میرے اوپر آنے جانے سے)تکلیف ہوتی تھی اور میرے لئے بھی پانی ضروری تھا۔اب اگر انہوں نے نیچے والے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کا ہاتھ پکڑ لیا تو انہیں بھی نجات دی اور خود بھی نجات پائی۔لیکن اگر اسے یوں ہی چھوڑ دیا، تو انہیں بھی ہلاک کیا اور خود بھی ہلاک ہو گئے۔ (بخاری:2686)《6》سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا کہ اگر آپ فلاں صاحب (عثمان رضی اللہ عنہ) کے یہاں جا کر ان سے گفتگو کرو تو اچھا ہے تا کہ وہ یہ فساد دبانے کی تدبیر کریں۔انہوں نے کہا کیا تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ میں ان سے تم کو سنا کر تمہارے سامنے ہی بات کرتا ہوں۔ میں تنہائی میں ان سے گفتگو کرتا ہوں۔اس طرح پر کہ فساد کا دروازہ نہیں کھولتا، میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ سب سے پہلے میں فساد کا دروازہ سب سے پہلے کھولوں اور میں رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث سننے کے بعد یہ بھی نہیں کہتا کہ جو شخص میرے اوپر سردار ہو۔ وہ سب لوگوں میں بہتر ہے ۔لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے جو حدیث سنی ہے ، وہ کیا ہے؟ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ کو میں نے یہ فرماتے سنا تھا کہ قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اور جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔آگ میں اس کی آنتیں باہر نکل آئیں گی اور وہ شخص اس طرح چکر لگانے لگے گا جیسے گدھا اپنی چکی پر گردش کیا کرتا ہے۔جہنم میں ڈالے جانے والے اس کے قریب آ کر جمع ہو جائیں گے اور اس سے کہیں گے ''اے فلاں! آج یہ تمہاری کیا حالت ہے؟ کیا تم اچھے کام کرنے کے لیے نہیں کہتے تھے، اور کیا تم برے کاموں سے ہمیں منع نہیں کیا کرتے تھے؟'' وہ شخص کہے گا: ''جی ہاں! میں تمہیں تو اچھے کاموں کا حکم دیتا تھا لیکن خود نہیں کرتا تھا۔ برے کاموں سے تمہیں منع بھی کرتا تھا لیکن میں اسے خود کیا کرتا تھا۔'' اس حدیث کو غندر نے بھی شعبہ سے، انہوں نے اعمش سے روایت کیا ہے۔ (بخاری:3267)

سوال4: جب انسان اللہ تعالیٰ کے احکامات کو بھلا دیتے ہیں تو انسانوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے کیا فیصلہ ہو جاتا ہے؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ برائی سے روکنے والوں کو بچا لیتے ہیں۔《2》باقی سب ظالموں کو نافرمانیوں کی پاداش میں پکڑ لیا جاتا ہے۔

فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ(166)

پھر جب انہوں نے اس میں سرکشی کی جس سے انہیں روکا گیا تھا تو ہم نے ان سے کہا کہ ذلیل بندر بن جاؤ۔(166)

سوال1: فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ ''پھر جب انہوں نے اس میں سرکشی کی جس سے انہیں روکا گیا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》جب وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں حد سے بڑھ گئے۔(قرطبی:221/4)《2》جب انہوں نے سبت کے بارے میں زیادتی کی اور اس چیز کو حلال کر لیا جسے اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا تھا مچھلی کے شکار اور اس کے کھانے وغیرہ کے بارے میں۔(جامع البیان:109/9)《3》جب اللہ تعالیٰ کے حکم کے بارے میں انہوں نے سرکشی اختیار کی اور وہ سنگ دل ہو گئے تو انہوں نے نصیحت حاصل نہیں کی۔

سوال2: قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ''تو ہم نے ان سے کہا کہ ذلیل بندر بن جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》قُلْنَا لَهُمْ ہم نے ان سے کہا یعنی اللہ تعالیٰ کی تقدیر نے انہیں گھیرے میں لے لیا۔《2》كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ''ذلیل بندر بن جاؤ'' اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ بندر بن گئے اور اس کی رحمت سے دور ہو گئے۔《3》ان لوگوں کو اتنی سخت سزا اس لیے دی گئی کہ وہ لوگ نافرمانیوں میں ڈوب گئے جو یہ کفر بھی ہے، ظلم بھی ہے اور فسق بھی ہے۔《4》ان میں سے جو لوگ باقی بچ گئے ان پر رب العزت نے ذلت، محکومی اور محتاجی مسلط کر دی۔

سوال3: انسانوں کو بندر کیوں بنایا گیا؟

جواب:《1》انسانوں نے اپنے آپ کو مرتبہ انسانیت سے گرایا تھا۔《2》انسانوں کی خاصیت ہے اور ہونی چاہیے کہ ان کی قوت ارادی ان کی خواہشات پر غالب رہے۔انہوں نے قوت ارادی کی بجائے خواہشات کی پابندی اختیار کی جو کہ حیوانوں کی خصوصیت ہے تو انہیں کہا گیا بندر بن جاؤ۔اسی مقام کو تم نے اپنے لیے خود پسند کیا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وَ اِذۡ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبۡعَثَنَّ عَلَيۡهِمۡ اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ مَنۡ يَّسُوۡمُهُمۡ سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيۡعُ الۡعِقَابِ ۖۚ وَ اِنَّهٗ لَغَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ(167)

اور جب آپ کے رب نے صاف اعلان کر دیا کہ وہ ان پر قیامت کے دن تک ضرور ایسے لوگ بھیجتا رہے گا جو ان کو بدترین عذاب چکھاتے رہیں گے، بلاشبہ آپ کا رب یقیناً جلد سزا دینے والا ہے اور یقیناً وہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔(167)

سوال1: وَ اِذۡ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبۡعَثَنَّ عَلَيۡهِمۡ اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ مَنۡ يَّسُوۡمُهُمۡ سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ ’’اور جب آپ کے رب نے صاف اعلان کر دیا کہ وہ ان پر قیامت کے دن تک ضرور ایسے لوگ بھیجتا رہے گا جو ان کو بدترین عذاب چکھاتے رہیں گے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》وَ اِذۡ تَاَذَّنَ رَبُّكَ: جب رب العزت نے واضح طور پر بتا دیا تھا۔《2》لَيَبۡعَثَنَّ عَلَيۡهِمۡ اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ مَنۡ يَّسُوۡمُهُمۡ سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ ’’کہ وہ ان پر قیامت کے دن تک ضرور ایسے لوگ بھیجتا رہے گا جو ان کو بدترین عذاب چکھاتے رہیں گے‘‘ لَيَبۡعَثَنَّ: یسلطن۔ وہ ضرور مسلط کرے گا۔《3》مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یہود و نصاریٰ پر قیامت کے دن تک اللہ تعالیٰ ایسے لوگ مسلط کرے گا جو ان کو برے عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے امت محمد ﷺ کو بھیجا کہ ان سے جزیہ لیں اور وہ چھوٹے ہو کر رہیں۔(ابن ابی حاتم:1603/5)《4》برے عذاب سے مراد ذلت اور مسکنت کا عذاب ہے۔(ایسر التفاسیر:492)《5》یہودی قیامت تک ذلیل و خوار اور لوگوں سے دبے رہیں گے۔ خود سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ان پر سات سال یا تیرہ سال تک محصول لگایا۔ آپ ہی نے سب سے پہلے محصول لگایا پھر یہودیوں پر ہمیشہ ہی دوسروں کی حکومت رہی، کبھی یونانیوں کی، کبھی کشانیوں کی، کبھی کلدانیوں کی اور اور کبھی عیسائیوں کی۔ یہ ہر ایک عہد حکومت میں ذلیل و خوار رہے اور ٹیکس دیتے رہے اور انہیں کبھی ذلت کی پستی سے ابھرنا نصیب نہیں ہوا۔ اسلامی عہد میں بھی ان سے برابر جزیہ وصول کیا جاتا رہا۔ آخر میں یہ لوگ دجال کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے لڑیں گے اور مسلمان عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مل کر ان کا استقبال کر دیں گے۔(مختصر ابن کثیر:637/1)《6》سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اصفہان کے یہودیوں میں سے ستر ہزار یہودی دجال کی اتباع کریں گے جو چادریں اوڑھے ہوئے ہوں گے۔(صحیح مسلم:405/2)《7》سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ مسلمان یہودیوں سے قتال نہ کر لیں مسلمان ان کو قتل کریں گے یہاں تک کہ کوئی یہودی کسی پتھر یا درخت کے پیچھے چھپ جائے گا تو درخت یا پتھر کہے گا کہ اے مسلم! اے اللہ کے بندے یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے اسے قتل کر دے البتہ غرقد کا درخت ایسا نہ کرے گا کیونکہ وہ یہودیوں کے درختوں میں سے ہے۔(مسلم:396/2)《8》تاریخ بتاتی ہے کہ (الف) یہود کبھی بخت نصر اور کبھی ٹیٹس وغیرہ کی سختیوں کا نشانہ بنے۔(ب) یہود کو ہٹلر نے تباہ و برباد کیا۔(ج) یہود مسلمانوں کی سرپرستی میں بھی دیے گئے۔

سوال2: اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيۡعُ الۡعِقَابِ ’’بلاشبہ آپ کا رب یقیناً جلد سزا دینے والا ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》جو اپنے کفر پر قائم رہتا ہے اور وصیتوں کو پھینک دیتا ہے آپ کا رب اس کے لیے جلد عذاب دینے والا ہے۔(تفسیر قاسمی:289/7)《2》اللہ تعالیٰ اس شخص کو بہت جلد سزا دیتا ہے جو اس کی نافرمانی کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اس دنیا میں بھی اس پر جلدی سے عذاب بھیج دیتا ہے۔(تفسیر سعدی:944/1)

سوال3: وَ اِنَّهٗ لَغَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ’’اور یقیناً وہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》جو کوئی توبہ کرے، ایمان لائے اور نیک عمل کرے اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس کے گناہ بخش دیتا ہے۔(تفسیر قاسمی:289/7)《2》جو سچے دل سے توبہ کر کے اپنے رب کے آگے جھک جائے اللہ تعالیٰ اسے معاف کر کے اس پر اپنا رحم فرماتا ہے تو اس سے ڈرتے بھی رہیں اور اس کی رحمت کے امیدوار بھی رہیں۔《3》اللہ تعالیٰ اس شخص کے لیے بہت غفور و رحیم ہے جو کوئی توبہ کر کے اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ وہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اس کے گناہ بخش دیتا ہے، اس کے عیوب کی پردہ پوشی کرتا ہے، اس پر رحم کرتے ہوئے اس کی نیکیوں کو قبول فرماتا ہے وہ اسے ان نیکیوں پر انواع واقسام کے ثواب عطا کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:944/1)《4》رب العزت نے فرمایا: وَ اِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى اور بلاشبہ جس شخص نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے، پھر سیدھی راہ پر چلا، تو یقیناً میں بہت بخشنے والا ہوں۔(طٰہٰ:82)《5》سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر ایمان والا اللہ تعالیٰ کے غضب اور عذابوں سے پوری طرح واقف ہوتا تو اس کے دل سے جنت کی طمع ہٹ جاتی یعنی وہ صرف عذابوں اور اللہ تعالیٰ کے غیض وغضب سے بچنے کے لیے کوشاں رہتا۔ اگر کافر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور رحمتوں کو جان لیتا تو کبھی بھی ناامید نہ ہوتا۔(بخاری:6469)

وَقَطَّعْنٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ۫ وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّیِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ(168)

اور ہم نے ان کو زمین میں گروہوں میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، ان میں سے کچھ نیک اور کچھ ان کے علاوہ تھے اور ہم نے انہیں اچھے اور برے حالات سے آزمایا تاکہ وہ پلٹ آئیں۔(168)

سوال1: وَقَطَّعْنٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اُمَمًا ”اور ہم نے ان کو زمین میں گروہوں میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا“ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》ہم نے بنی اسرائیل کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے زمین میں منتشر کر دیا جب کہ پہلے وہ متحد تھے۔《2》رب العزت نے فرمایا: وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِیْفًا ”اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے کہا کہ تم اس زمین میں رہو پھر جب آخرت کا وعدہ آجائے گا تو ہم تم سب کو اکٹھا کر کے لائیں گے۔“(بنی اسرائیل:104)

سوال2: مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ”ان میں سے کچھ نیک اور کچھ ان کے علاوہ تھے“ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ ان میں سے کچھ نیک ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار ہیں اور انسانوں کے ساتھ حسن معاملہ کرنے والے ہیں۔《2》ان میں سے صالح وہ لوگ تھے جنہوں نے سبت کی خلاف ورزی کر کے اپنے اوپر ظلم نہیں کیا۔《3》وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ”اور ان میں سے کچھ ان کے علاوہ تھے“ ان میں کچھ دوسری طرح کے لوگ ہیں جو ویسے نیک نہیں ہیں یا نیکی میں درمیانی درجے پر ہیں یا کمتر درجے پر یا وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔《4》ان میں سے کافر اور فاسق لوگ بھی ہیں جنہوں نے انبیاء کو ناحق قتل کیا اور ان ہی میں سے جھوٹ سننے والے، احکام بدلنے کے لیے جھوٹ اور رشوت کھانے والے ہیں۔ وہ بھی تدریجاً مفسد بنے آج ہم مسلمانوں میں بھی یہی چیز مشاہدہ کرتے ہیں۔(تفسیر مراغی:429/3)

سوال3: وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّیِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ”اور ہم نے انہیں اچھے اور برے حالات سے آزمایا تاکہ وہ پلٹ آئیں“ کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:《1》وَبَلَوْنٰهُمْ اور ہم نے اپنی سنت کے مطابق انہیں آزمایا۔《2》بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّیِّاٰتِ ”اچھے اور برے حالات سے“ (الف) خیر اور شر سے۔ (ب) آسانی اور تنگی کے ذریعے سے۔《3》حسنہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی بھلائی ہے۔ حسنہ سرکشوں کی سرکشی میں مزید اضافہ کر کے سزا کا مستحق بناتی ہے یوں حسنہ کے ذریعے بھی اللہ تعالیٰ آزمائش میں مبتلا کرتے ہیں۔

《4》لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ”تاکہ وہ پلٹ آئیں“ یعنی وہ نافرمانیوں سے رک جائیں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف پلٹ آئیں۔(الاساس:2041/4)《5》شاید کہ وہ اپنے کفر سے لوٹ آئیں۔(تفسیر قرطبی:222/4)《5》شاید کہ وہ ہلاکت کی وادی سے واپس لوٹ آئیں جس میں وہ مقیم ہیں اور اس ہدایت کی طرف رجوع کریں جس کے لیے ان کو پیدا کیا گیا ہے۔ پس ان میں ہمیشہ سے نیک، بد اور متوسط لوگ موجود رہے ہیں۔(تفسیر سعدی:944/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4:اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش کب رحمت بنتی ہے؟
جواب:《1》جب آزمائش کی وجہ سے انسان مسلسل اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے۔《2》جب وہ غافل نہیں ہوتا۔
سوال5:یہود کا ارض مقدس میں اجتماع کس چیز کی علامت ہے؟
جواب:یہ اس چیز کی علامت ہے کہ شاید ان کی پوری قوت اجتماعی طور پر ہلاک کی جانے والی ہے۔
سوال6:کسی منتخب قوم پر اگر غیر قومیں مسلط ہوں اور وہ چھوٹے چھوٹے جغرافیائی ٹکڑوں میں بٹ جائیں تو یہ کس چیز کی علامت ہے؟ایسے موقع پر قوم کو کیا کرنا چاہیے؟
جواب:《1》یہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کی علامت ہے۔《2》قوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنا چاہیے۔

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ۭ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ ۭ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ(169)

سو ان کے بعد ناخلف لوگ جانشین ہوئے جو کتاب کے وارث بنے ،وہ اس حقیر دنیا کا مال ومتاع سمیٹتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عنقریب ہمیں تو بخش ہی دیا جائے گا اور اگر ایسا ہی مال ومتاع ان کے سامنے پھر آئے تو اس کو بھی لے لیں گے،کیا ان پر کتاب کا پختہ عہد نہیں لیا گیا تھا؟ کہ وہ اللہ تعالیٰ پر حق کے سوا کوئی اور بات نہ کہیں گے،اورانہوں نے پڑھ رکھا ہے جو بھی اس میں ہے اور آخرت کا گھر ہی ان کے لیے بہترین ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہتے ہیں،کیا پھر بھی تم سمجھتے نہیں ہو؟(169)

سوال1:فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ ’’سو ان کے بعد ناخلف لوگ جانشین ہوئے جو کتاب کے وارث بنے‘‘ کی وضاحت کریں؟
جواب:《1》مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اس سے مراد نصاریٰ ہیں۔(الدر المنثور:255/3)《2》وَّرِثُوا الْكِتٰبَ جو تورات کے وارث بنے۔(ایسر التفاسیر:492)《3》جو ناخلف پہلے لوگوں کے جانشین بنے ان کا شر بہت بڑھ گیا۔《4》انہوں نے اپنے بزرگوں سے کتاب پڑھی تھی لیکن ان کا عمل اس پر نہیں تھا۔(فتح القدیر:326/2)اس میں عیسائی اور غیر عیسائی سب شامل ہیں۔
سوال2:يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى ’’وہ اس حقیر دنیا کا مال ومتاع سمیٹتے ہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟
جواب:’’وہ اس حقیر دنیا کا مال ومتاع سمیٹتے ہیں‘‘《1》ناخلف جانشین اللہ تعالیٰ کی کتاب کے وارث بنے تو مرجع خلائق بن گئے۔《2》انہوں نے اپنی خواہشات کے مطابق کتاب کو بدلنا شروع کر دیا۔《3》لوگ انہیں مال دے کر ناحق فتوے لینے لگے۔《4》انہوں نے حق کے خلاف فیصلے دیے اس طرح ان کے اندر رشوت عام ہوگئی۔《5》یہ لوگ حق کے بدلے دنیا جمع کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔
سوال3:وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ’’اور کہتے ہیں کہ عنقریب ہمیں تو بخش ہی دیا جائے گا‘‘ کی وضاحت کریں؟
جواب:《1》ابوالشیخ نے کہا کہ انہیں دنیا کے مال ومتاع میں سے جو چیز پیش کی جاتی تھی وہ اسے لے لیتے تھے۔ہم اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتے ہیں اور ہم اس سے توبہ کرتے ہیں۔(فتح القدیر:328/2)《2》نبی ﷺ نے فرمایا عاجز وہ ہے جو اپنے نفس کو خواہشات کے پیچھے لگا لے اور اللہ تعالیٰ پر امید باندھے۔(ترمذی:638/4)《3》ان کا یہ قول حقیقت سے خالی ہے،کیونکہ درحقیقت یہ استغفار ہے نہ مغفرت کی طلب ہے۔اگر انہوں نے حقیقت میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کی ہوتی،تو اپنے کئے پر ان کو ندامت ہوتی اور اس کی اعادہ نہ کرنے کا عزم کرتے۔(تفسیر سعدی:945,944/1)
سوال4:وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ’’اور اگر ایسا ہی مال ومتاع ان کے سامنے پھر آئے تو اس کو بھی لے لیں گے‘‘ کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:《1》ان پر جب کبھی کوئی اور موقع آتا تو جھوٹ بولتے اور دل کو تسلی دیتے کہ توبہ کرلیں گے اللہ تعالیٰ گناہ معاف کرنے والا ہے یہی زندگی بھر ان کا طریقہ رہا۔توبہ پر توبہ اور گناہ پر گناہ۔وہ بدترین جانشین بنے۔《2》رب العزت نے فرمایا:فَخَلَفَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوۡفَ يَلۡقَوۡنَ غَيًّا پھر ان کے بعد ایسے جانشین اُن کی جگہ آئے جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشات نفس کے پیچھے لگ گئے،تو جلد ہی وہ گمراہی کو ملیں گے۔(مریم:59)《3》یہ لوگ جھوٹی امیدیں باندھ کر دھوکے میں مبتلا ہیں۔جب ان سے پوچھا جائے یہ سب کیوں کرتے ہو تو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہے۔《4》آج امت مسلم کا حال ان سے بھی برا ہے۔مالی بدعنوانیاں،رشوت خوری ،ذخیرہ اندوزی،سودخوری عام ہے۔تشابھت قلوبھم ان کے دل آپس میں مل گئے ہیں۔یااللہ اس امت کے گناہ معاف کر کے سیدھے راستے پر چلا دیجیے۔(آمین)

سوال5:اگلی نسلوں کے ناخلف جانشیں جو کتاب کے وارث ہوئے ان کی یہاں کیا صفات بیان کی گئی ہیں؟

جواب:《1》ناخلف جانشین کتاب پڑھتے تھے مگر زندگی اس کے مطابق نہیں ڈھالتے تھے۔《2》ان کا دل کتاب کا اثر قبول نہیں کرتا تھا۔《3》ان کا طرز عمل کتاب کے مطابق نہیں بدلتا تھا۔《4》کتاب ان کے نزدیک ایک علم بن گیا جس کو پڑھا پڑھایا جاتا ہے۔《5》وہ دنیاوی مقاصد کی طرف لپک لپک کر بڑھتے تھے۔《6》وہ اس خوش فہمی میں مبتلا رہتے تھے کہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

سوال6:اَلَمۡ يُؤۡخَذۡ عَلَيۡهِمۡ مِّيۡثَاقُ الۡكِتٰبِ اَنۡ لَّا يَقُوۡلُوۡا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الۡحَقَّ وَدَرَسُوۡا مَا فِيۡهِ ''ان پر کتاب کا پختہ عہد نہیں لیا گیا تھا؟ کہ وہ اللہ تعالیٰ پر حق کے سوا کوئی اور بات نہ کہیں گے،اور انہوں نے پڑھ رکھا ہے جو بھی اس میں ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》کیا گناہ کرتے ہوئے ڈھٹائی کا مظاہرہ کرنے والوں کو جو کہتے ہیں گناہ معاف ہو جائیں گے اور ہم توبہ کرلیں گے،یہ یاد نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے کتاب کا پختہ عہد لیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ پر حق کے سوا کوئی بات نہیں کریں گے۔انہیں کیا ہو گیا ہے کہ اپنی خواہشات نفس کے پیچھے وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔《2》وَدَرَسُوۡا مَا فِيۡهِ ''اور انہوں نے پڑھ رکھا ہے جو بھی اس میں ہے''انہوں نے جان بوجھ کر کیا ہے کیونکہ وہ علم رکھتے تھے۔انہیں بصیرت حاصل تھی۔ان کا رویہ سخت ملامت کا باعث ہے اور یہ بدترین سزا تک پہنچانے والا ہے۔انہوں نے آخرت پر دنیا کو ترجیح دی۔

سوال7:کتاب میں کیا عہد لیا گیا تھا؟

جواب:《1》کتاب میں یہ عہد لیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے سچ کے سوا کوئی اور بات نہ کریں گے۔《2》کتاب میں بے جا حجتیں نہیں کریں گے۔

سوال8:ابتدائی دور کے مقابلے میں بعد کی نسلوں سے دین داری کی روح کیسے نکل جاتی ہے؟

جواب:《1》ابتدائی دور میں لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہوتے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں بعد کی نسلوں کے لوگ دنیادار ہو جاتے ہیں۔《2》ابتدائی دور میں لوگ کتاب پڑھتے ہیں اسے اللہ تعالیٰ کا کلام سمجھتے ہیں،اس پر عمل کرتے ہیں،ذمہ داریاں پوری کرتے ہیں۔بعد کی نسلوں کے لوگ کتاب کو اپنا ورثہ سمجھتے ہیں جس پر عمل کرنا اپنی ذمہ داری خیال نہیں کرتے۔《3》ابتدائی دور میں لوگ آخرت کی جواب دہی کا گہرا احساس رکھتے ہیں بعد میں آنے والے آخرت کو بھول جاتے ہیں اور دنیا پرستی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔《4》ابتدائی دور میں لوگ اللہ تعالیٰ کو اپنا رب بناتے ہیں اسی سے حلال وحرام اور صحیح اور غلط کے اصول اخذ کرتے ہیں۔بعد کے دور میں لوگ خواہشات کو رب بنا لیتے ہیں۔《5》ابتدائی دور میں لوگ اپنے اعمال کو بخشش کے لیے ضروری سمجھتے ہیں بعد میں آنے والے اپنے آپ کو افضل امت سمجھتے ہیں۔

سوال9:پڑھنا کس کے لیے مفید ثابت ہوتا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: جس کے دل میں علم اتر جائے، جولوگ پڑھیں اسے اپنا عقیدہ بنائیں، اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور آخرت کی جوابدہی کا خوف رکھیں ان ہی کے لیے پڑھنا مفید ہوسکتا ہے۔

سوال10: وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ''اور آخرت کا گھر ہی ان کے لیے بہترین ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہتے ہیں، کیا پھر بھی تم سمجھتے نہیں ہو؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ''اور آخرت کا گھر ہی ان کے لیے بہترین ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہتے ہیں'' آخرت کا گھر ان لوگوں کے لیے ہے جو حرمتوں کے پردے نہ پھاڑیں، جو گناہوں سے بچیں، ان امور سے بچیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے، جو رشوت سے پرہیز کریں، جو خواہش کے نہیں رب کے عبادت گزار بنیں۔ ﴿2﴾ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ''کیا پھر بھی تم سمجھتے نہیں ہو؟'' کیا تمہیں سمجھ نہیں کہ کس چیز کو ترجیح دینی چاہیے؟ کس کے لیے بھاگ دوڑ کرنی چاہیے؟ کس چیز کو سب سے پہلی ترجیح پر رکھنا چاہیے؟ ﴿3﴾ عقل تو انجام پر نظر رکھتی ہے۔ جو جلد حاصل ہونے والی دنیا کو ترجیح دیتا ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والی نعمتوں سے محروم رہ جاتا ہے اس کے پاس عقل کہاں ہے؟

سوال11: انسان کو آخرت کے اجر کی امید کیا دیتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ آخرت کے اجر کی امید کی وجہ سے انسان دنیاوی مفادات کی کشش سے نکل سکتا ہے۔ ﴿2﴾ آخرت کے اجر کی امید سے دل درست ہوسکتے ہیں۔ ﴿3﴾ آخرت کے اجر کی امید سے نظامِ زندگی درست ہوسکتے ہیں۔ ﴿4﴾ آخرت کے اجر کی امید سے انسان کی نفسیات کی اصلاح ہوسکتی ہے۔ ﴿5﴾ آخرت کے اجر کی امید سے انسان کی عملی زندگی کی اصلاح ہوسکتی ہے۔ ﴿6﴾ آخرت کے اجر کی امید انسان کو طمع اور لالچ سے روک دیتی ہے۔ ﴿7﴾ آخرت کے اجر کی امید دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے سے روک سکتی ہے۔ ﴿8﴾ آخرت کے اجر کی امید مرغوباتِ نفس سے روکتی ہے۔ ﴿9﴾ آخرت کے اجر کی امید خواہشات پر کنٹرول کرواتی ہے۔ ﴿10﴾ آخرت کے اجر کی امید سے انسان دنیا کی محرومیاں برداشت کرلیتا ہے۔ ﴿11﴾ آخرت کے اجر کی امید سے انسان دنیا کی اغراض اور آخرت کے مفادات میں ثابت قدم رہ سکتا ہے۔

سوال12: متقی اور آخرت پر ایمان لانے والے کی زندگی کیسی ہوتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جولوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں ایسے لوگ عفو و درگزر سے کام لیتے ہیں۔ ﴿2﴾ ثابت قدم رہتے ہیں۔ ﴿3﴾ ان کے دل مطمئن رہتے ہیں۔ ﴿4﴾ کامیابی کا پورا یقین رکھتے ہیں۔

سوال13: فکرِ آخرت کے بغیر کون سی بیماری جنم لیتی ہے؟

جواب: فکرِ آخرت کے بغیر ساری اخلاقی بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ معاشرتی بیماریوں میں سے رشوت، فساد، ظلم، لاپرواہی، لالچ اور فساد سبھی کچھ فکرِ آخرت کے بغیر جنم لینے والی بیماریاں ہیں۔

سوال14: جولوگ دنیاوی مفادات کے پیچھے بھاگتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کا کیا علاج بتاتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ یہ واضح کرتے ہیں کہ آخرت کی قیام گاہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لیے بہتر ہے اتنی سی بات نہیں سمجھتے۔

وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ(170)

اور جولوگ کتاب اللہ کو مضبوطی سے تھامتے ہیں اور انہوں نے نماز قائم کی، یقیناً ہم اصلاح کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔(170)

سوال1: وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ''اور جولوگ کتاب اللہ تعالیٰ کو مضبوطی سے تھامتے ہیں اور انہوں نے نماز قائم کی'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ:جو لوگ اپنے دینی امور میں کتاب اللہ کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں۔(تفسیر قاسمی:291/7)﴿2﴾یعنی علم وعمل کے لحاظ سے کتاب اللہ سے تمسک کرتے ہیں۔کتاب اللہ کے احکام واخبار کاعلم رکھتے ہیں۔کتاب اللہ کے احکام واخبار کاعلم،جلیل ترین علم ہے۔وہ کتاب اللہ کے اوامر کاعلم رکھتے ہیں جن میں ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک دلوں کا سرورروح کی فرحت اوران کے دین ودنیا کی بھلائی ہے۔(تفسیر سعدی:946,945/1)﴿3﴾وَاَقَامُواالصَّلٰوۃَ''اورانہوں نے نماز قائم کی''کتاب اللہ کے احکام میں سب سے زیادہ پابندی کے ساتھ ادا کیا جانے والا فریضہ جوواجب ہے ظاہری اور باطنی طور پر نماز قائم کرنا ہے۔﴿4﴾وہ نماز کو اس کی حدود میں قائم کرتے ہیں اوراس کے اوقات کو ضائع نہیں کرتے۔(جامع البیان:116,115/9)﴿5﴾اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر اس کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ باقی عبادات کے قیام کا سبب ہے۔

سوال2:تمسک بالکتاب سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾قوت کے ساتھ کتاب کو پکڑنا۔﴿2﴾سنجیدگی کے ساتھ اس کے اصولوں کو رائج کرنا۔

سوال3:کتاب سے تعلق کے کون سے دوراستے ہیں؟

تمسک بلکتاب	کتاب پر زبانی ایمان
کتاب کوسنجیدگی کے ساتھ قبول کرنا	کتاب کے بارے میں سوچنا بھی زندگی کے پروگرام میں شامل نہ ہو
کتاب کوقوت کے ساتھ پکڑنا	کتاب کے احکامات کے مقابلے میں ہٹ دھرمی اختیار کرنا
کتاب میں پختگی حاصل کرنا	کتاب کے علم کو اپنے لیے ضروری خیال نہ کرنا اور زندگی کے معاملات میں اپنی مرضی کرنا
کتاب کے ساتھ اطمینان حاصل کرتے ہیں	کتاب کے بارے میں شکوک وشبہات کا شکار ہونا

سوال4:اِنَّالَانُضِيْعُ اَجْرَالْمُصْلِحِيْنَ''یقیناً ہم اصلاح کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے''کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾جولوگ کتاب کومضبوطی سے تھامتے ہیں اورنماز قائم کرتے ہیں ان کا سارے کا سارا عمل بھلائی پر مبنی ہوتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم اصلاح کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔﴿2﴾جولوگ اپنی نیت،قول اور عمل کی اصلاح کرتے ہیں یعنی اپنے دل،زبان اور اعضاء کے اعمال کی اصلاح کرنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کی اصلاح کرتے ہیں،اللہ تعالیٰ ان کا اجر کبھی ضائع نہیں کرتا۔﴿3﴾یہ آیت اور اسی نوعیت کی دوسری آیات اس امر پر دلیل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو اصلاح کرنے کے لیے مبعوث فرمایا جو جتنا صالح ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ وہ رسولوں کے قریب ہوتا ہے۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ نے تمسک بالکتاب اور اقامت صلوٰۃ کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔﴿5﴾تمسک بالکتاب اوراقامت صلوٰۃ سے ہی اپنی اور معاشرے کے افراد کی اصلاح کا کام ہوسکتا ہے۔﴿6﴾جس معاشرے کے افراد تمسک بالکتاب اوراقامت صلوٰۃ کا فریضہ ادا نہیں کرتے اس معاشرے میں بگاڑ آجاتا ہے۔

وَاِذْنَتَقْنَاالْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ(171)

اور جب ہم نے پہاڑ کو ہلا کر ان کے اوپر اٹھا دیا گویا وہ سائبان ہے اورانہوں نے یقین کرلیا کہ وہ ان پر واقعتاً گرنے والا ہے۔جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے اسے قوت سے پکڑو اور جو بھی اس میں ہے اسے یاد رکھو تاکہ تم بچ جاؤ۔(171)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1:وَ اِذۡ نَتَقۡنَا الۡجَبَلَ فَوۡقَهُمۡ ''اور جب ہم نے پہاڑ کو ہلا کران کے اوپراٹھادیا'' کی وضاحت کریں؟
جواب:اللہ رب العزت نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ یاد کرو جب ہم نے پہاڑ کوان کے اوپر اٹھایا۔جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو قبول کرنے سے انکارکردیا تھاتواس نے پہاڑ کوان کے سروں پر معلق کردیا تھا۔
سوال2:كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّ ظَنُّوۡۤا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمۡ ''گویاوہ سائبان ہےاورانہوں نے یقین کرلیا کہ وہ ان پرواقعتاً گرنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟
جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے عہد لینے کے لیے پہاڑ کوان کے سروں پر معلق کردیا تھا یوں کہ وہ سمجھے پہاڑ ان پر گرنے کو ہے۔《2》سیدنا موسیٰ علیہ السلام جب اللہ تعالیٰ کے احکامات لے کر بنی اسرائیل کے پاس گئے تو سامری کے بچھڑا بنانے اورقوم کی گئو پرستی پرانہوں نے شدید غصے کا اظہار کیا۔پھر جب ان کا غصہ دور ہوا تو وہ اسرائیلیوں کو لے کر مقدس زمین کی طرف روانہ ہوئے۔سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ان پر اللہ تعالیٰ کے احکامات پیش کیے توانہوں نے ماننے سے انکارکردیا۔اللہ تعالیٰ کے حکم سے سیدنا جبرائیل علیہ السلام پہاڑ کواٹھالائے اوران کے سروں پرلاکر معلق کردیا۔سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا:یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے کیا تم اس کے احکامات قبول کروگے؟اس کے حلال وحرام کے مطابق عمل کروگے؟انہوں نے جواب دیا:آپ سکھا دیں آسان ہوئے تو مان لیں گے۔سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا:سنے بغیر مان لو۔بولے نہیں۔سیدنا موسیٰ علیہ السلام اقرار کروانے کی کوشش کرتے رہےاوروہ انکار کرتے رہےتو اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کو حکم دیا پہاڑا کھڑ کرآسمان میں اڑااوران کے سروں پر آمعلق ہوا۔موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:تم نے اللہ تعالیٰ کا فرمان نہیں سنا کہ وہ کیا فرمارہاہے؟اس کا حکم ہے کہ تورات کو بلاچون وچرامان لوورنہ یہ پہاڑ تمہاری ہڈی پسلی ایک کردے گا۔آخر خطرہ دیکھ کرسب سجدے میں گر گئے اور پہاڑ کے گرنے کے ڈر سے بائیں آنکھ تو سجدہ گاہ پرتھی اوردائیں آنکھ سے پہاڑ دیکھ رہے تھے کہ کہیں گر نہ جائے۔آج تک یہودیوں کا یہی سجدہ ہے۔ان کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سجدے سے اپناعذاب ہٹالیا تھا۔(مختصر ابن کثیر:640,639/1)
سوال3:یہود کے لیےاتنی خوفناک صورت حال کیوں پیدا کی گئی تھی؟
جواب:یہ صورت حال اس لیے پیدا کی گئی کہ وہ عہد کرتے ہی توڑ ڈالتے تھے۔اب کی بار ایسی صورت میں عہد لیا گیا کہ دوبارہ عہد شکنی کے بارے میں سوچ نہ سکیں۔
سوال4:خُذُوۡا مَاۤ اٰتَيۡنٰكُمۡ بِقُوَّةٍ وَّاذۡكُرُوۡا مَا فِيۡهِ ''جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے اسے قوت سے پکڑواور جو بھی اس میں ہے اسے یادرکھو'' کی وضاحت کریں؟
جواب:《1》خُذُوۡا مَاۤ اٰتَيۡنٰكُمۡ بِقُوَّةٍ یعنی جو کچھ تورات کے احکامات آئے ہلیں ان کو پوری کوشش کے ساتھ اور قوت کے ساتھ پکڑو۔《2》وَّاذۡكُرُوۡا مَا فِيۡهِ ''اور جو بھی اس میں ہے اسے یادرکھو''یعنی اس کتاب میں تدبر کرو،اس کو حفظ کرو،اس کے اوامر ونواہی کی حفاظت کرو(تفسیر الثعالبی:92/3)《3》یعنی درس،مباحثےاور عمل کے ذریعے سے اس کے مضامین کو یادرکھو۔(تفسیر سعدی:946,945/1)
سوال5:لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ ''تا کہ تم بچ جاؤ'' کی وضاحت کریں؟
جواب:جب تم یہ سب کچھ کروگےتوامید ہے کہ بچ جاؤ گے۔
رکوع نمبر:12

وَ اِذۡ اَخَذَ رَبُّكَ مِنۡۢ بَنِىۡۤ اٰدَمَ مِنۡ ظُهُوۡرِهِمۡ ذُرِّيَّتَهُمۡ وَاَشۡهَدَهُمۡ عَلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ‌ ۚ اَلَسۡتُ بِرَبِّكُمۡ‌ ؕ قَالُوۡا بَلٰى‌ ۛۚ شَهِدۡنَا ‌ۛۚ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنۡ هٰذَا غٰفِلِيۡنَ (172)

اور جب آپ کے رب نے اولاد آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا اوران کی جانوں پرانہیں گواہ بنایا:''کیا میں تمہارا رب نہیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہوں؟''انہوں نے کہا:''کیوں نہیں! ہم نے گواہی دی''ایسا نہ ہو کہ تم قیامت کے دن کہو کہ ہم تو یقیناً اس سے غافل تھے۔(172)

سوال1: وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ '' اور جب آپ کے رب نے اولا دآدم کی پشتوں سے ان کی اولا دکو نکالا اور ان کی جانوں پر انہیں گواہ بنایا:''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ رب العزت نے اپنے نبی محمد ﷺ سے فرمایا: اے محمد! یاد کرو جب تمہارے رب نے انسانوں کی صلبوں سے ان کی اولا دکو نکالا پھر ان سے توحید کا اقرار کروایا۔(جامع البیان:118/9)《2》وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ '' اور ان کی جانوں پر انہیں گواہ بنایا:''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟'' اللہ تعالیٰ نے ان سب سے اس بات کا اقرار کرا لیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی ان کا رب اور سچا معبود ہے اور اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اسی فطری توحید پر پیدا کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا: فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۭ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ڎ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ چنانچہ آپ یکسو ہو کر اپنا رخ دین پر قائم رکھیں، اللہ تعالیٰ کی فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں، یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔(الروم :30)(مختصر ابن کثیر:640/1)《3》یعنی ان کی فطرت میں اپنے رب ہونے، ان کا خالق و مالک ہونے کا اقرار ودیعت کر کے اپنی ربوبیت کے اثبات کا اقرار کروایا۔(تفسیر سعدی:947/1)

سوال2: وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ '' اور ان کی جانوں پر انہیں گواہ بنایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اور انہیں ان کے اپنے اوپر گواہ بنایا یعنی لوگوں کو عملاً اٹھا کر ان سے اقرار لیا گیا۔ یہ اقرار ان کے خلاف تھا۔

سوال3: اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰي ڔ شَهِدْنَا '' کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟'' انہوں نے کہا:''کیوں نہیں! ہم نے گواہی دی۔'' انسانی فطرت نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا عہد کر رکھا ہے؟

جواب:《1》انسانی فطرت کا عہد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو لاشریک لہ ٹھہرائے گی۔《2》یہ عہد اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ہے۔《3》یہ عہد انسان کے وجود کی گہرائیوں میں موجود ہے۔ انسان کی پیدائش کے وقت سے اس کے ہر خلیے میں یہ عہد رکھ دیا جاتا ہے۔ انسان کا ہر خلیہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کرتا ہے۔ انسان اس عہد کے مطابق دنیا میں آتا ہے۔

《4》انسان اس عہد کا شعور رکھتا ہے۔ جب تک انسان کی فطرت میں بگاڑ پیدا نہیں ہوتا انسان اسی کے مطابق چلتا ہے۔ جب بگاڑ آتا ہے تو یہ اندرونی شعور کام کرنا چھوڑ دیتا ہے اور انسان باہر کی راہ نمائی کے مطابق کام کرتا ہے۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے کس طرح اولا دآدم کی پشتوں سے ان کی اولا دکو نکالا؟

جواب:《1》یہ اللہ تعالیٰ کے غیوب میں سے ایک غیب ہے۔《2》سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا:''تمہارے رب نے آدم علیہ السلام کی پشت کو چھوا اس سے وہ تمام جرثومے برآمد ہوئے جنہیں اللہ تعالیٰ قیامت تک پیدا کرنے والا تھا۔ اب اللہ تعالیٰ نے ان سے پختہ عہد لیا اور انہیں ان کے خلاف گواہ ٹھہرایا اور پوچھا:''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟'' تو ان سب نے جواب دیا:''ہاں!''《3》سائنسی انکشافات یہ بتاتے ہیں کہ جین کے اندر وہ ساری خصوصیات موجود ہوتی ہیں جو بعد میں فرد کی صورت میں سامنے آتی ہیں حالانکہ یہ (سیل) خلیے کی شکل میں ہوتا ہے۔ ان خلیوں میں تین ہزار ملین انسانوں کا ریکارڈ محفوظ ہوتا ہے، جس میں ان کی تمام خصوصیات موجود ہوتی ہیں۔ ان خلیوں کا حجم ایک مکعب سینٹی میٹر سے زیادہ نہیں ہوتا۔《4》سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سیدنا حسن بصری رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے جس نے اس آیت کی تفسیر اس کے مطابق کی ہے ان لوگوں نے یہ کہا اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کا لفظ نہیں بنی آدم کا لفظ استعمال کیا ہے من ظهره نہیں بلکہ من ظهورهم ان کی پشتوں سے کہا ہے ذريتهم کے لفظ سے بھی یہ پتہ چلتا ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو نسلاً بعد نسلاً اس دنیا میں مختلف

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

زمانوں میں پیدا ہوتے ہیں۔

سوال5: قَالُوْا بَلٰى ۚ شَهِدْنَا ۚ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ''انہوں نے کہا: ''کیوں نہیں! ہم نے گواہی دی۔'' ایسا نہ ہو کہ تم قیامت کے دن کہو کہ ہم تو یقیناً اس سے غافل تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》قَالُوْا بَلٰى '''' انہوں نے کہا: ''کیوں نہیں!'' اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو دین حنیف پر پیدا کیا ہے مگر باطل عقائد کی وجہ سے عقل وفکر بگاڑ کا شکار ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے انسان اصل فطرت سے ہٹ کر چلنے لگتا ہے۔《2》اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کی معرفت ہی فطرت ہے۔(تفسیر قاسمی:300/7)《3》سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے۔ پس اس کے والدین اسے یہودی، نصرانی اور مجوسی بنا دیتے ہیں۔ جیسے کہ جانور کے پورے اعضاء والا جانور پیدا ہوتا ہے کیا تمہیں ان میں کوئی کٹے ہوئے عضو والا جانور معلوم ہوتا ہے'' پھر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اگر تم چاہو تو آیت: فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ '' پڑھ لو یعنی: ''(اے لوگو!) اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی فطرت (دین اسلام) کو لازم کر لو۔ جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔'' (صحیح مسلم:6755)《4》قَالُوْا بَلٰى ۚ شَهِدْنَا ۚ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ''انہوں نے کہا: ''کیوں نہیں! ہم نے گواہی دی۔'' ایسا نہ ہو کہ تم قیامت کے دن کہو کہ ہم تو یقیناً اس سے غافل تھے''۔ یعنی ہم نے تم سے اقرار کروایا تو تم نے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کیا کہ اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے اور ہم نے یہ اقرار اس لیے کروایا کہ کہیں قیامت کے دن تم انکار کر کے یہ نہ کہو کہ ہم پر تو اللہ تعالیٰ کی حجت قائم نہیں ہوگی اور اس بارے میں ہمارے پاس کوئی علم نہیں تھا بلکہ ہم تو اس سے بالکل غافل تھے۔ آج تمہاری حجت باقی نہیں رہی اور اللہ تعالیٰ کی حجت تم پر قائم ہو گئی۔《5》اس فطری عہد کے بعد اب کوئی فرد بشر قیامت کے دن یہ نہیں کہہ سکے گا کہ ہمیں تو پیغام پہنچا ہی نہیں تھا۔ یا یہ کہ ہم تو اپنے آباؤ اجداد کے نقش قدم پر چلتے رہے اس لئے ہمارا مواخذہ کیوں ہو رہا ہے۔ جب ایک فرد بشر کی فطرت پکار پکار کر توحید باری تعالیٰ کی گواہی دے رہی ہے، اور اللہ تعالیٰ کے سامنے نہ جھکنے یا اس کے علاوہ غیروں کے سامنے جھکنے کا انکار کر رہی ہے تو قیامت کے دن کسی مشرک و کافر کے پاس کون سا عذر باقی رہے گا۔ و باللہ التوفیق۔ (تیسیر الرحمٰن:507/1)

سوال6: کیا انسان کے لیے یہ عذر مفید ہو سکتا ہے کہ میں غفلت کا شکار ہو گیا تھا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان کو فطرت پر پیدا کیا پھر رسول بھیجے، کتابیں بھیجیں اب کسی انسان کے لیے یہ بات مفید نہیں ہو سکتی کہ میں تو غفلت کا شکار ہو گیا تھا کیونکہ حجت تمام ہو چکی۔

اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ (173)

یا تم کہو کہ اس سے پہلے ہمارے باپ دادا نے شرک کیا تھا اور ہم تو ان کے بعد کی ایک نسل تھے، تو کیا تو ہمیں اس کی وجہ سے ہلاک کرے گا جو باطل پرستوں نے کیا؟(173)

سوال1: اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ''یا تم کہو کہ اس سے پہلے ہمارے باپ دادا نے شرک کیا تھا اور ہم تو ان کے بعد کی ایک نسل تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》'' یا تم کہو کہ اس سے پہلے ہمارے باپ دادا نے شرک کیا تھا'' اللہ رب العزت نے توجہ دلائی کہ فطری میثاق کے بعد اب تم یہ حجت پیش نہیں کر سکتے کہ ہمارے باپ دادا نے شرک کو گھڑ لیا تھا اور ہم سے پہلے وہ اسی طریقے پر گامزن تھے۔《2》وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ '' اور ہم تو ان کے بعد کی ایک نسل تھے''، ہم نے تو ان کی پیروی کی کہ ہم ان کی اولاد تھے۔

سوال2: اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ '' تو کیا تو ہمیں اس کی وجہ سے ہلاک کرے گا جو باطل پرستوں نے کیا؟'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: یعنی کیا آپ ہمیں ہمارے باپ دادا کے شرک کی وجہ سے ہلاک کریں گے۔

سوال3: کیا انسان اپنے فطری عہد کے باوجود اللہ تعالیٰ سے دوری کا راستہ اختیار کرسکتا ہے؟

جواب:《1》انسان میں ہدایت اور گمراہی دونوں کی استعداد ہے۔《2》اس کو صحیح راستے سے جنوں اور انسانوں میں سے شیاطین ہٹاتے ہیں۔ صحیحین میں عیاض ابن عمار رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میں نے اپنے بندوں کو سیدھا پیدا کیا۔اس کے بعد شیاطین آئے اور انہوں نے بندوں کو ان کے دین سے پھیر دیا پھر ان پر وہ چیزیں حرام کر دیں جو حلال تھیں۔''(بخاری، مسلم)《3》اس کو صحیح راستے سے ہٹانے کے لیے شیاطین انسان کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں اس وجہ سے انسان عہد کے باوجود اللہ تعالیٰ سے دوری کا راستہ اختیار کرسکتا ہے۔

سوال4: کیا اللہ تعالیٰ نے انسان کو فطری صلاحیتوں کی بنیاد پر ذمہ دار ٹھہرایا ہے؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے انسان کو محض فطری صلاحیت پر ہدایت کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا اور نہ عقل وفہم کی بنیاد پر اس سے جواب طلب کرنا ہے۔《2》اللہ تعالیٰ نے اس مقصد کے لیے رسول بھیجے تا کہ وہ سیدھے راستے کی طرف ان کی راہ نمائی کریں اور جو کام کرنے سے عقل اور انسانی کمزوریاں قاصر ہیں وہ کام نصیحت اور تلقین سے ہو جائے یعنی انسان اپنے رب کا راستہ اختیار کر لے۔

سوال5: رسولوں کی آمد کا مقصد کیا ہے؟

جواب《1》اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سنانا۔《2》ان کی فطرت پر چڑھے ہوئے زنگ کو اتارنا، اس کے نفس کا تزکیہ کرنا۔《3》ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دینا۔

سوال6: اللہ تعالیٰ نے ہدایت کا دارومدار کس پر رکھا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر فطری صلاحیت اور عقلی قوت کے کافی ہونے کے باوجود حساب کتاب کا دارومدار رسالت اور دعوت پر رکھا ہے۔

وَ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ(174)

اور ہم آیات ایسے ہی تفصیل سے بیان کرتے ہیں تا کہ وہ رجوع کریں۔(174)

سوال1: وَ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ''اور ہم آیات ایسے ہی تفصیل سے بیان کرتے ہیں تا کہ وہ رجوع کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ رب العزت نے فرمایا: اور اسی طرح اے محمد! ہم نے آپ ﷺ کی قوم کے لیے اس سورت کی آیات کو تفصیل سے بیان کیا اور ہم نے آپ کی قوم سے پہلے کی قوموں کے حالات واضح کیے ہیں کہ کیسے غیر اللہ کی عبادت کرنے ، شرک اور کفر کرنے کی وجہ سے انہیں عبرت ناک عذاب دیا گیا۔اسی طرح ہم اپنی آیات آپ کی قوم کے لیے اور دوسروں کے لیے واضح کرتے ہیں۔(جامع البیان:127,128/9)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات کیوں نازل کیں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے آیات اس لیے اتاریں تا کہ انسان اپنی فطرت پر واپس آجائے۔《2》تا کہ وہ فطری صلاحیت کو کام میں لائے۔《3》تا کہ یاددہانی سے ہدایت پائے۔

سوال3: وَ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ''تا کہ وہ رجوع کریں'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:《1》شاید کہ وہ اس چیز کی طرف رجوع کریں جس کا اللہ تعالیٰ نے ان سے مطالبہ کیا ہے یعنی ایمان ،توحید کا اقرار اور میرے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا۔《2》شاید کہ وہ اس عہد کی طرف لوٹیں جو اللہ تعالیٰ سے کیا ہے اور برائیوں سے باز آجائیں۔(تفسیر سعدی:948/1)《3》شاید کہ وہ شرک اور کفر سے توبہ کرلیں۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ(175)

اور انہیں آپ اس شخص کی خبر پڑھ کر سنائیں جسے ہم نے اپنی آیات عطا کیں تو وہ ان سے صاف نکل گیا پھر شیطان نے اس کو اپنے پیچھے لگالیا تو وہ گمراہوں میں سے ہوگیا۔(175)

سوال1:وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ''اور انہیں آپ اس شخص کی خبر پڑھ کر سنائیں جسے ہم نے اپنی آیات عطا کیں تو وہ اُن سے صاف نکل گیا پھر شیطان نے اس کو اپنے پیچھے لگالیا تو وہ گمراہوں میں سے ہوگیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ کو حکم دیا ہے کہ اے محمد! اپنی قوم کو اس شخص کے بارے میں خبر پڑھ کر سنا دو جسے ہم نے اپنی آیات کا علم دیا تھا۔یعنی کتاب اللہ کا علم دیا اور وہ اس کا ماہر بن گیا۔《2》نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا '' (اور انہیں آپ) اس شخص کی خبر (پڑھ کر سنائیں) جسے ہم نے اپنی آیات عطا کیں''اس آیت کے شان نزول کے سلسلے میں یہ مشہور ہے کہ اسرائیلیوں کا ایک بزرگ تھا مگر اسے نبی کہنا غلط ہے۔(ابن جریر)《3》وہ شخص علماء بنی اسرائیل میں سے تھا جو مستجاب الدعوآت تھا۔نازک موقعوں پر اسرائیلی اس کو آگے کر دیا کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ کے نبی موسیٰ علیہ السلام نے اسے شاہ مدین کی طرف اللہ تعالیٰ کی دعوت دینے کے لیے بھیجا تو بادشاہ نے اسے جاگیر عطا کرکے اپنا ہمنوا بنالیا اور اس نے پیغمبر کا دین چھوڑ کر بادشاہ کا دین اختیار کرلیا۔(تفسیر منیر:173/5)

سوال2:فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ''تو وہ ان سے صاف نکل گیا پھر شیطان نے اس کو اپنے پیچھے لگالیا تو وہ گمراہوں میں سے ہوگیا''وہ شخص اللہ تعالیٰ کی آیات سے کیسے نکل بھاگا؟

جواب:جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام فوج لے کر جبابرہ سے جنگ کرنے گئے تو اس قوم کا بزرگ جس کا نام بلعام تھا۔اس سے اس کی قوم کے رشتہ داروں اور ممتاز لوگوں نے درخواست کی کہ آپ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے حق میں بددعا کریں لیکن اس نے یہ کہہ کرانکار کردیا کہ میں اپنی دنیا اور آخرت برباد نہیں کرتا۔آخر لوگوں کے اصرار پر مروت میں آکر اس نے بددعا کی تو اللہ تعالیٰ نے کرامت سلب کرلی اور اس کے خاص مقام سے اسے گرادیا۔(مختصر ابن کثیر:641/1)《2》رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''مجھے تم ہر اس شخص سے اندیشہ ہے جو قرآن مجید کی تلاوت کرے گا پھر جب اس کے چہرے سے قرآن مجید کی شادابی جھلکنے لگے گی اور اسلام کی چادر اوڑھ لے گا اور دن بدن دینی عروج پر ہوگا تو یکایک اس سے ہٹ جائے گا۔قرآن مجید پس پشت ڈال دے گا اور اپنے ہمسایوں پر تلوار کھینچ کر دوڑے گا اور ان پر شرک کا الزام لگائے گا۔''میں نے پوچھا ''اے اللہ کے رسول ﷺ! شرک سے قریب تر کون ہو گا الزام لگانے والا یا الزام لگایا جانے والا ؟''فرمایا:''الزام لگانے والا''۔(مسند ابو یعلیٰ)《3》وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کے علم سے حقیقی طور پر متصف نہ ہوا کیونکہ آیات الٰہی کا علم صاحب علم کو مکارم اخلاق اور محاسن اخلاق سے متصف کردیتا ہے اور اسے اعلیٰ ترین درجات اور بلند ترین مقامات پر فائز کردیتا ہے۔پس اس نے کتاب کو چھوڑ دیا اور ان اخلاق کو دور پھینک دیا جن کا حکم کتاب اللہ دیتی تھی اور ان اخلاق کو اس طرح (اپنی ذات سے) اتار دیا جس طرح لباس اتارا جاتا ہے۔جب وہ آیات الٰہی سے نکل گیا تو شیطان اس کے پیچھے لگ گیا اور جب وہ مضبوط پناہ گاہ سے نکل بھاگا تو شیطان اس پر مسلط ہوگیا اور یوں وہ ادنیٰ ترین لوگوں میں شامل ہوگیا شیطان نے اسے گناہوں پر آمادہ کیا (اور وہ گناہوں میں گھر گیا)۔(تفسیر سعدی949/1)《4》فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ جب اس نے اللہ تعالیٰ کی آیات چھوڑ دیں وہ ان سے نکل بھاگا تو شیطان اس کے پیچھے لگ گیا کیونکہ اس کے پاس نور بصیرت اور ہدایت رہی نہ تھی اس لیے وہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اس کے اور شیطان کے وسوسوں کے قبول کرنے کے درمیان حائل نہ ہوئی۔(تفسیر مراغی:436/3) فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ''تو وہ گمراہوں میں سے ہوگیا'' وہ شخص صاحب علم تھا، ہدایت یافتہ تھا اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے نفع مند علم پر عمل کرتا تھا۔ جب شیطان نے اسے گناہوں پر آمادہ کرلیا اور وہ ان میں گھر گیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی پناہ سے نکل کر اپنے نفس کی پناہ میں آ گیا اور گمراہ ہوگیا۔

سوال3: عہد فطرت کو توڑنے کی مثال کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》ایک شخص جسے اللہ تعالیٰ نے آیات کا علم دیا، اس نے فطری عہد کو توڑا اور اللہ تعالیٰ کی آیات سے پھر گیا۔《2》اللہ تعالیٰ نے اس پر فضل وکرم کیا، اسے اپنی آیات عطا کیں، وہ ان کے دلائل پر غور کرسکتا تھا۔《3》اللہ تعالیٰ نے اسے علم کا لباس دیا، مواقع فراہم کیے کہ ہدایت لے اور اللہ تعالیٰ سے جڑ جائے اور بلندیوں تک پہنچ جائے۔《4》وہ اس ماحول سے جہاں اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم تھا، نکل بھاگا۔ ایسے جیسے کوئی اپنے لباس سے نکل جائے۔ اس نے بلندیوں اور پاکیزگی کی راہ لینے کے بجائے اپنے آپ کو گندگی میں لت پت کر دیا۔《5》وہ خواہشات کے پیچھے بھاگا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے ہوئے عہد کو مضبوطی سے نہ پکڑا۔《6》اس نے اللہ تعالیٰ کی آیات اور ہدایات سے اپنے آپ کو نہایت مشقت سے نکالا جیسے گوشت سے کھال کھینچ کر جدا کی جاتی ہے۔《7》ایسے موقع پر شیطان اس پر حملہ آور ہوا اور وہ گمراہ ہوگیا۔《8》پھر وہ اللہ تعالیٰ کے دائرے سے نکل کر بے قرار ادھر ادھر بھاگنے لگا۔

وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (176)

اور اگر ہم چاہتے تو اس کو ان آیات کے ذریعے بلند کردیتے مگر وہ تو زمین کی طرف جھک گیا اور اپنی خواہشات کے پیچھے چل پڑا تو اس کی مثال کتے جیسی ہے اگر آپ اس پر بوجھ ڈالیں تو زبان نکالے ہانپتا ہے، یا اسے چھوڑ دیں تو بھی وہ زبان نکالے ہانپتا ہے، یہ ان لوگوں کی مثال ہے جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلا دیا۔ لہٰذا آپ ان کو واقعات بیان کردیں تاکہ وہ غور وفکر کریں۔(176)

سوال1: وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ '' اور اگر ہم چاہتے تو اس کو ان آیات کے ذریعے بلند کردیتے مگر وہ تو زمین کی طرف جھک گیا اور اپنی خواہشات کے پیچھے چل پڑا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا '' اور اگر ہم چاہتے تو اس کو ان آیات کے ذریعے بلند کردیتے'' یعنی اگر ہم چاہتے تو اسے آیات کے نفع مند علم پر عمل صالح کی توفیق عطا فرماتے یوں وہ دنیا اور آخرت میں معزز مقام پاتا اور اپنے دشمن سے بھی محفوظ ہوجاتا۔《2》اگر ہم چاہتے تو اس کا مقام بلند کرتے اور علماء کے درجے کو پہنچا دیتے کہ ہم اسے عمل کی توفیق دیتے۔(تفسیر منیر:172/5)《3》وَلٰكِنَّهٗٓ '' مگر وہ'' اس نے ایسے کام کیے جو تقاضا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اسے اعمال صالحہ کی توفیق نہ دے۔《4》اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ '' زمین کی طرف جھک گیا'' اخلد بیٹھ رہا، پیچھے ہٹ گیا۔(بخاری: کتاب التفسیر)《5》وہ اپنی خواہشات و جذبات اور دنیا کے مقاصد کی طرف مائل ہوگیا۔《6》وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ '' اور اپنی خواہشات کے پیچھے چل پڑا'' اس نے اپنی خواہشات کے پیچھے اپنے رب کی اطاعت چھوڑ دی۔《7》اس نے دنیاوی وعارضی مفاد کی خاطر اللہ تعالیٰ کا انکار کردیا اور اس کتاب کو پس پشت ڈال دیا اور دامن جھاڑ کر اس سے ایسا الگ ہوگیا جیسے کوئی سانپ اپنے چمڑے کے خول سے نکل کر باہر چلا جاتا ہے۔(تیسیر الرحمٰن:507/1)

سوال2: اللہ تعالیٰ انسان کو آیات کے ذریعے بلندی عطا کرنا چاہتے ہیں پھر انسان بلندیوں تک کیوں نہیں پہنچتا؟

جواب: اللہ تعالیٰ آیات کا علم دے کر، اپنے قرب کے مواقع فراہم کرکے بلندی عطا کرنا چاہتے ہیں لیکن انسان زمین سے چمٹ جاتا ہے، مٹی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کی محبت اور خواہشات کی اتباع انسان کو آیات کے علم سے جڑنے نہیں دیتی۔انسان اللہ تعالیٰ کے قرب کے مواقع کھو کر دنیا کے قرب کے مواقع کی تلاش میں رہتا ہے۔وہ اللہ تعالیٰ کا دامن چھوڑ دیتا ہے اور دنیا کی محبت میں بلندیوں سے زمین پر گر پڑتا ہے۔

سوال3: فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ''تو اس کی مثال کتے جیسی ہے اگر آپ اس پر بوجھ ڈالیں تو زبان نکالے ہانپتا ہے، یا اسے چھوڑ دیں تو بھی وہ زبان نکالے ہانپتا ہے''اللہ تعالیٰ نے خواہشات کی اتباع کرنے والے کو کتے سے تشبیہ دی ہے، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: انسان کی فطرت اور جانور کی فطرت میں فرق ہے۔﴿1﴾جانور اپنی فطرت کی خلاف ورزی پر قدرت نہیں رکھتا۔وہ مجبور ہیں کہ عملی طور پر بھی وہی کچھ کریں جو ان کے اندر فطرت انہیں سبق دیتی ہے۔﴿2﴾انسان اپنی فطرت کا شعور رکھتا ہے لیکن اس کے مطابق عمل کرنے کے معاملے میں آزاد ہے۔جب بھی کوئی چیز اس کے سامنے آتی ہے تو اس کا ضمیر اسے بتاتا ہے کہ صحیح کیا ہے اور غلط کیا ہے۔یہی وہ مقام ہے جہاں انسان کا امتحان ہورہا ہے۔اسی بنا پر جنت اور جہنم کا فیصلہ ہونا ہے۔﴿3﴾جس وقت انسان اپنی فطرت کے مطابق علم وفہم کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا تو وہ اپنے آپ کو جانور کی سطح پر لے آتا ہے جو اپنی خواہشات کے ہاتھوں مجبور ہے۔﴿4﴾کتے کی مثال اس لیے دی ہے کہ وہ اچھے سلوک پر بھی ہانپتا ہے اور برے سلوک پر بھی، یہی حال اس انسان کا ہے جس کو اللہ تعالیٰ دیتا ہے تب بھی وہ سرکش رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ واپس لے لیتا ہے تب بھی وہ اس کی طرف رجوع نہیں کرتا۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے جس کے لیے کتے کی مثال دی ہے اس کی خاص برائیاں کیا تھیں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ کی آیات، ہدایات کو جھٹلانا۔﴿2﴾زمین کی محبت میں مبتلا ہو کر اس سے چمٹ جانا۔﴿3﴾خواہشات کی پیروی کرنا۔

سوال5: ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ''یہ ان لوگوں کی مثال ہے جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلا دیا''یہ مثال کن لوگوں پر پوری اترتی ہے؟

جواب:﴿1﴾ہر اس شخص پر یہ مثال پوری اترتی ہے جسے اللہ تعالیٰ آیات کا یعنی اپنی کتاب کا علم دے لیکن وہ اس کے تقاضوں پر نہ چلے ایمان کا راستہ اختیار نہ کرے، الٹا آیات ہی کو جھٹلا دے۔﴿2﴾ہر وہ شخص جو شیطان کی پیروی کرے، جو دنیا کے پیچھے زبان لٹکائے بھاگ رہا ہو، جو کبھی دنیا سے مطمئن نہ ہو، جس کی تکمیل دنیا کے ہاتھ میں چلی جائے، جس شخص پر نصیحت اثر نہ کرے اور وہ اللہ تعالیٰ کی بجائے اہل اقتدار کا طواف کرتا رہے۔جو لوگ خواہش نفس کی پیروی کرتے ہیں وہ آیات کو جھٹلاتے ہیں۔﴿3﴾یہ مثال ان لوگوں کی ہے جو علم اور ہدایت کے دائرے سے قدم نکال کر خواہش کا پرستار بن جائے وہ بھی کتوں کی طرح ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلاتا ہے اور دنیا کی مصلحتوں کی وجہ سے دین کو چھوڑ دیتا ہے۔﴿4﴾یعنی دنیا کی حرص اور اس کی طرف میلان میں اس کی کتے جیسی حالت ہوگئی ہے جو زبان باہر لٹکا کر سخت لالچی بنا رہتا ہے۔اس میں دل کو پاش پاش کر دینے والی حرص ہے۔کوئی کتے کی محتاجی دور نہیں کرسکتا۔﴿5﴾اس نے دنیاوی فائدوں کو ترجیح دی اور اپنے نفس کا غلام بنا رہا اور دنیا اس کا منتہائے مقصود رہی، کبھی قانع نہیں ہوا، ایک فائدہ حاصل ہوا تو دوسرے کے پیچھے دوڑنے لگا اور اسی حصول دنیا میں حیران وپریشان رہا، اسے کبھی سکون نہ ملا، اس کتے کی طرح جو ہر حال میں زبان نکالے ہانپتا رہتا ہے، چاہے وہ دوڑ رہا ہو یا بیٹھا ہو۔(تیسیر الرحمٰن :507/1)﴿6﴾تقاضا یہ تھا کہ وہ اس میں موجود دلائل وبراہین سے استفادہ کرکے اللہ تعالیٰ سے اپنا رشتہ استوار کرتا اور اصلاح وتقویٰ کی زندگی اختیار کرتا۔(تیسیر الرحمٰن :507/1)

سوال6: کن لوگوں کو اللہ تعالیٰ اس انجام سے بچا لیتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو برے انجام سے بچا لیتا ہے جو اس کی آیات کو مضبوطی سے پکڑتے ہیں۔جو زمین سے چمٹنے کی بجائے بلندی کی طرف

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اٹھتے ہیں ہر وہ کام کرتے ہیں جس سے رب سے جڑ جائیں۔ جو نفس کی خواہشات کو دباتے ہیں۔

سوال7: فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ''لہٰذا آپ ان کو واقعات بیان کردیں تاکہ وہ غوروفکر کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: فَاقْصُصِ الْقَصَصَ نبی ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ ﷺ ان کو واقعات سنا دیں۔﴿2﴾ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ '' تاکہ وہ غوروفکر کریں'' شاید وہ اللہ تعالیٰ کی آیات سے، مثالوں سے عبرت حاصل کریں۔ شاید وہ غور فکر کریں اور انہیں سمجھ آجائے تو اس پر عمل کریں۔﴿3﴾ اس میں بہت بڑی وعید ہے ان علمائے سو کے لیے جو دنیا کی عارضی لذتوں کی خاطر آخرت کو فراموش کردیتے ہیں اور دنیا ہی کے پیچھے لگ جاتے ہیں۔ (تیسیر الرحمٰن :508,507/1)﴿4﴾ اس آیت میں علم پر عمل کرنے کی ترغیب ہے اگر علم پر عمل نہ کیا جائے تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر شیطان مسلط کردیتا ہے۔﴿5﴾ علم پر عمل نہ کرنے سے ڈرایا ہے۔﴿6﴾ علم پر عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ درجات بلند کرتا ہے۔﴿7﴾ اس آیت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ جو کوئی خواہشات کی پیروی کرتا ہے اور ان میں غرق ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے حال پر چھوڑ دیتے ہیں۔

سوال8: اس آیت سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟

جواب :﴿1﴾ رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا تھا کہ آپ آیات کی تلاوت کرکے لوگوں کو سمجھائیں۔﴿2﴾ ہمیں بھی آیات کی مضبوط پناہ میں رہنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے ہدایت پر ثبات کی دعا کرنی ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم میں سے جو حصہ ملا ہے اسے چھوڑ کر خواہشات دنیا کے پیچھے نہیں بھاگنا اور اپنے آپ کو جانوروں کے مقام پر نہیں لانا۔

سوال9: یہ کیسے صاحب علم کی تمثیل ہے؟

جواب: یہ ایسے صاحب علم کی تمثیل ہے جس پر خواہشات غالب آگئیں اور دنیا کی لذتوں کا بوجھ اتنا ہے کہ اس کی وجہ سے وہ زمین پر گر جائے۔ وہ خواہشات کے پیچھے اور شیاطین اس کے پیچھے پڑجائیں اور اسے اپنے کنٹرول میں لے کر اپنی مرضی کے مطابق چلائیں کیونکہ منہ کو تو خواہشات کی لگام لگی ہوئی ہے۔

سوال10: کیا فقط علم انسان کو نجات دے سکتا ہے؟

جواب: تربیت کے بغیر علم انسان کو نجات نہیں دے سکتا، نہ انسان کو نفس کی خواہشات سے بچا جا سکتا ہے اور نہ اسے دنیا میں بلند کرسکتا ہے۔ ایسا علم جو نفس انسانی کی تربیت نہیں کرتا اور ایسے مقاصد نہیں دیتا جو انسان کی فکری اور عملی زندگی میں سامنے آئیں ایسا علم شیطان کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ ایسے علم کی وجہ سے انسان شیطان کی غلامی اختیار کرلیتا ہے۔

سَآءَ مَثَلَاْ الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ(177)

بری مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور اپنی جانوں پر وہ ظلم کیا کرتے تھے۔(177)

سوال1: سَآءَ مَثَلَاْ الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا '' بری مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اس شخص کی بہت بری مثال ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے دلائل کو جھٹلایا اور ان کا انکار کیا۔﴿2﴾ بری مثال ہے ان لوگوں کی جو اللہ تعالیٰ کی آیات سے منہ پھیرتے ہیں اور اس پر دشمنی اور بغض کی نظر ڈالتے ہیں۔ (تفسیر مراغی :438/3)

سوال2: وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ '' اور اپنی جانوں پر وہ ظلم کیا کرتے تھے۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: انہوں نے گناہوں اور نافرمانیوں کے ذریعے اپنے اوپر ظلم کیا۔

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ(178)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے سو وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے وہ گمراہ کر دے سو وہی لوگ خسارہ پانے والے ہیں۔(178)

سوال1:مَنۡ یَّهۡدِ اللّٰهُ فَهُوَ الۡمُهۡتَدِیۡ ''جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے سو وہی ہدایت پانے والا ہے'' اللہ تعالیٰ کس کو اور کیسے ہدایت دیتا ہے؟

جواب:《1》مَنۡ یَّهۡدِ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ اسی کو ہدایت دیتا ہے جو اس کے لیے کوشش کرتا ہے۔《2》مَنۡ یَّهۡدِ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ جسے ہدایت دیتا ہے اسے نفع مند علم کی محبت عطا فرماتا ہے اور اعمال صالح کی توفیق دیتا ہے اور اسے ناپسندیدہ کاموں سے بچا لیتا ہے اور اسے وہ علم عطا فرماتا ہے جسے وہ نہیں جانتا تھا۔《3》فَهُوَ الۡمُهۡتَدِیۡ ''سو وہی ہدایت پانے والا ہے'' وہی حقیقی ہدایت یافتہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے ہدایت کی توفیق دی اور اس نے ہدایت کو ترجیح دی۔《4》سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ اپنے خطبے کے آغاز میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرتے پھر یوں فرماتے مَنۡ یَهۡدِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهُ وَمَنۡ یُّضۡلِلۡ فَلاَ هَادِیَ لَهُ: جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ گمراہ کر دے اس کے لیے پھر کوئی ھادی نہیں۔(مسلم،نسائی)

سوال2:وَمَنۡ یُّضۡلِلۡ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ''اور جسے وہ گمراہ کر دے سو وہی لوگ خسارہ پانے والے ہیں'' اللہ تعالیٰ کس کو گمراہ کرتا ہے؟

جواب:《1》وَمَنۡ یُّضۡلِلۡ جو شخص ہدایت کے راستے کو چھوڑ کر گمراہی کو پسند کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے گمراہ کر دیتا ہے۔《2》اللہ تعالیٰ جب کسی کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں تو اسے نفع مند علم سے دور کر دیتے ہیں اور نیک اعمال سے بھگا دیتے ہیں۔اس طرح بھلائی کی توفیق سے محروم کر کے اسے گمراہ کر دیتے ہیں۔《3》فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ''سو وہی لوگ خسارہ پانے والے ہیں'' جو لوگ نفع مند علم اور عمل صالح کی توفیق سے محروم ہو جاتے ہیں وہی اپنے آپ کو خسارے میں ڈالتے ہیں۔وہ اپنے گھر والوں کو بھی ہدایت کے راستے پر نہیں چلاتے تو ان کو بھی خسارے میں ڈالتے ہیں۔

وَلَقَدۡ ذَرَاۡنَا لِجَهَنَّمَ كَثِیۡرًا مِّنَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ ۖ لَهُمۡ قُلُوۡبٌ لَّا یَفۡقَهُوۡنَ بِهَا ۡ وَلَهُمۡ اَعۡیُنٌ لَّا یُبۡصِرُوۡنَ بِهَا ۡ وَلَهُمۡ اٰذَانٌ لَّا یَسۡمَعُوۡنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡغٰفِلُوۡنَ(179)

اور بلاشبہ یقیناً ہم نے جنوں اور انسانوں میں سے اکثر کو دوزخ کے لیے پیدا کیا ہے،ان کے لیے دل ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں اور ان کے لیے آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے نہیں،اور ان کے لیے کان ہیں جن سے وہ سنتے نہیں،یہ لوگ جانوروں جیسے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں،یہی لوگ غافل ہیں۔(179)

سوال1:وَلَقَدۡ ذَرَاۡنَا لِجَهَنَّمَ كَثِیۡرًا مِّنَ الۡجِنِّ وَ الۡاِنۡسِ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے جنوں اور انسانوں میں سے اکثر کو دوزخ کے لیے پیدا کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》وَلَقَدۡ ذَرَاۡنَا ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے پیدا کیا ہے'' یعنی ہم نے پیدا کیا اور ہم نے پھیلایا۔《2》لِجَهَنَّمَ كَثِیۡرًا مِّنَ الۡجِنِّ وَ الۡاِنۡسِ ''جنوں اور انسانوں میں سے اکثر کو دوزخ کے لیے'' اللہ تعالیٰ نے بہت سے جنوں اور انسانوں کو جہنم کے لیے پیدا کیا ہے۔اللہ تعالیٰ کیا اس فیصلے سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پہلے سے معلوم تھا کہ یہ مخلوق جہنم کا راستہ لے گی۔اللہ تعالیٰ کے علم سے جہنم کا راستہ لینا متاثر نہیں ہوتا۔اللہ تعالیٰ کو ان کی اس پیدائش سے پہلے ہی ان کا رجحان معلوم تھا۔سورہ ہود میں ہے فَمِنۡهُمۡ شَقِیٌّ وَّسَعِیۡدٌ چنانچہ ان میں کچھ بدبخت اور کچھ نیک بخت ہیں۔(ہود:105)《3》فَرِیۡقٌ فِی الۡجَنَّةِ وَفَرِیۡقٌ فِی السَّعِیۡرِ ایک گروہ جنت میں اور دوسرا گروہ بھڑکتی ہوئی آگ میں ہوگا۔(الشوریٰ:7)

سوال2:لَهُمۡ قُلُوۡبٌ لَّا یَفۡقَهُوۡنَ بِهَا ''ان کے لیے دل ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》لَهُمۡ قُلُوۡبٌ لَّا یَفۡقَهُوۡنَ بِهَا ان کے دل ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں یعنی علم نہیں رکھتے اور سمجھتے نہیں ہیں۔《2》مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ وہ آخرت کے امور میں سے کچھ نہیں سمجھتے۔(فتح القدیر:336/2)علم کا مقام دل ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے فہم اور سمجھ کی نفی کی ہے جو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دلیل ہے فہم اور سمجھ کا تعلق دل سے ہے۔(تفسیر منیر:182/5)《3》ان کے پاس ایسے دل ہی نہیں جو حقیقت کا ادراک کر سکیں۔《4》رب العزت نے فرمایا: وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً ۖ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ان چیزوں میں بھی انہیں قدرت دے رکھی تھی جس میں ہم نے تمہیں قدرت نہیں دی اور ہم نے ان کے کان، آنکھیں اور دل بنائے تھے چنانچہ نہ ان کے کان، نہ ان کی آنکھیں اور نہ ان کے دل ہی ان کے کسی کام آئے جب وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کر رہے تھے اور انہیں اسی (عذاب) نے آ گھیرا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔(الاحقاف:26)

سوال3: وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا'' اور ان کے لیے آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》یعنی وہ ان آنکھوں سے اس طرح نہیں دیکھتے جو ان کے لیے نفع مند ہو۔《2》مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: وہ آنکھوں سے ہدایت کو نہیں دیکھتے۔(فتح القدیر:336/2)《3》وہ اپنی آنکھوں سے نفع مند علم اور اعمال صالح کا راستہ نہیں دیکھتے۔《4》انہوں نے اپنے دیکھنے کے فائدے کو ہی کھو دیا۔《5》رب العزت نے فرمایا: صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ وہ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں، سو وہ نہیں پلٹتے۔(البقرہ:18)

سوال4: وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا'' اور ان کے لیے کان ہیں جن سے وہ سنتے نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا وہ کانوں سے حق کو نہیں سنتے۔(فتح القدیر:336/2)《2》وہ کانوں سے نفع مند نصیحت اور شریعت کی باتیں نہیں سنتے جس کو لے کر آسمانی کتابیں نازل ہوئیں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے رسول لے کر آئے۔ وہ اس کے ماسوا سب کچھ سنتے ہیں۔(فتح القدیر:335/2)《3》وہ کانوں سے اس طرح نہیں سنتے کہ ان کے دل حق کو سمجھ جائیں۔

سوال5: اُولٰٓىِٕكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ۭ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ'' یہ لوگ جانوروں جیسے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں، یہی لوگ غافل ہیں'' اللہ تعالیٰ نے کچھ انسانوں کو جانوروں سے بدتر کیوں قرار دیا ہے؟

جواب:《1》اُولٰٓىِٕكَ یہ لوگ جو ان برے اوصاف کے حامل ہیں۔《2》كَالْاَنْعَامِ چوپائیوں کی طرح ہیں جو عقل نہیں رکھتے یعنی انہوں نے عقل کے فائدے کو کھو دیا ہے۔ وہ یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ کافی چیزیں باقی چیزوں کے مقابلے میں قابل ترجیح نہیں ہوتیں۔《3》جانور آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود فہم حاصل نہیں کرتے اور یہ لوگ بھی دیکھنے کے باوجود ایمانی دلائل سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔《4》اللہ تعالیٰ نے اس لئے کان دیے تھے کہ اس سے سنیں لیکن وہ جانوروں کی طرح سنتے ہیں کہ کچھ سمجھتے نہیں۔《5》اللہ تعالیٰ نے دل و دماغ اس لئے دیئے تھے کہ سمجھیں لیکن وہ دل و دماغ سے سمجھنے کا کام نہیں لیتے۔《6》جانور تو اپنی فطرت کے ہاتھوں مجبور ہے لیکن یہ انسان مجبور نہیں اس اعتبار سے یہ جانوروں سے گئے گزرے ہیں۔《7》بَلْ هُمْ اَضَلُّ'' بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں'' کیونکہ جانور وہی کام کرتے ہیں جن کے لیے انہیں پیدا کیا گیا اور یہ لوگ عقل رکھتے ہیں جن کے ذریعے وہ نفع و نقصان کا ادراک کر سکتے ہیں لیکن عقل سے کام نہیں لیتے اس اعتبار سے یہ جانوروں سے زیادہ بے سمجھ اور گمراہ ہیں۔《8》جانور تو کم از کم اپنے نفع و نقصان کے درمیان تمیز کر لیتا ہے اور وہی کام کرتا ہے جس کے لئے پیدا کیا گیا ہے لیکن کافر و متکبر جن و انسان خیر و شر کے درمیان تمیز کی صلاحیت ہی کھو دیتا ہے۔ تو گویا اس کی حالت ایسی ہو جاتی ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے اسے جہنم کے لئے ہی پیدا کیا ہے، وہ جہنم کی راہ پر آگے بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کی موت آ جاتی ہے اور جہنمی بن جاتا ہے۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں ہے کہ کون حق کی دعوت کو قبول کرے گا اور کون انکار کر دے گا کسے خیر کی توفیق ہوگی اور کسے نہیں کون جنت کی راہ پر لگے گا اور کون جہنم کی راہ پر۔(تیسیر الرحمٰن:508/1)《9》اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ وہ سب سے زیادہ نفع مند چیز سے غافل ہیں وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان اس کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اطاعت اوراس کے ذکر سے غافل ہیں۔اللہ تعالیٰ نے انہیں کان، آنکھیں اور دل عطا کیے تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں لیکن انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا نہیں کیے۔اس لیے وہ اسی قابل ہیں کہ انہیں جانوروں میں شمار کیا جائے۔ بلکہ یہ ان سے بھی بدتر ہیں کیونکہ جانور اپنے مقصد زندگی کو پورا کرتے ہیں اور یہ لوگ اپنے آپ کو آگ میں لے جانے کے قابل بناتے ہیں۔ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے جہنم کے لیے پیدا کیا ہے۔

سوال6: جانوروں کی طرح ناسمجھی کا مظاہرہ کون کرتا ہے؟

جواب: جو دلائل کو نہ سمجھ سکے، جو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو دیکھنے کے باوجود پہچاننے سے عاجز ہو، جو اللہتعالیٰ کی آیات کو سن کر بھی سننے سے محروم رہے اور جو غافل رہیں۔

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ۭ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (180)

اور سب سے اچھے نام اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں سو اسے ان کے ساتھ پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں کے بارے میں سیدھے راستے سے ہٹتے ہیں، عنقریب انہیں اس کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ عمل کیا کرتے تھے۔(180)

سوال1: وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ''اور سب سے اچھے نام اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں سو اسے ان کے ساتھ پکارو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ''اور سب سے اچھے نام اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں''《1》یہ آیت واضح کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام نام حسنیٰ یعنی اچھے ہیں《2》اس کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر نام ایک عظیم صفت کمال پر دلالت کرتا ہے۔اسی لیے ان اسماء کو اسمائے حسنیٰ کہا گیا ہے۔ اگر یہ اسماء صفات پر دلالت نہ کرتے بلکہ محض علم ہوتے تو یہ اسماء ''حسنیٰ'' نہ ہوتے اس طرح اگر یہ اسماء کسی ایسی صفت پر دلالت کرتے جو صفت کمال نہ ہوتی بلکہ اس کے برعکس صفت نقص یا صفت منقسم ہوتی یعنی بیک وقت مدح وقدح پر دلالت کرتے تب بھی اسماء ''حسنیٰ'' نہ کہلا سکتے۔ پس اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہر اسم پوری صفت پر دلالت کرتا ہے جس سے یہ اسم مشتق ہے اور وہ اس صفت کے تمام معانی کو شامل ہے۔مثلاً اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک (العلیم) اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ ایسے علم کا مالک ہے جو عام ہے اور تمام اشیاء کا احاطہ کئے ہوئے ہے، پس زمین وآسمان میں ایک ذرہ بھی اس کے دائرہ علم سے باہر نہیں۔اس کا اسم مبارک (الرحیم) دلالت کرتا ہے کہ وہ عظیم اور بے پایاں رحمت کا مالک ہے جو ہر چیز پر سایہ کناں ہے۔(القدیر) دلالت کرتا ہے کہ وہ قدرت عامہ کا مالک ہے کوئی چیز بھی اس کی قدرت کو عاجز اور لاچار نہیں کر سکتی۔اللہ تبارک وتعالیٰ کے اسماء کا کامل طور پر (حسنیٰ) ہونا یہ ہے کہ اس کو ان اسماء حسنیٰ کے سوا کسی اور اسم سے نہ پکارا جائے۔(تفسیر سعدی:953/1)《3》رب العزت نے فرمایا: قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ۭ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا آپ کہہ دیں کہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو، جس سے بھی تم پکارو سب بہترین نام اسی کے ہیں اور آپ اپنی نماز میں آواز نہ بلند کریں اور نہ ہی اسے آہستہ رکھیں بلکہ ان دونوں کے درمیان کا راستہ تلاش کریں۔(بنی اسرائیل:110) اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کے لیے بہترین نام ہیں۔(طٰہٰ:8)《4》هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۭ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ وہی اللہ تعالیٰ ہے، خاکہ بنانے والا، وجود میں لانے والا، صورت گری کرنے والا ہے، سارے اچھے نام اسی کے ہیں، ہر چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے اس کی تسبیح بیان کرتی ہے اور وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔(الحشر:24)《5》صحیح حدیث میں نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تبارک وتعالیٰ کے ننانوے نام ہیں جو ان کو یاد کر لیتا ہے وہ جنت میں داخل ہو گا۔''(بخاری:2736)《6》فَادْعُوْهُ بِهَا ''سو اسے ان کے ساتھ پکارو'' اس دعا میں دعائے عبادت اور دعائے مسئلہ دونوں شامل ہیں۔《7》اللہ تعالیٰ کو اس کے اسم مبارک سے پکار کر دعا مانگنی چاہیئے۔مثلاً دعا مانگنے والا یوں کہے اے اللہ تعالیٰ! تو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

معاف کرنے والا ہے، معافی تجھے پسند ہے مجھے معاف فرما دیجئے۔ اے اللہ تعالیٰ! تو رحم کرنے والا ہے۔ رحیم ہے مجھ پر رحم فرما دے۔ مجھے ہدایت دیجئے مجھے حق پر استقامت عطا فرما دیجئے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جس شخص کو جب بھی کوئی غم وحزن لاحق ہو اور وہ یہ دعا پڑھے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ عَبْدُکَ ابْنُ عَبْدِکَ ابْنُ اَمَتِکَ نَاصِیَتِیْ بِیَدِکَ مَاضٍ فِیَّ حُکْمُکَ عَدْلٌ فِیَّ قَضَآؤُکَ اَسْاَلُکَ بِکُلِّ اسْمٍ ھُوَ لَکَ سَمَّیْتَ بِہٖ نَفْسَکَ اَوْ اَنْزَلْتَہٗ فِیْ کِتَابِکَ اَوْ عَلَّمْتَہٗ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِکَ اَوِ اسْتَاْثَرْتَ بِہٖ فِیْ عِلْمِ الْغَیْبِ عِنْدَکَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ رَبِیْعَ قَلْبِیْ وَنُوْرَ صَدْرِیْ وَجَلَآءَ حُزْنِیْ وَذَھَابَ ھَمِّیْ'' یا الٰہی! میں تیرا بندہ ہوں، تیرے غلام کا بیٹا اور تیری باندی کا بیٹا ہوں، میری پیشانی تیرے قابو میں ہے، میرے حق میں تیرا حکم جاری ہے، تیرا فیصلہ میرے بارے میں انصاف کے ساتھ ہے۔ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیرے اس نام کے ساتھ کہ تو نے اپنے لیے پسند کیا یا اپنی کتاب میں تو نے اتارا یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھایا یا اپنے علم غیب میں سے تو نے اس کو اختیار کر رکھا ہے، اس بات کا کہ تو قرآن مجید کو میرے دل کی فرحت اور خوشی، میرے سینے کا نور، میرے رنج وغم کا مداوا اور میری پریشانیوں کو دور کرنے والا بنا دے۔'' تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی مصیبت، پریشانی اور غم وفکر کو دور فرما کر اسے خوشی اور مسرت سے بدل دے گا۔ عرض کی گئی، اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہم اس دعا کو سیکھ نہ لیں؟ فرمایا: ''جو بھی مسلمان اس دعا کو سنے اسے چاہیے کہ اسے ضرور سیکھ لے۔ (مستدرک حاکم: 1877)

سوال 2: وَذَرُوا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْٓ اَسْمَآئِہٖ ''اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں کے بارے میں سیدھے راستے سے ہٹتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: وَذَرُوا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْٓ اَسْمَآئِہٖ ''اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں کے بارے میں سیدھے راستے سے ہٹتے ہیں'' ﴿1﴾ اسمائے حسنیٰ میں الحاد یہ ہے کہ اصل راستے سے ادھر ادھر ہٹ جانا مثلاً کافروں نے لفظ اللہ سے اپنے ایک بت کا نام لات اور عزیز سے عزیٰ نکال لیا۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں دوسروں کو شریک کر لینا الحاد ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 644/1) ﴿3﴾ الحاد کی حقیقت یہ ہے کہ ان اسماء کو ان معانی سے ہٹا کر جن کے لیے ان کو وضع کیا گیا ہے، دوسری طرف موڑنا اور اس کی مختلف صورتیں ہیں (الف) ان ناموں سے ایسی ہستیوں کو موسوم کرنا جو ان ناموں کی مستحق نہیں، مثلاً مشرکین کا اپنے معبودوں کو ان ناموں سے موسوم کرنا۔ (ب) ان اسماء کے اصل معانی و مراد کی نفی اور ان میں تحریف کر کے، ان کے کوئی اور معانی گھڑ لینا، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مراد نہیں۔ (ج) ان اسماء سے دوسروں کو تشبیہ دینا۔ پس واجب ہے کہ اسمائے حسنیٰ میں الحاد کرنے والوں سے دور رہا جائے۔ صحیح حدیث میں نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تبارک وتعالیٰ کے ننانوے نام ہیں جو ان کو یاد کر لیتا ہے وہ جنت میں داخل ہوگا۔'' (تفسیر سعدی 954/1) (بخاری: 2736) ﴿4﴾ رب العزت کا فرمان ہے ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اللہ تعالیٰ کے ناموں کے بارے میں سیدھے راستے سے ہٹتے ہیں۔ ﴿5﴾ لحاد اور اس کے معانی: مئولف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ((وَ لاَ یُلْحِدُوْنَ فِی اَسْمَاءِ اللہِ وَ آیاتِہِ)) ''اور وہ اللہ تعالیٰ کے اسماء اور اس کی آیات میں کج روی نہیں کرتے''۔ شرح: [وَ لاَ یُلْحِدُوْنَ] عربی زبان میں الحاد، میلان سے عبارت ہے، قبر میں لحد کو اس نام سے موسوم کرنے کی وجہ بھی یہ ہے کہ وہ اس کے درمیان میں نہیں بلکہ ایک طرف میں ہوتی ہے۔ درمیان میں کھودے گئے حصے کو شق کہا جاتا ہے۔ اور لحد شق سے افضل ہوتی ہے۔ اہل سنت نہ تو اسماء باری تعالیٰ میں کج روی اختیار کرتے ہیں اور نہ ہی آیات باری تعالیٰ میں، مئولف ہمیں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ الحاد اسماء میں بھی ہوتا ہے اور آیات میں بھی۔ قرآن اس کی تائید یوں کرتا ہے: وَلِلّٰہِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْہُ بِھَا ۖ وَذَرُوا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْٓ اَسْمَآئِہٖ ۭ سَیُجْزَوْنَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ اور اللہ تعالیٰ کے اچھے نام ہیں، تو تم اسے ان کے ساتھ پکارو، اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں کج روی کرتے ہیں، وہ عنقریب اپنے اعمال کی سزا پائیں گے۔ (الاعراف: 180) اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا: اِنَّ الَّذِیْنَ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

يُلۡحِدُوۡنَ فِيۡۤ اٰيٰتِنَا لَا يَخۡفَوۡنَ عَلَيۡنَا بے شک جولوگ ہماری آیات میں کج روی اختیار کرتے ہیں وہ ہم سے مخفی نہیں ہیں۔(فصلت:40) اسماء میں الحاد کا معنیٰ ہے: واجب چیز میں کج روی اختیار کرنا اور اس کی چند قسمیں ہیں: **قسم اوّل:......** اللہ تعالیٰ کو وہ نام دیا جائے جس کے ساتھ اس نے اپنے آپ کو موسوم نہیں کیا، جیسا کہ فلاسفہ نے اسے علة فاعلہ اور نصاریٰ نے اسے باپ اور عیسیٰ کو ابن (بیٹا) کا نام دیا۔ یہ اسماء اللہ تعالیٰ میں الحاد ہے، اسی طرح ہر وہ شخص ملحد ہوگا جو اللہ تعالیٰ کو اس نام کے ساتھ موسوم کرے جس کے ساتھ اس نے اپنی ذات کو موسوم نہ کیا ہو۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام توقیفی ہیں، لہٰذا ہم اس کے لیے وہی نام ثابت کر سکتے ہیں جو نص سے ثابت ہوں اگر کسی نے اس سے ہٹ کر اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کو کوئی نام دیا تو اس نے کج روی اختیار کی اور واجب سے انحراف کیا۔ اللہ تعالیٰ کو اپنی طرف سے کسی نام کے ساتھ موسوم کرنا اس کی بے ادبی کرنا اور اس کے حق میں ظلم وعدوان روا رکھنا ہے۔ اس لیے کہ اگر کوئی شخص آپ کو آپ کے نام سے ہٹ کر کسی اور نام سے پکارے گا تو اس کا یہ عمل ظلم وزیادتی کے زمرے میں آئے گا۔ یہ تو مخلوق کے بارے میں ہے۔ خالق کے بارے میں کیا کچھ ہونا چاہیے؟ یہ فیصلہ آپ کر لیں۔ **قسم دوم:......** اللہ تعالیٰ کے کسی نام کا انکار کرنا، پہلے شخ نے اللہ تعالیٰ کو اس نام کے ساتھ موسوم کیا جس کے ساتھ اس نے اپنے آپ کو موسوم نہیں کیا۔ جب کہ اس نے اس کے اس نام سے انکار کر دیا، جس کے ساتھ اس نے اپنی ذات کو موسوم کیا ہے، ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت شدہ تمام ناموں کا انکار کرے یا ان میں سے کسی ایک نام کا۔ وہ اسماء رب تعالیٰ میں کج روی اختیار کرنے کا مرتکب ہوگا۔ اور اس میں الحاد کی وجہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی ذات کے لیے ثابت کیا ہے تو اس کا اثبات کرنا ہمارے لیے بھی واجب ہے، لہٰذا اگر ہم ان کا انکار کریں گے تو یہ الحاد قرار پائے گا اور اس چیز سے انحراف کے زمرے میں آئے گا جسے تسلیم کرنا ہم پر واجب تھا۔ اسلام کی طرف منسوب کچھ لوگ واقعی اسماء باری تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں۔ مثلاً غالی قسم کے جہمیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا سرے سے کوئی نام ہی نہیں، اسی لیے کہ اگر آپ اس کے لیے کوئی نام ثابت کریں گے تو اسے موجودات کے ساتھ تشبیہ دیں گے، مگر ان کا یہ کہنا باطل ومردود ہے۔ **قسم سوم:......** ان صفات کا انکار کرنا جن پر اسماء دلالت کرتے ہوں: ایسا شخص اسم کو تو ثابت کرتا ہے مگر اس صفت سے انکار کرتا ہے جس کو یہ اسم متضمن ہے۔ مثلاً وہ یہ کہتا ہے: اللہ تعالیٰ سمیع ہے بغیر سمع کے، علیم ہے بغیر علم کے، خالق ہے بغیر خلق کے اور قادر ہے بغیر قدرت کے۔ اگر چہ یہ معتزلہ کا معروف عقیدہ ہے مگر ہے غیر معقول۔ پھر یہ لوگ اسماء کو محض الگ الگ اعلام قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ السمیع اور العلیم دو مختلف نام ہیں، مگر ان کا کوئی مفہوم ومعانی نہیں ہے۔ السمیع سمع پر دلالت نہیں کرتا اور العلیم علم پر دلالت نہیں کرتا۔ یہ صرف اعلام ہیں۔ ان میں سے بعض کا کہنا ہے کہ یہ اسماء ایک ہی چیز ہیں، علیم ہو، بصیر ہو یا سمیع سب ایک ہی ہیں، ان میں اگر کوئی اختلاف ہے تو وہ صرف حروف کی ترکیب کا ہے اور بس۔ وہ تمام اسماء کو ایک ہی چیز قرار دیتے ہیں۔ مگر یہ سب اقوال غیر معقول ہیں۔ اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ اسماء باری تعالیٰ پر اس وقت تک ایمان لانا ممکن نہیں ہے جب تک ان صفات کا اثبات نہ کیا جائے جن پر وہ متضمن ہیں۔(عقیدہ واسطیہ شرح: شیخ عثیمین۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا نقطہ نظر)

سوال3: اللہ تعالیٰ کے ناموں میں کجی کون اختیار کرتا رہا ہے؟

جواب: مشرکین عرب نے اللہ تعالیٰ کے ناموں میں تبدیلی کر دی تھی انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ناموں کی طرح بتوں کے نام رکھ لیے تھے مثلاً اللہ تعالیٰ کو اللّٰت کر کے بت کا نام رکھ دیا تھا اور العزیز کو العزیٰ بنا کر دوسرے بت کا نام رکھ دیا تھا۔

سوال4: سَيُجۡزَوۡنَ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ''عنقریب انہیں اس کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ عمل کیا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے اسماء میں الحاد کے جرم میں انہیں سخت عذاب دیا جائے گا۔

وَمِمَّنۡ خَلَقۡنَاۤ اُمَّةٌ يَّهۡدُوۡنَ بِالۡحَقِّ وَبِهٖ يَعۡدِلُوۡنَ(181)

اور جنہیں ہم نے پیدا کیا ہے ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو حق کے ساتھ راہ نمائی کرتے ہیں اور اسی کے ساتھ انصاف کرتے ہیں۔(181)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1: وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ أُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ ''اورجنہیں ہم نے پیدا کیا ہے ان میں سےاہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو حق کے ساتھ راہ نمائی کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ رب العزت نے فرمایا: ہم نے جنہیں پیدا کیا ان میں ایسا گروہ بھی ہے جو حق کی طرف راہ نمائی کرتا ہے جو حق کا علم رکھتے ہیں عمل کرتے ہیں اس کی تعلیم دیتے ہیں، اس کی دعوت دیتے ہیں۔《2》یہاں امت سے امت محمدیہ ﷺ کی ایک جماعت مراد ہے جن کی صفت یہ ہے کہ وہ حق بات بولتے ہیں، دوسروں کو حق کی دعوت دیتے ہیں اور خود اس پر عمل کرتے ہیں اور لوگوں کے درمیان اسی کے مطابق فیصلے کرتے ہیں۔《3》یہ وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے صحیحین میں معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں خبر دی ہے۔سَمِعْتُ مُعَاوِيَةُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُول وَلَنْ يَزَالَ أَمْرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ مُسْتَقِي مَا حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ۔ ''سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے'' اور یاد رکھو کہ یہ امت ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حکم (دین) پر قائم رہے گی یہاں تک کہ قیامت آجائے۔'' (بخاری:7312)《4》علمائے سلف نے لکھا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو قرآن وسنت پر کسی چیز کو مقدم نہیں کرتے چاہے وہ کسی امام کا قول ہو یا کسی پیر ومرشد کی رائے یا خواب یا کوئی ایسا اجتہاد جو دونوں کے موافق نہ ہو۔ یا عبادت وتسبیحات اور ذکر الٰہی کے وہ تمام طریقے جن کے جواز پر قرآن وسنت سے صریح دلیل نہیں ملتی۔ وباللہ التوفیق۔ (تیسیر الرحمٰن:510,509/1)

سوال2: قرآن حکیم جسے امت کہتا ہے اس کے کیا کام ہیں؟

جواب: وہ امت ایک عقیدے پر منظم اور مربوط ہوتی ہے، حق پر جمی ہوئی ہوتی ہے، سچائی کی حفاظت کرنے والی ہوتی ہے اور یہ لوگوں پر اس عقیدے کی گواہی دیتی ہے۔

سوال3: کیا حق کی دعوت پر ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے؟

جواب:《1》حق کی دعوت کے ساتھ اہل حق کی ذمہ داری ہے کہ لوگوں کی زندگیوں میں حق کو قائم کریں۔《2》حق صرف علمی چیز نہیں ہے کہ پڑھا پڑھایا جائے یا صرف نصیحت کی جائے بلکہ اس لئے آیا ہے کہ اس کے ذریعے عدل قائم کیا جائے۔

سوال4: وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ''اور اسی کے ساتھ انصاف کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور اسی کے ساتھ انصاف کرتے ہیں'' (الف) جب وہ لوگوں کے مال، خون، حقوق اور ان کے مقالات وغیرہ کے بارے میں فیصلے کرتے ہیں تو حق کی بنیاد پر انصاف کرتے ہیں۔(ب) یہ لوگ ائمہ ہدیٰ اور تاریکیوں میں روشن قندیل ہیں۔(ج) یہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ایمان، عمل صالح، حق کی وصیت اور صبر کی وصیت جیسی نعمتوں سے نوازا ہے۔(د) وہ صدیق ہیں جن کا مرتبہ رسالت کے بعد ہے اور خود ان کے مراتب میں ان کے احوال اور قدر ومنزلت کے مطابق تفاوت ہے۔(ہ) پس پاک ہے وہ ذات جو اپنی رحمت کے لیے جس کو چاہتی ہے، مختص کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل کا مالک ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ان آیات کی تکذیب کی، جو محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب اور ہدایت کی صحت پر دلالت کرتی ہیں، پس انہوں نے ٹھکرا دیا اور ان کو قبول نہ کیا۔ (تفسیر سعدی:955/1)

رکوع نمبر13

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ (182)

اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ہم ضرور انہیں آہستہ آہستہ کھینچ کر لے جائیں گے جہاں سے وہ نہیں جانتے۔(182)

سوال1: وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ''اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا '' اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا'' اللہ رب العزت نے خبر دی ہے کہ جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا یعنی قرآن کریم کی آیات کو جو اس نے اپنے رسول محمد ﷺ پر اتاریں، وہ ان پر ایمان نہیں لائے انہوں نے شرک اور گمراہی پر اصرار کیا اور توحید اور ہدایت سے منہ موڑا۔ (ایسر التفاسیر:499,498)

سوال 2: سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ '' ہم ضرور انہیں آہستہ آہستہ کھینچ کر لے جائیں گے جہاں سے وہ نہیں جانتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ یعنی جہاں سے ان کو ڈر نہ ہوگا ادھر سے ہم آئیں گے جیسے اس آیت میں ہے (فاتاهم الله من حيث لم يحتسبوا) یعنی اللہ کا عذاب ادھر سے آپہنچا جدھر سے گمان نہ تھا۔ (بخاری کتاب التفسیر) ﴿2﴾ استدراج کا بیان ہے۔ ایسے لوگوں کو روزگار کی سہولتیں نصیب ہوں گی، ان کے لیے روزی کے دروازے کھلے ہوں گے اور دنیاوی زندگی آرام وچین سے بسر ہو رہی ہوگی، جس سے وہ غلط فہمی میں مبتلا ہو جائیں گے اور اپنی راہ کو صحیح سمجھنے لگیں گے۔ دوسری جگہ فرمایا: فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ۭ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ۝ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۭ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ سو جب انہوں نے اس نصیحت کو بھلا دیا جو انہیں کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے حتیٰ کہ جب وہ خود ان پر اترانے لگے جو وہ دیے گئے تو ہم نے اچانک ان کو پکڑ لیا تو اچانک وہ مایوس تھے۔ چنانچہ ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی گئی جنہوں نے ظلم کیا اور سب تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو جہانوں کا رب ہے۔ (الانعام:44,45) (مختصر ابن کثیر:645/1) ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ ہم انہیں ایک چیز کے بعد ایک سے پکڑیں گے درجہ بدرجہ یہاں تک کہ ان پر عذاب ثابت ہو جائے گا، پھر وہ ان پر نازل ہوگا تو وہ ہلاک ہو جائیں گے۔ (ایسر التفاسیر:498,499)

سوال 3: اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے والے کس حقیقت کو نہیں سمجھ پا رہے؟

جواب: جھٹلانے والے یہ حقیقت نہیں سمجھ پا رہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ڈھیل دے رکھی ہے اور یہ مقررہ وقت تک ہے۔ انہیں یقین نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سکیم میں پکڑے جائیں گے اور آخری انجام متقیوں کا ہوگا۔

وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۭ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ (183)

اور میں انہیں مہلت دوں گا، بلاشبہ میری تدبیر بہت مضبوط ہے۔ (183)

سوال 1: وَاُمْلِيْ لَهُمْ '' اور میں انہیں مہلت دوں گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں مہلت دیتا ہوں حتیٰ کہ وہ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ان کی پکڑ نہیں ہوگی اور انہیں عذاب نہیں دیا جائے گا۔ پھر وہ اپنی سرکشیوں اور نافرمانیوں میں بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ اسی اعتبار اسے ان کی سزا بھی بڑھتی چلی جاتی ہے۔ ان کے لیے عذاب کئی گنا بڑھ جاتا ہے اور انہیں خبر تک نہیں ہوتی۔

سوال 2: اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ '' بلاشبہ میری تدبیر بہت مضبوط ہے'' اللہ تعالیٰ کی مضبوط چال کا کوئی توڑ نہیں وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی چال مضبوط ہے۔ وہ سرکشی اور نافرمانی کے لئے طویل مدت تک مہلت دیتا ہے اور لوگ اللہ تعالیٰ کی متین تدبیر سے غافل رہتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی سکیم میں بری طرح پکڑے جاتے ہیں، اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی چال کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس چال کا کوئی توڑ نہیں۔

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا ۫ مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ (184)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کیا بھلا انہوں نے کبھی غور نہیں کیا کہ ان کے ساتھی (پیغمبر) میں کوئی جنون نہیں ہے۔ وہ تو بس صاف صاف ڈرانے والے کے سوا کچھ نہیں۔(184)

سوال1: اَوَ لَمۡ یَتَفَکَّرُوۡا ٜ مَا بِصَاحِبِہِمۡ مِّنۡ جِنَّۃٍ '' کیا بھلا انہوں نے کبھی غور نہیں کیا کہ ان کے ساتھی (پیغمبر) میں کوئی جنون نہیں ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اَوَ لَمۡ یَتَفَکَّرُوۡا ٜ مَا بِصَاحِبِہِمۡ مِّنۡ جِنَّۃٍ '' کیا بھلا انہوں نے کبھی غور نہیں کیا کہ ان کے ساتھی (پیغمبر) میں کوئی جنون نہیں ہے'' کیا بھلا انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرز زندگی میں غور نہیں کیا؟ کیا انہوں نے کبھی محمد ﷺ کے حکیمانہ معاملات کی طرف توجہ نہیں کی؟《2》مَا بِصَاحِبِہِمۡ مِّنۡ جِنَّۃٍ ان کے ساتھی اور وہ محمد ﷺ ہیں۔ جِنَّۃٍ سے مراد جنون ہے اور کفار قریش ان کے بارے میں یہ بات کہتے تھے۔《3》مِّنۡ جِنَّۃٍ یعنی جنون، دیوانگی۔(بخاری، کتاب التفسیر)《4》کیا انہوں نے غور وفکر نہیں کی اپنے ساتھی کے حالات جنہیں وہ اچھے طریقے سے جانتے ہیں، کہ چھپا ہوا نہیں ہے، کیا وہ مجنون، دیوانہ، پاگل ہے؟ اس کی کمال درجے کی صفات کو دیکھیں، اس کے کریمانہ اخلاق اور اس کی عظیم دعوت میں غور وفکر کریں جو ایسی صفات پائیں گے جو تمام جہانوں پر فضیلت رکھتی ہیں۔ وہ نیکی کے سوا کسی چیز کی دعوت نہیں دیتا، وہ برائی کے سوا کسی چیز سے نہیں روکتا، وہ جو سارے جہان والوں کے لیے رحمت ہے، وہ جو تمہارے مشقت میں پڑنے پر تکلیف محسوس کرتا ہے، وہ غریبوں اور مسکینوں کو کما کر دینے والا، محروموں کی مدد کرنے والا، وہ سب کا خیر خواہ بہت بڑا راہ نما ہے، وہ بہت بڑا راہ نما ہے یا اسے جنون لاحق ہے؟ خود ہی فیصلہ کرو!

سوال2: قریش نے رسول اللہ کو ﷺ کو مجنون کیوں کہا؟

جواب: قریش کے پاس رسول اللہ ﷺ کے خلاف پراپیگنڈہ کرنے کے لئے سب سے بڑا ہتھیار ہی یہ تھا کہ وہ آپ پر الزام لگاتے۔ یوں تو اور بھی بہت سے الزامات لگائے گئے لیکن جنون کا الزام مؤثر ثابت ہوا۔

سوال3: قرآن حکیم نے اس الزام کا کیا جواب دیا؟

جواب:《1》قرآن حکیم نے یہ دلیل دی کہ وہ ایسا کلام پیش کر رہا ہے جو عربوں کے عام اسلوب سے بالکل مختلف ہے۔《2》قرآن حکیم نے غور وفکر کی دعوت دی کہ آپ کے حالات اور مجنونوں کے حالات میں فرق ہوتا ہے۔ جسے صادق اور امین کہتے رہے ہو وہی تو ہے کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔《3》وہ تو حق اور صداقت کی دعوت دیتے ہیں، لوگوں کو غفلت سے بےدار کر رہے ہیں۔ رب العزت کے فرمایا: وَمَا صَاحِبُکُمۡ بِمَجۡنُوۡنٍ اور تمہارا ساتھی ہرگز کوئی دیوانہ نہیں ہے۔(التکویر:22)

سوال4: کیا قریش کو یقین تھا کہ آپ ﷺ مجنون ہیں؟

جواب: قریش جانتے تھے کہ یہ جھوٹ ہے اور جو دعوت آپ ﷺ لے کر آئے ہیں سچی ہے وہ اس کلام کو سننے کے لئے چھپی کوشش کرتے تھے۔ سیرت ابن ہشام میں اخنس بن شریق، ابوسفیان اور ابوجہل کا مشہور واقعہ ملتا ہے۔ اخنس، ابوجہل اور ابوسفیان تینوں اپنی اپنی جگہ چل پڑے تا کہ نبی ﷺ کا کلام سنیں جب کہ آپ رات کے وقت گھر میں نماز کے دوران تلاوت فرماتے تھے۔ ہر شخص ایک جگہ بیٹھ گیا اور قرآن کی تلاوت سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ ان میں سے کسی کو بھی دوسرے کے بارے میں خبر نہ تھی۔ وہ رات کے وقت کلام الٰہی سنتے رہے یہاں تک کہ فجر طلوع ہوگئی۔ جب واپس ہونے لگے تو یہ سب ایک دوسرے سے راستے میں مل گئے۔ انہوں نے ایک دوسرے کو سخت سست کہا اور ایک دوسرے سے کہا کہ اگر کسی شخص نے دیکھ لیا تو وہ بھی ان سے متاثر ہو جائے گا، پھر وہ واپس چلے گئے۔ جب دوسری رات ہوئی تو پھر تینوں نہ رہ سکے اور پھر اپنے اپنے خفیہ مقامات پر بیٹھ گئے رات کو قرآن کریم سنتے رہے جب صبح ہونے لگی تو اتفاقاً پھر راستے میں تینوں کی ملاقات ہوئی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اور پھر انہوں نے پہلے کی طرح ایک دوسرے کو ملامت کی جب تیسری رات ہوئی تو پھر یہ تینوں قرآن کریم سننے کے لیے پہنچ گئے۔رات گئے تک قرآن سنتے رہے جب صبح کو لوٹنے لگے تو پھر راستے میں ایک دوسرے کو دیکھ لیا۔اب کہ انہوں نے کہا کہ جب تک ہم حلف نہ اٹھا لیں گے ہم رک نہ سکیں گے اس کے بعد انہوں نے حلف پر معاہدہ کیا اور گھروں کو چلے گئے۔

سوال5:اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو ہر دور میں مجنون کیوں کہا جاتا رہا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ کے پیغمبر مصلحت پسند نہیں تھے۔ماحول سے بے پرواہ ہو کر کام کرتے رہے مشن کی خاطر جان اور مال لگا دیا۔یہ کام بے مقصد انسانوں کے لئے جنون کا درجہ رکھتے ہیں حالانکہ یہ سب سے بڑھ کر بامقصد کام ہیں۔

سوال6: اِنۡ هُوَ اِلَّا نَذِيۡرٌ مُّبِيۡنٌ ''وہ تو بس صاف صاف ڈرانے والے کے سوا کچھ نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:محمد ﷺ تو صاف صاف اس چیز کی طرف بلاتے ہیں جو سب کے لیے نفع مند ہے،جو نہیں برے عذاب سے بچا سکتی ہے۔جس سے انہیں ایسا ثواب ملے کہ ہمیشہ کے لیے جنت میں داخل ہو کر ابدی کامیابی پا لیں۔

اَوَلَمۡ يَنۡظُرُوۡا فِىۡ مَلَـكُوۡتِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنۡ شَىۡءٍ ۙ وَّاَنۡ عَسٰٓى اَنۡ يَّكُوۡنَ قَدِ اقۡتَرَبَ اَجَلُهُمۡ‌ ۚ فَبِاَىِّ حَدِيۡثٍۢ بَعۡدَهٗ يُؤۡمِنُوۡنَ(185)

اور کیا انہوں نے کبھی نظر نہیں ڈالی آسمانوں اور زمین کی سلطنت میں اور ہر اس چیز پر جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے؟اور اس بات پر کہ شاید ان کا مقررہ وقت واقعتاً قریب آ چکا ہو پھر اس (قرآن) کے بعد وہ کس بات پر ایمان لائیں گے؟(185)

سوال1: اَوَلَمۡ يَنۡظُرُوۡا فِىۡ مَلَـكُوۡتِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنۡ شَىۡءٍ ''اور کیا انہوں نے کبھی نظر نہیں ڈالی آسمانوں اور زمین کی سلطنت میں اور ہر اس چیز پر جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اَوَلَمۡ يَنۡظُرُوۡا کیا انہوں نے غور و فکر نہیں کیا۔رب العزت نے زمین و آسمان کی بادشاہت پر غور و فکر کرنے کی دعوت دی ہے۔《2》فِىۡ مَلَـكُوۡتِ السَّمٰوٰتِ ملکوت کے لفظ میں ملک سے زیادہ عظمت ہے۔(ایسر التفاسیر:498)《3》اگر وہ زمین و آسمان کے نظام پر اللہ تعالیٰ کی بادشاہت پر غور و فکر کریں گے تو وحدانیت اور کمال پر دلیل پائیں گے۔《4》وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنۡ شَىۡءٍ اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے ان تمام چیزوں پر ان جھٹلانے والوں نے غور و فکر نہیں کیا؟《5》اسی طرح وہ ان تمام چیزوں میں غور و فکر کریں،کیونکہ کائنات کے تمام اجزا اللہ تعالیٰ کی ذات اس کی قدرت اس کی حکمت اور اس کی بے کراں رحمت،اس کے احسان،اس کی مشیت نافذہ اور اس کی ان عظیم صفات پر سب سے بڑی دلیل ہیں،جو اس حقیقت پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ اکیلا خلق و تدبیر کا مالک ہے وہ اکیلا معبود وہ اکیلا پاکیزگی کا مستحق اور واحد محبوب ہے۔(تفسیر سعدی:955,956/1)

سوال2:اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی بادشاہت،تخلیق،اور موت کی یاد دھانی سے کس طرف توجہ دلائی ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے کفر اور سرکشی کے رویے پر نظر ثانی کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے کہ دیکھو کون سی چیز ہے جو رسول ﷺ کی رسالت کا،کتاب کا،زندگی کے ہر پروگرام کا اقرار نہیں کرنے دیتی؟جس نے رسول ﷺ پر کتاب بھیجی ہے وہ کائنات کا بادشاہ ہے۔تو اس کا رسول بادشاہ کا فرستادہ ہے۔جس نے رسول ﷺ کو بنایا وہ جہانوں کو تخلیق کرنے والا اور جس نے رسول ﷺ کو معبوث کیا وہ تمہیں موت سے ہمکنار کرنے والا ہے۔اب بتاؤ اس کے بعد کس چیز پر ایمان لاؤ گے؟وہ تمہیں آخرت کی خبر دیتا ہے اور تم اسے مجنوں کہتے ہو؟حق کی قدر جانتے ہوتے تو ایسا نہ کہتے۔

سوال3: وَّاَنۡ عَسٰٓى اَنۡ يَّكُوۡنَ قَدِ اقۡتَرَبَ اَجَلُهُمۡ‌ ۚ''اور اس بات پر کہ شاید ان کا مقررہ وقت واقعتاً قریب آ چکا ہو'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾وہ اپنے حالات میں غوروفکر کریں اس سے پہلے کہ زندگی کی شمع گل ہوجائے کہیں ایسا نہ ہو کہ شرک اور کفر پر ہی موت آجائے۔ ﴿2﴾ کہیں ایسا نہ ہو کہ غفلت اوراعراض میں ہی دنیا کو خیر باد کہہ دیں اور اپنی غلطیوں کا تدارک کرنے کا موقع نہ ملے۔

سوال4:فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ '' پھراس (قرآن) کے بعد وہ کس بات پر ایمان لائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾محمد ﷺ کے ڈراوے کے بعد اورکون سی تنبیہ ان کے پاس آئے گی؟اگراس کتاب پر جو محمد ﷺ اپنے رب کی طرف سے لے کر آئے اس کی تصدیق نہیں کریں گے تو وہ کون سی کتاب آئے گی جس کی وہ تصدیق کریں گے؟(جامع البیان:146/9)﴿2﴾اللہ تعالیٰ کی دھمکیوں اورڈراووں کے بعد یہ کس ڈراوے پر ایمان لائیں گے؟﴿3﴾ کیا وہ دجال پراور باطل پر ایمان لائیں گے؟

مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ۭ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ(186)

جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے تو اس کو راستہ دکھانے والا کوئی نہیں اورانہیں وہ سرکشی میں چھوڑ دیتا ہے کہ وہ بھٹکتے پھرتے ہیں۔(186)

سوال1:مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ '' جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے تو اس کو راستہ دکھانے والا کوئی نہیں''جس کو اللہ گمراہ کردے پھر اسے کوئی ہدایت کیوں نہیں دے سکتا؟

جواب:جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کردے وہ ہدایت کے معاملے میں اندھا ہو جاتا ہے اس لیے کوئی اس کی راہ نمائی نہیں کرسکتا۔

سوال2:لوگ گمراہ کیوں ہوتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾لوگ اس لئے گمراہ ہوتے ہیں کہ وہ ہدایت کی فکر نہیں کرتے،واقعات پر غوروفکر نہیں کرتے،اللہ تعالیٰ کی آیات سے غفلت برتتے ہیں،ایسے بے فکرے اور غافل لوگوں کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردیتا ہے۔

سوال3:وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ '' اورانہیں وہ سرکشی میں چھوڑ دیتا ہے کہ وہ بھٹکتے پھرتے ہیں۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ یعنی انہیں ان کے کفراورظلم میں چھوڑ دیتا ہے۔﴿2﴾يَعْمَهُوْنَ وہ اپنی سرکشی میں حیران وسرگرداں پھرتے ہیں۔نہ وہ نکلنے کا راستہ پاتے ہیں اور نہ نجات کا راستہ پاسکتے ہیں۔(ایسرالتفاسیر:498)

سوال4:اللہ تعالیٰ نے سرکشی میں چھوڑ کر کسی پر ظلم نہیں کیا وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے سرکشی میں چھوڑ کر کسی پر ظلم نہیں کیا کیونکہ لوگوں نے خود سرکشی کے لئے آنکھیں بند کرلی تھیں۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے ظلم اس لیے نہیں کیا کہ لوگوں نے اپنے دلوں کو خود معطل کردیا تھا۔﴿3﴾لوگوں نے خود کو اندھا کیا تو اللہ تعالیٰ نے اندھیرے میں چھوڑ دیا۔﴿4﴾لوگوں نے سرکشی کی اللہ تعالیٰ نے انہیں ڈھیل دے دی اورانہیں بھٹکتا ہوا چھوڑ دیا،اس لحاظ سے یہ کوئی ظلم نہ تھا۔

يَسْـــَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ۚ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ۭ يَسْـــَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ(187)

وہ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس کا قیام کب ہوگا؟ آپ کہہ دیں:''یقیناً اس کا علم میرے رب ہی کے پاس ہے اس کے وقت پر اس کے سوا اسے کوئی ظاہر نہیں کرے گا،وہ(حادثہ)آسمانوں اور زمین میں بھاری ہے،تم پر وہ اچانک ہی آئے گی۔وہ آپ سے سوال کرتے ہیں گویا آپ اس کی پوری تحقیق کرنے والے ہیں۔آپ کہہ دیں:''بلاشبہ اس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''(187)

سوال1:يَسْـــَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا'' وہ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس کا قیام کب ہوگا؟'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ یَسْـَٔلُوْنَكَ اللہ تعالیٰ اس کے رسول اور قرآن حکیم کو جھٹلانے والے آپ سے سوال کرتے ہیں۔ان کا سوال علم کی غرض سے نہیں ہے۔اس قسم کے سوالات غیر سنجیدہ افراد کرتے ہیں۔﴿2﴾ عَنِ السَّاعَةِ قیامت کے بارے میں۔السَّاعَةِ سے مراد وہ وقت ہے جب دنیا کی زندگی مکمل طور پر فناء ہوجائے گی۔﴿3﴾ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا اس کے قیام کا وقت کب ہوگا؟(ایسرالتفاسیر:500)﴿4﴾ سوال کرنے والے قریش تھے۔﴿5﴾ ان کا یہ سوال سورۃ یٰس میں یوں ملتا ہے: وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو؟(یٰس:48)﴿6﴾ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ؕ اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِى السَّاعَةِ لَفِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ اسے وہی لوگ جلدی مانگتے ہیں جو اس پر ایمان نہیں رکھتے،اور جو لوگ ایمان لائے وہ اس سے ڈرنے والے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ یقیناً وہ حق ہے۔سن لو!یقیناً جو لوگ قیامت کے بارے میں آپس میں جھگڑتے ہیں یقیناً وہ دور کی گمراہی میں ہیں۔(الشوریٰ:18)

سوال2: قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ''آپ کہہ دیں:''یقیناً اس کا علم میرے رب ہی کے پاس ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''آپ کہہ دیں:''یقیناً اس کا علم میرے رب ہی کے پاس ہے''،یعنی قیامت ایک غیب ہے،جس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہے۔ایک مرتبہ جبرائیل امین علیہ السلام انسانی صورت میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چند سوال کئے جن میں سے ایک سوال یہ تھا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا: جس سے سوال کیا گیا ہے وہ اس سے زیادہ جاننے والے نہیں ہے جس نے سوال کیا۔(بخاری،مسلم)

سوال3: قیامت کو ماننے کا انحصار کس چیز پر ہے؟

جواب: قیامت کو ماننے کا انحصار قیامت کے حق میں دلائل پر ہے نہ کہ قیامت کی مقررہ تاریخ پر۔

سوال4: قیامت کا تذکرہ کس انداز میں ہونا چاہیے؟

جواب۔قیامت کا تذکرہ تنبیہ کی صورت میں ہونا چاہیے جیسا کہ قرآن حکیم نے اسلوب اختیار کیا ہے۔

سوال5: رسول اللہ ﷺ سے یہ کیوں کہا گیا''یقیناً اس کا علم میرے رب ہی کے پاس ہے''؟

جواب: رسول اللہ ﷺ ایک انسان تھے۔آپ غیب کے علم کا دعویٰ نہیں رکھتے تھے۔آپ ﷺ کو حکم دیا گیا تھا کہ لوگوں کو بتا دیں کہ یہ غیبی علوم میں سے ہے جس کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہے۔

سوال6: لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ۘ ثَقُلَتْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ''اس کے وقت پر اس کے سوا اسے کوئی ظاہر نہیں کرے گا،وہ (حادثہ) آسمانوں اور زمین میں بھاری ہے،تم پر وہ اچانک ہی آئے گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ''اس کے وقت پر اس کے سوا اسے کوئی ظاہر نہیں کرے گا'' وہ وقت جو قیامت کے لیے مقرر ہے صرف اللہ تعالیٰ ہی ظاہر کرے گا۔(ایسرالتفاسیر:500) رب العزت نے فرمایا: فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ سو وہ اپنے پاس قیامت ہی کے اچانک آنے کا انتظار کررہے ہیں،بے شک اس کی علامات تو آ چکیں،پھر جب وہ ان کے پاس آجائے گی ان کے لیے نصیحت کیسے ممکن ہوگی؟(محمد:18)﴿2﴾ کتاب وسنت میں قیامت قائم ہونے کی نشانیاں بیان کی گئی ہیں۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت اس وقت تک نہ قائم ہوگی جب تک دو عظیم جماعتیں جنگ نہ کریں گی۔ان دونوں جماعتوں کے درمیان بڑی خونریزی ہوگی۔حالانکہ دونوں کا دعوی ایک ہی ہوگا اور یہاں تک کہ بہت سے جھوٹے دجال بھیجے جائیں گے تقریباً تیس دجال۔ان میں سے ہر ایک دعوی کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے اور یہاں تک کہ علم اٹھالیا جائے گا اور زلزلوں کی کثرت ہوگی اور زمانہ قریب ہوجائے گا اور فتنے ظاہر ہوجائیں گے اور ہرج بڑھ جائے گا اور ہرج سے مراد قتل ہے اور یہاں تک کہ تمہارے پاس مال کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کثرت ہوجائے گی بلکہ بہہ پڑے گا اور یہاں تک کہ صاحب مال کو اس کا فکر دامن گیر ہوگا کہ اس کا صدقہ قبول کون کرے اور یہاں تک کہ وہ پیش کرے گا لیکن جس کے سامنے وہ پیش کرے گا وہ کہے گا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے اور یہاں تک کہ لوگ بڑی بڑی عمارتوں میں آپس میں فخر کریں گے ایک سے ایک بڑھ چڑھ کر عمارات بنائیں گے اور یہاں تک ایک شخص دوسرے کی قبر سے گزرے گا اور کہے گا کہ کاش میں بھی اسی جگہ ہوتا اور یہاں تک کہ سورج مغرب سے نکلے گا پس جب وہ اس طرح طلوع ہوگا اور لوگ دیکھ لیں گے تو سب ایمان لے آئیں گے لیکن یہ وہ وقت ہوگا جب کسی ایسے شخص کو اس کا ایمان لانا فائدہ نہ پہنچائے گا جو پہلے سے ایمان نہ لایا ہو یا اس نے اپنے ایمان کے ساتھ اچھے کام نہ کئے ہوں اور قیامت اچانک اس طرح قائم ہوجائے گی کہ دو آدمیوں نے اپنے درمیان کپڑا پھیلا رکھا ہوگا اور اسے ابھی بیچ نہ پائے ہوں گے نہ لپیٹ پائے ہوں گے اور قیامت اس طرح برپا ہوجائے گی کہ ایک شخص اپنی اونٹنی کا دودھ نکال کر واپس ہوا ہوگا کہ اسے کھا بھی نہ پایا ہوگا اور قیامت اس طرح قائم ہوجائے گی کہ وہ اپنے حوض کو درست کررہا ہوگا اور اس میں سے پانی بھی نہ پیا ہوگا اور قیامت اس طرح قائم ہوجائے گی کہ اس نے اپنا لقمہ منہ کی طرف اٹھایا ہوگا اور ابھی اسے کھایا بھی نہ ہوگا۔(صحیح بخاری:7121)《3》ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ''وہ (حادثہ) آسمانوں اور زمین میں بھاری ہے'' آسمان اور زمین کے رہنے والوں کے لیے یہ گھڑی بہت شدید ہے۔《4》رب العزت نے فرمایا: اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ جب سورج لپیٹ دیا جائے گا۔(التکویر:1)《5》اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۙ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۙ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۙ وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ جب آسمان پھٹ جائے گا۔اور جب ستارے بکھر جائیں گے۔اور جب سمندر پھاڑ دیے جائیں گے۔اور جب قبریں اکھیڑ دی جائیں گی۔(الانفطار:1۔4)《6》اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ جب آسمان پھٹ جائے گا۔(الانشقاق:1)《7》لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ''تم پر وہ اچانک ہی آئے گی'' یہ گھڑی اچانک آجائے گی کوئی اس کے لیے تیار نہیں ہوگا۔

سوال 7: قیامت کا وقت کیسا ہوگا؟

جواب:《1》قیامت ایک عظیم واقعہ ہوگا۔《2》بڑا سخت وقت ہوگا، زمین پر بھی اور آسمانوں میں بھی۔《3》جب اچانک آئے گی تو کوئی احتیاط کام نہ دے گی۔《4》قیامت آئے گی تو وہی قوت کام آئے گی جس کے لئے اب تیاری کرو گے۔اس لئے ایک منٹ ضائع کئے بغیر تیاری کرلو۔

سوال 8: يَسْئَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ''وہ آپ سے سوال کرتے ہیں گویا آپ اس کی پوری تحقیق کرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》يَسْئَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ''وہ آپ سے سوال کرتے ہیں گویا آپ اس کی پوری تحقیق کرنے والے ہیں'' وہ قیامت کے بارے میں آپ سے ایسے سوال کرتے ہیں گویا کہ آپ اس بارے میں پورا علم رکھتے ہیں۔اور وہ آپ کے سچے اور گہرے دوست ہیں۔《2》رب العزت نے فرمایا: يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا وہ لوگ تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا؟(النازعات:42)《3》قیامت کی گھڑی کو نہ کوئی فرشتہ جانتا ہے نہ رسول۔《4》قیامت کے علم کو اللہ تعالیٰ نے کمال حکمت اور وسیع علم کی بناء پر چھپا رکھا ہے۔

سوال 9: قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ '' آپ کہہ دیں:'' بلاشبہ اس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا آپ انہیں بتادیں اس کا علم تو خاص طور پر صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔《2》رب العزت نے فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ یقیناً اللہ تعالیٰ کے پاس ہی قیامت کا علم ہے اور وہی بارش برساتا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہے اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کوئی شخص نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائی کرے گا ؟ اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا؟ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ جاننے والا، پوری خبر رکھنے والا ہے۔(لقمان:34)《3》وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ''لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے''لوگ ایسے امور کے بارے میں علم حاصل نہیں کرتے جس کا علم حاصل کرنا فرض ہے۔اور ایسے امور کے بارے میں سوال کرتے ہیں جن کے بارے میں علم کا کوئی راستہ نہیں ہوتا اور ان سے کل حشر کے روز یہ سوال بھی نہیں ہوگا کہ آپ نے قیامت کا علم کیوں نہیں حاصل کیا؟《4》قیامت کا علم تو نبی ﷺ کو بھی نہیں تھا جنہوں نے فرمایا: انا و الساعة کھاتین میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح ہیں آپ ﷺ نے اپنی شہادت کی اور درمیانی انگلی کو جوڑ کر فرمایا۔(بخاری:6504)《5》آپ ﷺ سے ایک صحابی نے سوال کیا: متی الساعة؟ قیامت کب آئے گی؟ تو آپ ﷺ نے جواباً یہ سوال کیا: مــا اعــدت لهـــا؟ تو نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ تو اس نے جواب دیا میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔(بخاری:553/10)《6》قیامت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور لوگ نہیں جانتے۔

سوال10: قیامت اور آخرت کا عقیدہ انسان کو کیا دیتا ہے؟

جواب:《1》قیامت اور آخرت کا عقیدہ انسان کے تصور میں وسعت پیدا کر دیتا ہے۔انسان کے نفس میں کشادگی آجاتی ہے،اس کی خواہشات کنٹرول ہو جاتی ہیں۔《2》اس عقیدے کی وجہ سے انسان کو دنیا کے نتائج مایوس نہیں کرتے،وہ قربانیاں دیتے ہوئے دریغ نہیں کرتا۔عقیدہ آخرت کی وجہ سے انسان نیکی کے کاموں اور دین کی دعوت اور دین کے کاموں میں وقت،مال،صلاحیتیں اور قوتیں لگاتے ہوئے کوئی رکاوٹ محسوس نہیں کرتا۔

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۛ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ ۛ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ(188)

آپ کہہ دیں:''میں اپنی جان کے لیے کسی نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہوں،مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو میں ضرور بھلائیوں میں سے بہت زیادہ حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف تک نہ چھوتی،نہیں ہوں میں مگر ایک ڈرانے والا اور خوش خبری دینے والا ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔''(188)

سوال1: قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ'' آپ کہہ دیں:''میں اپنی جان کے لیے کسی نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہوں،مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》رب العزت نے محمد ﷺ سے فرمایا: آپ ﷺ کہہ دو کہ میں تو اپنے لیے نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتا۔《2》جب میں خود اپنے نفع کے لیے کوئی تدبیر نہیں کر سکتا تو کسی دوسرے کو کیسے نفع پہنچا سکتا ہوں؟《3》میں تو محتاج بندہ ہوں،اللہ تعالیٰ کی تدبیر کے تحت ہوں۔مجھے کوئی بھلائی ملتی ہے تو اسی سے،مجھ سے کوئی شر دور کرتا ہے تو وہی،میرے پاس جو علم ہے وہ مجھے اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہے۔

سوال2: آپ ﷺ سے کہا گیا کہ اعلان کر دیں''میں اپنے لئے بھی نفع و نقصان کا مالک نہیں''کس حقیقت پر روشنی پڑتی ہے؟

جواب:《1》آپ ﷺ کا اعلان سچے ایمان کا اعلان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی عالم الغیب ہے،وہی ساری اختیارات رکھتا ہے۔اور غیب کے دروازوں کے راستے محمد رسول اللہ ﷺ پر بھی بند ہیں۔《2》پوری انسانیت کا علم یہاں رک جاتا ہے۔

سوال3: یہ اعلان کس کے لئے مفید ہو سکتا ہے؟

جواب: یہ اعلان اس کے لئے مفید ہو سکتا ہے《1》جس کا دل و دماغ روشن ہو،وہ حق قبول کرنے کے لئے تیار ہو۔《2》اس کی لذت مومن

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہی چکھ سکتا ہے اوراس کے اسرار اہل ایمان پر ہی کھلتے ہیں۔

سوال4: وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ''اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو میں ضرور بھلائیوں میں سے بہت زیادہ حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف تک نہ چھوتی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ غیب وہ ہے جو ہمارے حواس اور ہماری عقلوں سے غائب ہے۔اس کا ہم اپنے حواس اور عقل سے ادراک نہیں کر سکتے۔(ایسر التفاسیر:500)﴿2﴾ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ ''اور اگر میں غیب جانتا ہوتا'' جیسا کہ تم گمان کرتے ہو تو میں خیر کثیر جمع کر لیتا۔(جامع البیان:152/9)﴿3﴾ ''اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو میں ضرور بھلائیوں میں سے بہت زیادہ حاصل کر لیتا''یعنی میں وہ اسباب مہیا کر لیتا جن کے بارے میں مجھے علم ہوتا کہ وہ مصالح اور منافع پر منتج ہوں گے اور میں ہر تکلیف دہ اور ناپسندیدہ چیز سے بچ جاتا کیونکہ مجھے ان کے وقوع کا بھی پہلے ہی سے علم ہوتا اور مجھے یہ بھی معلوم ہوتا کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔مگر مجھے غیب کا علم نہ ہونے کی وجہ سے کبھی کبھی تکلیف بھی پہنچتی ہے اور اسی وجہ سے کبھی کبھی مجھ سے دنیاوی فوائد اور مصالح بھی فوت ہو جاتے ہیں۔اور یہ اس بات کی اولین دلیل ہے کہ میں غیب کا علم نہیں جانتا۔ (تفسیر سعدی:957,958/1)﴿4﴾ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ: السُّوْٓءُ ہر وہ چیز جو انسان کے بدن اور اس کی روح کو تکلیف پہنچائے۔ (ایسر التفاسیر:500)

سوال5: اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ''نہیں ہوں میں مگر ایک ڈرانے والا اور خوش خبری دینے والا ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ یعنی میں تو نذیر اور بشیر ڈرانے والا اور خوش خبری دینے والا ہوں۔نہ میں امور کی تدبیر کرتا ہوں اور نہ غیب جانتا ہوں۔ (ایسر التفاسیر:500)﴿2﴾ میں نذیر ہوں صرف دنیا و آخرت کی سزاؤں سے ڈراتا ہوں اور ان اعمال کے بارے میں تنبیہ کرتا ہوں جو ان سزاؤں کا سبب بنتے ہیں اور سزاؤں سے بچنے کی نصیحت کرتا ہوں۔﴿3﴾ میں بشیر ہوں جلدی اور دیر سے ملنے والے ثواب کی خوش خبری سناتا ہوں۔ ان اعمال کو واضح کرتا ہوں جو دنیا و آخرت میں فلاح کا باعث بننے والے ہوں۔﴿4﴾ میں تو بشیر و نذیر ہوں مگر ہر شخص میری تنبیہات اور خوشخبریوں سے فائدہ نہیں اٹھاتا۔اہل ایمان ہی فائدہ اٹھاتے ہیں۔﴿5﴾ جو لوگ نبی ﷺ کو خیر کے حصول، شر کے ازالے اور نقصان سے بچاؤ کے لیے پکارتے ہیں یہ آیت ایسے لوگوں کے لیے راہ نمائی دیتی ہے کہ ایک نبی کا کردار کیا ہوتا ہے۔﴿6﴾ رسول ﷺ کے اختیار میں کچھ نہیں۔اللہ تعالیٰ جسے نفع پہنچانا چاہے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جس سے وہ روک لے اسے کوئی عطا نہیں کر سکتا۔

رکوع نمبر 14

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ(189)

وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ وہ اس کی طرف سکون پائے، پھر جب اس نے اس (بیوی) کو ڈھانپ لیا تو اس نے ایک ہلکا سا حمل اٹھا لیا، پھر وہ اس کو لے کر چلتی پھرتی رہی پھر جب وہ بوجھل ہوگئی تو ان دونوں نے اللہ تعالیٰ اپنے رب سے دعا کی: ''اگر تو نے ہمیں تندرست بچہ عطا کیا تو ہم ضرور شکر کرنے والوں میں سے ہوں گے۔''(189)

سوال1: هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ''وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ رب العزت نے واضح فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا یعنی مختلف رنگوں نسلوں اور عقلوں میں اختلاف رکھنے والے کثیر انسانوں کو پیدا کیا۔﴿2﴾ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ایک جان سے یعنی آدم علیہ السلام سے ﴿3﴾ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا '' اور اسی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سے اس کا جوڑا بنایا'' یعنی آدم علیہ السلام سے سیدہ حوا کو تخلیق کیا جو ان کی بیوی تھیں۔﴿4﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :عورتوں کے حق میں میری وصیت قبول کرو۔عورت کو پسلی سے پیدا کیا گیا اور پسلی میں سب سے ٹیڑھا حصہ اس کے اوپر کا حصہ ہوتا ہے۔پھر اگر آپ اسے سیدھا کرنا چاہو گے تو اسے توڑ دو گے اور اگر اسے چھوڑ دو گے تو وہ ٹیڑھی کی ٹیڑھی رہے گی۔اس لیے عورتوں کے ساتھ بھلائی کی نصیحت قبول کرو۔(بخاری، کتاب الانبیاء، باب1)﴿5﴾ اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کو ایک جنس سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا بنایا پھر ایک مرد ایک عورت سے اس نے کثیر انسانوں کو ساری دنیا میں پھیلا دیا۔﴿6﴾ رب العزت نے فرمایا یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى اے لوگو! یقیناً ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔(الحجرات:13)﴿7﴾ لِیَسْكُنَ اِلَیْهَا '' تاکہ وہ اس کی طرف سکون پائے'' اللہ تعالیٰ نے انسیت اور محبت کے لئے ایک جان سے اس کا جوڑا بنایا۔رب العزت نے فرمایا: وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَ جَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری جنس ہی سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے سکون حاصل کر سکو اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھ دی، بلاشبہ اس میں یقیناً اُن لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہے۔(الروم:21)﴿8﴾ مرد اور عورت کے درمیان اللہ تعالیٰ نے ایسی مناسبت رکھ دی ہے جس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے سے سکون حاصل کر سکتے ہیں۔شیخ سعدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں چونکہ حوا کو آدم علیہ السلام سے پیدا کیا گیا ہے اس لئے دونوں کے درمیان ایسی مناسبت اور موافقت موجود ہے جو تقاضا کرتی ہے کہ وہ ایک دوسرے سے سکون حاصل کریں اور شہوت کے تعلق سے ایک دوسرے کی اطاعت کریں۔(تفسیر سعدی:958/1)﴿9﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن بندہ (اپنی) مومن (بیوی) سے بغض نہ رکھے اگر اس کی کوئی خصلت ناگوار ہوگی تو دوسری خصلت پسند آجائے گی۔(مسلم:475/1)﴿10﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے وہ کسی بھی طریقہ پر تیرے لیے سیدھی نہیں ہوسکتی اگر تجھے اس سے نفع حاصل کرنا ہے تو اسی صورت میں حاصل کر سکتا ہے کہ اس کا ٹیڑھا پن باقی رہے اور اگر تو اسے سیدھی کرنے لگے گا تو توڑ دے گا اور اس کو توڑ دینا طلاق دینا ہے۔(مسلم:475/1)﴿11﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اہل ایمان میں سے سب سے زیادہ کامل لوگ وہ ہیں جو سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے ہیں اور تم میں سب سے بہتر وہ ہیں جو اپنی عورتوں کے لیے سب سے بہتر ہیں۔(ترمذی)﴿12﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو چار چیزیں دے دی گئیں اسے دنیا و آخرت کی بھلائی دے دی گئی۔شکر گزار دل، ذکر کرنے والی زبان تکلیف پر صبر کرنے والا بدن اور ایسی بیوی جو اپنی جان میں اور شوہر کے مال میں خیانت کرنا نہ چاہتی ہو۔(بیہقی فی شعب الایمان)﴿13﴾ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو عورت پانچ وقت کی نماز پڑھے اور رمضان کے روزے رکھے اور اپنی عصمت محفوظ رکھے اور اپنے شوہر کی فرمانبرداری کرے (جو شریعت کے خلاف نہ ہو تو جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے)۔(مشکوٰۃ المصابیح:281)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت میں فطری اختلاف کیوں رکھا ہے؟

جواب: مرد اور عورت کے فطری فرائض مختلف اس لئے ہیں تاکہ مرد عورت کے پاس سکون حاصل کرے۔اور عورت اس کے لئے خوشی کا باعث ہو۔

سوال3: اگر کائنات میں ایک سے زیادہ ہستیوں کا دخل ہوتا تو کیا مرد اور عورت میں کامل ہم آہنگی ممکن ہوتی؟

جواب: مرد ایک منفرد اور مستقل وجود ہے اور عورت بھی ایک مستقل وجود ہے دونوں شوہر اور بیوی کی حیثیت سے اکٹھے ہوتے ہیں تو دونوں کو لگتا ہے ایک دوسرے کے لیے بنے ہیں۔دو مختلف اور متضاد چیزوں کے درمیان ہم آہنگی ایک سے زیادہ ہستیوں کی وجہ سے ممکن نہ ہوتی۔

سوال4: مرد اور عورت کے درمیان گہری سازگاری کس چیز کا ثبوت ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: مرد اور عورت کے درمیان گہری ساز گاری اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ وہ ایک ہے جس کے منصوبے کے تحت دونوں کو ایک خاص ڈھنگ سے بنایا گیا ہے۔

سوال 5: تحریف شدہ مذاہب میں عورت کا کیا تصور ہے؟

جواب: تحریف شدہ مذاہب میں عورت کا بھیانک تصور ہے ان میں سے کسی نے کہا عورت گندگی ہے۔ کسی نے کہا عورت لعنت ہے۔ کسی نے کہا ساری مصیبتوں کی ذمہ دار عورت ہے۔ کسی نے کہا عورت گمراہی کا جال ہے۔ کسی نے کہا عورت سے ہر وقت خطرہ محسوس کرنا چاہیے۔ کسی نے کہا عورت کنڈم مال ہے۔ کسی نے کہا عورت مرد کی خادمہ ہے۔ کسی نے کہا عورت کی کوئی ذاتی حیثیت نہیں۔ اسلام کا عورت کے بارے میں تصور دیگر مذاہب اور تہذیبوں کے مقابلے میں مکمل سچا تصور ہے۔

سوال 6: وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا '' اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا تا کہ وہ اس کی طرف سکون پائے'' اسلام میں شوہر اور بیوی کے ملاپ کا اصل مقصد کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ شوہر اور بیوی امن اور محبت کی فضا میں زندگی بسر کریں۔ ﴿2﴾ شوہر اور بیوی ایک دوسرے سے سکون حاصل کریں۔ ﴿3﴾ شوہر اور بیوی کی وجہ سے انسانیت کے قیمتی سرمائے بچے کے لیے امن اور محبت میسر آئے۔ ﴿4﴾ اسلام نے شوہر اور بیوی کے ملاپ کا مقصد محض وقتی لذت کا حصول نہیں رکھا۔ ﴿5﴾ اسلام نے مرد اور عورت کے فرائض میں سے کسی کو اہم اور کسی کو غیر اہم قرار نہیں دیا۔ ﴿6﴾ اسلام نے نہ عورت کو مرد کے فرائض سونپے ہیں نہ مرد کو عورت کے فرائض سونپے ہیں۔ ہر ایک اپنے اپنے دائرہ کار میں رہتے ہوئے فرائض ادا کرنے کا پابند ہے۔

سوال 7: فَلَمَّا تَغَشّٰهَا '' پھر جب اس نے اس (بیوی) کو ڈھانپ لیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: '' پھر جب مرد نے عورت کو ڈھانپ لیا'' اس سے ایک طرف سکون کی فضا کا بھی اندازہ ہوتا ہے اور دوسری طرف شہوت اور جماع سے اللہ تعالیٰ نے نسل کا وجود میں آنا مقدر کر دیا ہے۔

سوال 8: حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ '' تو اس نے ایک ہلکا سا حمل اٹھا لیا، پھر وہ اس کو لے کر چلتی پھرتی رہی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ تو اس نے ایک ہلکا سا حمل اٹھا لیا، پھر وہ اس کو لے کر چلتی پھرتی رہی یہ حالت حمل کے ابتدائی دنوں میں ہوتی ہے۔ جب عورت محسوس بھی نہیں کر پاتی اور بوجھل بھی نہیں ہوتی۔ ﴿2﴾ فَمَرَّتْ بِهٖ برابر پیٹ رہا، اس نے پیٹ کی مدت پوری کی۔ (بخاری کتاب التفسیر) ﴿3﴾ عورت جب محسوس کرتی ہے کہ پاؤں بھاری ہیں تو خوشی خوشی کام کاج میں مصروف نظر آتی ہے۔ اور اس بوجھ کو لادے لادے پھرتی ہے۔ (سراج البیان؛2/416,417)

سوال 9: فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا '' پھر جب وہ بوجھل ہو گئی تو ان دونوں نے اللہ تعالیٰ اپنے رب سے دعا کی'' شوہر اور بیوی کا دل ایک ساتھ کب اٹک جاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ پھر جب وہ حمل کی وجہ سے بوجھل ہو گئی یعنی حمل بڑا ہو گیا۔ ﴿2﴾ جب عورت کا حمل واضح ہو جاتا ہے تو جوڑے کی امیدیں پوری ہونے کا وقت آ جاتا ہے۔ اس وقت دونوں یہ چاہتے ہیں کہ بچہ صحیح سالم اور ہر آفت سے محفوظ پیدا ہو اس وقت والدین اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرتے ہیں اور اس کے فضل کے امیدوار ہوتے ہیں۔

سوال 10: لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ '' اگر تو نے ہمیں تندرست بچہ عطا کیا تو ہم ضرور شکر کرنے والوں میں سے ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:《1》اگر تو نے ہمیں تندرست بچہ عطا کیا صَالِحًا صحیح وسالم یعنی صحیح الخلقت، پورا اور ہر نقص سے محفوظ۔(تفسیر سعدی:958/1)《2》لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ دونوں اللہ تعالیٰ سے امید باندھتے ہیں اور دعا کرتے ہیں اظہار کرتے ہوئے کہ اگر تو نے صالح بچہ عطا کیا تو ہم ضرور شکر گزاروں میں سے ہوں گے۔《3》یہ آیت واضح کرتی ہے کہ بچے کی پیدائش سے پہلے وہ یہ یقین رکھتے ہیں کہ بچہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اس لئے اسی کا شکر ادا کرنا چاہتے ہیں۔

فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ(190)

پھر جب اللہ تعالیٰ نے انہیں تندرست بچہ عطا کر دیا تو دونوں نے اس کے لیے اس میں شریک بنا لیے جو اس نے ان کو عطا کیا تھا، پس اللہ تعالیٰ ان سے بلند و برتر ہے جن کو وہ شریک بناتے ہیں۔(190)

سوال1:فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا ''پھر جب اللہ تعالیٰ نے انہیں تندرست بچہ عطا کر دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا ''پھر جب اللہ تعالیٰ نے انہیں تندرست بچہ عطا کر دیا''یعنی ان کی دعا قبول ہوئی جب اللہ تعالیٰ نے انہیں تندرست بچہ عطا کیا۔《2》جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا ''تو دونوں نے اس کے لیے اس میں شریک بنا لیے جو اس نے ان کو عطا کیا تھا''یعنی اس بچے کے پیدا ہونے پر، اس بڑی نعمت کے پا لینے کے بعد انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھرایا حالانکہ بچے کو اللہ وحدہ لا شریک وجود میں لایا ہے۔جب والدین کی آنکھیں اپنے بچے سے ٹھنڈی ہو گئیں تو انہوں نے اپنے بچے اور اللہ کے بندے کو غیر اللہ کے نام سے موسوم کیا۔مثلاً عبدالعزیٰ، عبدالحارث اور عبدالکعبہ وغیرہ۔انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں پانے کے بعد اس کی عبادت میں غیر اللہ کو شریک کیا۔

سوال2:فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ''پس اللہ تعالیٰ ان سے بلند و برتر ہے جن کو وہ شریک بناتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》ان احسان ناشناس، ناشکر گزار مشرکوں کے شرک سے حق تعالیٰ بہت بلند و بالاتر ہے۔《2》اس سے مراد اہل مکہ ہیں جنہوں نے بتوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شریک کر کے شرک کیا۔(ایسر التفاسیر:501)

اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ(191)

کیا وہ ان کو شریک بناتے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے اور وہ سب خود پیدا کیے جاتے ہیں؟(191)

سوال1:اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ''کیا وہ ان کو شریک بناتے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے اور وہ سب خود پیدا کیے جاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا کیا وہ مخلوق کو شریک ٹھہراتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:502)《2》وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ابن زید نے کہا: کیا وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شریک ٹھہراتے ہیں پھر وہ اس کے ساتھ ان کی عبادت کرتے ہیں جنہوں نے کچھ بھی تخلیق نہیں کیا اور انہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور ان کو پروان چڑھایا اور عبادت تو خالصاً تاً خالق کے لئے ہے نہ کہ مخلوق کے لئے۔(جامع البیان:160/9)《3》يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ۭ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـــًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ۭ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ اے لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے سو اسے غور سے سنو، یقیناً وہ لوگ جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو ایک مکھی بھی ہرگز پیدا نہیں کریں گے اور اگر چہ وہ سب کے سب اس کے لیے جمع ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کچھ بھی چھین لے تو اسے اس سے وہ چھڑا بھی نہیں سکتے طلب کرنے والا بھی کمزور ہے اور جس سے طلب کیا گیا وہ بھی کمزور ہے۔(الحج:73) قرآن یہ دلائل دیتا ہے کہ خالق کا یہ حق ہے کہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اس کی بندگی کی جائے۔جن کوانسان شریک ٹھہراتے ہیں وہ خالق نہیں بلکہ مخلوق ہیں۔کسی مخلوق کی بندگی کا کیا جواز ہے جب کہ نہ وہ حفاظت کر سکے نہ مدد۔

وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ أَنفُسَهُمْ يَنصُرُونَ(192)

اور نہ ان کی وہ مدد کر سکتے ہیں اور نہ وہ خود اپنی مدد کرتے ہیں۔(192)

سوال 1:وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْرًا''اور نہ ان کی وہ مدد کر سکتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:جب ان سے ان کے عبادت گزار مدد طلب کرتے ہیں تو وہ ان کی مدد نہیں کر سکتے۔

سوال 2:وَّلَآ أَنفُسَهُمْ يَنصُرُونَ''اور نہ وہ خود اپنی مدد کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:وہ اپنی مدد کرنے کی بھی طاقت نہیں رکھتے کیونکہ وہ جمادات ہیں۔ان کی نہ زندگی ہے نہ قدرت۔(ایسر التفاسیر:572)《2》جب (شریک ٹھہرائی ہوئی اس ہستی کی) یہ حالت ہو کہ وہ پیدا نہ کر سکتی ہو،ایک ذرہ بھی پیدا کرنے پر قادر نہ ہو بلکہ وہ خود مخلوق ہو اور وہ اپنے عبادت گزار سے کسی تکلیف دہ چیز کو دور کرنے کی طاقت نہ رکھتی ہو بلکہ خود اپنی ذات سے بھی کسی تکلیف دہ چیز کو دور کرنے پر قادر نہ ہو،تو بھلا اس کو اللہ کے ساتھ کیسے معبود بنایا جا سکتا ہے،بلاشبہ یہ سب سے بڑا ظلم ہے۔(تفسیر سعدی:959/1)

وَإِن تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ لَا يَتَّبِعُوكُمْ ۚ سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ أَدَعَوْتُمُوهُمْ أَمْ أَنتُمْ صَامِتُونَ(193)

اور اگر آپ انہیں ہدایت کی دعوت دیں تو وہ آپ کے پیچھے نہ چلیں گے،تم پر برابر ہے خواہ تم انہیں پکارو یا تم خاموش رہو۔(193)

سوال 1:وَإِن تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ لَا يَتَّبِعُوكُمْ''اور اگر آپ انہیں ہدایت کی دعوت دیں تو وہ آپ کے پیچھے نہ چلیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》وَإِن تَدْعُوهُمْ''اور اگر تم انہیں پکارو''اے شرک کرنے والو!جن بتوں کی تم اللہ تعالیٰ کے ماسوا عبادت کرتے ہو۔《2》إِلَى الْهُدَىٰ''ہدایت کی طرف''اور یقیناً انہوں نے راستہ گم کر دیا ہے۔《3》لَا يَتَّبِعُوكُمْ''تو تمہاری پیروی نہیں کریں گے''کیونکہ وہ گمراہی سے ہدایت کی طرف آنے کی سمجھ نہیں رکھتے۔(ایسر التفاسیر:502)

سوال 2:سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ أَدَعَوْتُمُوهُمْ أَمْ أَنتُمْ صَامِتُونَ''تم پر برابر ہے خواہ تم انہیں پکارو یا تم خاموش رہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ:تمہارے لئے برابر ہے۔《2》أَدَعَوْتُمُوهُمْ أَمْ أَنتُمْ صَامِتُونَ''یعنی تم انہیں پکارو یا تم خاموش ہو جاؤ وہ آپ کی پیروی نہیں کریں گے۔اور اسی طرح سے ان کا حال ہے اور یہ واقعہ ہے تو کیا یہ درست ہے کہ ان کی عبادت کی جائے اور قرب حاصل کرنے والے ان کا قرب حاصل کریں اور ان کے نام کی قسمیں کھائی جائیں اور ان کے لئے اعتکاف کیا جائے اور انہیں پکارا جائے اور ان سے فریادیں کی جائیں۔اے اللہ!نہیں لیکن مشرک نہیں سمجھتے۔(ایسر التفاسیر:502)《3》ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد سے کہا تھا:إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنكَ شَيْئًا جب اس نے اپنے باپ سے کہا:''اے میرے ابا جان!آپ اس کی عبادت کیوں کرتے ہیں جو نہ سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے اور نہ آپ کے کچھ بھی کام آ سکتا ہے۔(مریم:42)《4》ان معبودوں سے تو انسان ہی اچھا ہے کیونکہ وہ معبود سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں۔یہ کسی کی راہ نمائی کر سکتے ہیں نہ ان کی راہ نمائی کی جا سکتی ہے۔ایک عقل مند شخص جب ان تمام امور کو مجرد طور پر اپنے تصور میں لاتا ہے تو اسے یقین ہو جاتا ہے کہ ان کی الوہیت باطل ہے اور جو کوئی ان کی عبادت کرتا ہے وہ بے وقوف ہے۔(تفسیر سعدی:960,959/1)

إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ ۖ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ(194)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

یقیناً جن لوگوں کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو وہ تمہارے ہی جیسے بندے ہیں، پس تم انہیں پکارو تو لازم ہے کہ وہ تمہاری دُعا قبول کریں، اگر تم واقعی سچے ہو۔(194)

سوال1: اِنَّ الَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ عِبَادٌ اَمۡثَالُکُمۡ ''یقیناً جن لوگوں کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو وہ تمہارے ہی جیسے بندے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اِنَّ الَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ: یعنی اے مشرکو! جن کو تم پکارتے ہو اور یہ پکارنا، دعا کرنا عبادت ہے۔《2》مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے سوا یعنی جس کا حق ہے اس کے حق کو چھوڑ کر۔《3》عِبَادٌ اَمۡثَالُکُمۡ، وہ تمہارے ہی جیسے بندے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے غلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا مالک ہے جیسے تم اللہ تعالیٰ کے غلام ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے اور تم مربوب ہو پھر کیسے تمہاری جانب سے ان کی عبادت درست ہو سکتی ہے جب کہ وہ تمہاری طرح غلام ہیں اور وہ تمہارے لئے اور نہ اپنے لئے کسی نفع و نقصان کا اختیار رکھتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:502/1)《4》ایک ہی مالک کے سارے غلام ہیں ایک ہی کی مخلوق ہیں اور وہ اللہ رب العالمین ہے۔ ان کے اور تمہارے درمیان کوئی فرق نہیں اب بتاؤ کیا واقعی یہ ہستیاں جن کی تم عبادت کرتے ہو عبادت کی مستحق ہیں۔

سوال2: فَادۡعُوۡهُمۡ فَلۡيَسۡتَجِيۡبُوۡا لَـكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ''پس تم انہیں پکارو تو لازم ہے کہ وہ تمہاری دعا قبول کریں اگر تم سچے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: فَادۡعُوۡهُمۡ فَلۡيَسۡتَجِيۡبُوۡا لَـكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ پس تم انہیں پکارو تو لازم ہے کہ وہ تمہاری دعا قبول کریں اگر تم سچے ہو اگر تمہیں ان کے معبود ہونے کی صحت میں شک ہے تو انہیں پکارو پھر لازم ہے کہ وہ تمہیں جواب دیں اگر تم اپنے گمان میں سچے ہو کہ وہ معبود ہیں جو عبادت کا حق رکھتے ہیں اگر تم انہیں پکارو گے تو یقیناً وہ تمہیں کبھی جواب نہیں دیں گے اور وہ تمہیں کیسے جواب دے سکتے ہیں جب کہ وہ جمادات ہیں اور وہ زندگی نہیں رکھتے۔(ایسر التفاسیر:502,503)《2》اگر وہ تمہاری پکار کا جواب دے دیں یعنی سن کر بولیں تو تم سچے ہو ورنہ اللہ تعالیٰ پر بڑا بہتان لگا رہے ہو۔《3》سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قیامت کے دن سورج اور چاند کو لایا جائے گا حتی کہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کے سامنے آئیں گے اور ان لوگوں کو بھی لایا جائے گا جو ان کی عبادت کرتے تھے اور کہا جائے گا ان کو پکارو کہ وہ تمہاری دعائیں قبول کریں اگر تم سچے ہو۔(ابن ابی حاتم:1536/5)

اَلَهُمۡ اَرۡجُلٌ يَّمۡشُوۡنَ بِهَآ اَمۡ لَهُمۡ اَيۡدٍ يَّبۡطِشُوۡنَ بِهَآ اَمۡ لَهُمۡ اَعۡيُنٌ يُّبۡصِرُوۡنَ بِهَآ اَمۡ لَهُمۡ اٰذَانٌ يَّسۡمَعُوۡنَ بِهَا قُلِ ادۡعُوۡا شُرَكَآءَكُمۡ ثُمَّ كِيۡدُوۡنِ فَلَا تُنۡظِرُوۡنِ(195)

کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہیں؟ یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑتے ہیں؟ یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہیں؟ یا ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہیں؟ آپ کہہ دیں: ''تم اپنے شریکوں کو بلاؤ، پھر میرے خلاف تدبیر کرو، پس تم مجھے مہلت نہ دو۔''(195)

سوال1:《1》اَلَهُمۡ اَرۡجُلٌ يَّمۡشُوۡنَ بِهَآ ''کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو بتوں کی عبادت کرتے ہیں جب کہ وہ جانتے بوجھتے انجان بن کر اس پر قائم رہتے ہیں سوال کیا ہے کہ کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہیں تو وہ تمہارے ساتھ تمہاری ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے دوڑیں بھاگیں اور تمہارے منافع کے لئے ان پاؤں کو کام میں لائیں۔(جامع البیان:161,162/9)

سوال2: اَمۡ لَهُمۡ اَيۡدٍ يَّبۡطِشُوۡنَ بِهَآ ''یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: پھر وہ تم سے تمہارے نقصان کو اور تمہارے ضرر کو دور کریں۔ (جامع البیان: 161,162/9)

سوال 3: اَمۡ لَهُمۡ اَعۡيُنٌ يُّبۡصِرُوۡنَ بِهَاۤ ' یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہیں۔ ﴿1﴾ ان کی آنکھیں نہیں ہیں جن سے وہ تمہارے حال کو دیکھیں۔ (تفسیر مراغی: 464,465/3) ﴿2﴾ کیا ان کی آنکھیں ہیں کہ وہ کچھ دیکھ سکیں جو تمہاری نظروں سے چھپا ہوا ہے اور تم اسے نہیں دیکھ سکتے۔

سوال 4: ''اَمۡ لَهُمۡ اٰذَانٌ يَّسۡمَعُوۡنَ بِهَا'' ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہیں یعنی ان کے کان ہیں جن سے وہ تمہارے اقوال کو سنیں اور تمہارے مطالبات کے بارے میں جان سکیں تو وہ تمہاری طرح نہیں ہیں۔ جب وہ ان اعضاء وقویٰ سے محروم ہیں جو انسان کو دیے گئے ہیں تو یہ تمہاری طرح مخلوق ہیں لیکن تم ان سے زیادہ کامل اور قوت والے ہو پھر کس بنیاد پر ان کی عبادت کرتے ہو۔

سوال 5: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شرک کی تردید کے لیے دلائل دیتے ہوئے انسانی شعور کو کیسے جھنجوڑا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان کو توجہ دلائی ہے کہ دیکھو ان کے پاؤں نہیں چلتے جب کہ تمہارے پاؤں چلتے ہیں۔ ان کے ہاتھ نہیں پکڑتے جب کہ تمہارے ہاتھ پکڑتے ہیں۔ ان کے کان نہیں سنتے جب کہ تمہارے کان سنتے ہیں۔ تمہارے پاس قوتیں ہیں تو بے جان اعضاء والے بتوں کی پرستش کیوں کرتے ہو؟

سوال 6: قُلِ ادۡعُوۡا شُرَكَآءَكُمۡ ثُمَّ كِيۡدُوۡنِ فَلَا تُنۡظِرُوۡنِ '' آپ کہہ دیں: تم اپنے شریکوں کو بلاؤ، پھر میرے خلاف تدبیر کرو، پس تم مجھے مہلت نہ دو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ قُلِ ادۡعُوۡا آپ کہہ دیں پکارو، بلاؤ۔ ﴿2﴾ شُرَكَآءَكُمۡ اپنے بتوں کو جن کی تم عبادت کرتے ہو جب وہ کچھ نہیں ہیں تو وہ تمہیں کیسے جواب دیں گے۔ پھر کس حق سے تم ان کی عبادت کرتے ہو ان امیدیں باندھتے ہو دعائیں کرتے ہو حالانکہ ان کے اندر قدرت اور حیات کے آثار مفقود ہیں۔ (ایسر التفاسیر: 503) ﴿3﴾ ثُمَّ كِيۡدُوۡنِ '' پھر میرے خلاف تدبیر کرو'' تم میرے خلاف جیسی چاہو تدبیریں کرو۔ ﴿4﴾ فَلَا تُنۡظِرُوۡنِ '' پس تم مجھے مہلت نہ دو'' پھر مجھے مہلت نہ دینا اور مجھے تمہاری کوئی پرواہ نہیں ہے۔ ﴿5﴾ یعنی اگر تمہارے معبود اور تم خود مجھے برائی اور تکلیف پہنچانے کے لیے اکٹھے ہو جاؤ اور مجھے کوئی ڈھیل اور مہلت بھی نہ دو، تب بھی تم مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچا سکو گے۔ (تفسیر سعدی: 961,960/1)

اِنَّ وَلِیِّۦَ اللّٰهُ الَّذِیۡ نَزَّلَ الۡكِتٰبَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيۡنَ (196)

بلاشبہ میرا مددگار وہ اللہ تعالیٰ ہے، جس نے یہ کتاب اتاری ہے اور وہی تمام نیک لوگوں کا مددگار بنتا ہے۔ (196)

سوال 1: اِنَّ وَلِیِّۦَ اللّٰهُ الَّذِیۡ نَزَّلَ الۡكِتٰبَ '' بلاشبہ میرا مددگار وہ اللہ تعالیٰ ہے، جس نے یہ کتاب اتاری ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ اے محمد ﷺ! مشرکوں سے کہہ دو جو بتوں کی بندگی کرتے ہیں اِنَّ وَلِیِّۦَ اللّٰهُ: یقیناً میرا مددگار، میرا حمایتی تو اللہ تعالیٰ ہے۔ وہی مجھے ہر قسم کا نفع پہنچاتا ہے اور نقصان سے بچاتا ہے۔ ﴿2﴾ الَّذِیۡ نَزَّلَ الۡكِتٰبَ جس نے قرآن مجید نازل کیا جس میں ہدایت، روشنی، نصیحت اور شفا ہے۔

سوال 2: وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيۡنَ '' اور وہی تمام نیک لوگوں کا مددگار بنتا ہے'' اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کی حمایت کیسے کرتا ہے؟

جواب: وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيۡنَ ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے کتاب نازل کی ہے اور صالحین اس کے خاص بندے ہیں جن کی وہ اس کتاب کے ذریعے خاص تربیت کرتا ہے۔ قرآن حکیم صالحین کی دینی تربیت کے لیے سرپرستی ہے۔ ﴿2﴾ صالحین وہ لوگ ہیں جن کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نیتیں پاک،جن کے اقوال پاک اور جن کے اعمال پاک ہیں۔《3》رب العزت نے فرمایا: اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ۬ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے وہ ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے۔(البقرہ:257)《4》پس صالح مومن، جب ایمان اور تقویٰ کے ذریعے سے اپنے رب کو اپنا دوست اور سرپرست بنا لیتے ہیں اور کسی ایسی ہستی کو اپنا دوست نہیں بناتے جو کسی کو نفع پہنچا سکتی ہے نہ نقصان، تو اللہ تعالیٰ ان کا دوست اور مددگار بن جاتا ہے، ان کو اپنے لطف و کرم سے نوازتا ہے، ان کے دین و دنیا کی بھلائی اور مصالح میں ان کی مدد کرتا ہے اور ان کے ایمان کے ذریعے سے ان سے ہر ناپسندیدہ چیز کو دور کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا یقیناً اللہ تعالیٰ ان کی مدافعت کرتا ہے جو ایمان لائیں۔(الحج:38)(تفسیر سعدی:961/1)《5》وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ یعنی وہ ان کی حفاظت کرتا ہے اور ان کی مدد کرتا ہے اور ان کے اور ان کے دشمنوں کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔(فتح القدیر:349/2)

سوال3: اللہ تعالیٰ دعوت دینے والوں کے مخالفوں کو یہ اجازت کیوں دیتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں کو اذیت دیں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ ایک طرف کھوٹے اور کھرے کو جدا کرنا چاہتے ہیں اور کھرے کو مزید خالص بنانا چاہتے ہیں۔《2》دوسری طرف وہ دشمنوں کو مہلت دینے کے لئے اور ان پر حجت تمام کرنے کے لئے اجازت دیتے ہیں تا کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔

سوال4: اللہ تعالیٰ کے دوست اس کے دشمنوں کی اذیتوں کو کیسے برداشت کرتے ہیں۔ مثالیں دیں؟

جواب: سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے مشرکین کی ایک مجلس کے سامنے قرآن حکیم کی تلاوت کی تو مشرکوں نے اس زور سے مارا کہ ان کا سر چکرانے لگا اور کھڑا ہونا مشکل ہو گیا۔ اس وقت انہوں نے کہا'' اللہ کی قسم یہ لوگ میرے لئے اس سے زیادہ کبھی قابل برداشت اور آسان نہ تھے'' انہوں نے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو ہلکا سمجھا۔ جو اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو خاطر میں نہیں لانا چاہیے۔

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ(197)

اور اللہ تعالیٰ کے سوا جنہیں تم پکارتے ہو وہ تمہاری مدد کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے اور نہ اپنے آپ کی مدد کرتے ہیں۔(197)

سوال1:《1》وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ'' اور اللہ تعالیٰ کے سوا جنہیں تم پکارتے ہو وہ تمہاری مدد کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے اور نہ اپنے آپ کی مدد کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ یہ آیت واضح کرتی ہے کہ بت عبادت کا حق نہیں رکھتے اور اللہ تعالیٰ کے ماسوا جن ہستیوں کو بھی پکارا جاتا ہے وہ عبادت کا استحقاق نہیں رکھتیں کیونکہ نہ یہ خود اپنی مدد کر سکتے ہیں نہ کسی کی مدد کرنے کی طاقت رکھتے ہیں تو جو اپنے عبادت گزار سے نہ تکلیف دور کر سکے نہ اسے کوئی نفع پہنچا سکے اسے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود کیسے بنایا جا سکتا ہے۔ یہ معبود نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں نہ کسی کی راہ نمائی کر سکتے ہیں۔ نہ وہ عقل رکھتے ہیں نہ جواب دینے کی صلاحیت اور قوت رکھتے ہیں آپ کو لگے گا کہ وہ آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں مگر وہ نہیں دیکھ سکتے کیونکہ وہ زندگی نہیں رکھتے۔《2》لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ'' وہ تمہاری مدد کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے'' یعنی تمہیں کوئی نفع نہیں پہنچا سکتے۔《3》وَلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ'' اور نہ اپنے آپ کی مدد کرتے ہیں'' یہ بت جنہیں تم نے معبود بنا رکھا ہے اپنا بچاؤ بھی نہیں کر سکتے یہ معبود مکمل طور پر عاجز ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کا ولی ہے۔ یقیناً وہ کامل قدرت اور اقتدار والا ہے اور وہ قوت والا ہے جو قوی کی پناہ لیتا ہے اور وہ عزت والا ہے جو عزت والے کی پناہ لیتا ہے اور اس پر توکل کرتا ہے۔

سوال2: کیا دنیا کے سرکشوں اور فرعونوں کے پاس اتنی قوت ہوتی ہے کہ وہ ان کی مدد کر سکیں جن کو وہ اپنا ولی سمجھتے ہیں؟

جواب:《1》اگرچہ سرکشوں اور فرعونوں کے پاس دنیا کا اقتدار ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کے پاس اتنی قوت نہیں ہوتی کہ ان کی کوئی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

امداد کرسکیں۔《2》اللہ تعالیٰ کی تقدیر اپنے بندوں کے بارے میں مقررہ طریقے پر چلتی رہتی ہے۔مشرک اوران کے معبود اورسرکش فرعون ان لوگوں کے خلاف چالیں چل لیں جن کو آسمان اور زمین کے خالق نے اپنی سرپرستی میں لے رکھا ہے۔وہ اپنی چالوں سے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

وَ اِنۡ تَدۡعُوۡهُمۡ اِلَى الۡهُدٰى لَا يَسۡمَعُوۡا ؕ وَتَرٰٮهُمۡ يَنۡظُرُوۡنَ اِلَيۡكَ وَهُمۡ لَا يُبۡصِرُوۡنَ(198)

اوراگرتم انہیں ہدایت کی طرف بلاؤ تو وہ نہیں سنیں گے اورتم انہیں دیکھتے ہو کہ وہ تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں حالانکہ وہ دیکھتے ہی نہیں۔(198)

سوال1:وَ اِنۡ تَدۡعُوۡهُمۡ اِلَى الۡهُدٰى لَا يَسۡمَعُوۡا ؕ ''اوراگرتم انہیں ہدایت کی طرف بلاؤ تو وہ نہیں سنیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:وَ اِنۡ تَدۡعُوۡهُمۡ :اللہ رب العزت نے نبی ﷺ سے فرمایا اے محمد ﷺ!مشرکوں سے کہہ دو کہ اے مشرکو!اگرتم اپنے معبودوں کو ہدایت کی طرف بلاؤ اوروہ استقامت اورسداد ہے۔(جامع البیان:162/9)

سوال 2:وَتَرٰٮهُمۡ يَنۡظُرُوۡنَ اِلَيۡكَ وَهُمۡ لَا يُبۡصِرُوۡنَ ''اورتم انہیں دیکھتے ہو کہ وہ تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں حالانکہ وہ دیکھتے ہی نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》وَتَرٰٮهُمۡ يَنۡظُرُوۡنَ اِلَيۡكَ۔کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد وَتَرٰٮهُمۡ يَنۡظُرُوۡنَ اِلَيۡكَ وَهُمۡ لَا يُبۡصِرُوۡنَ میں ضمیر مشرکین کی طرف لوٹتی ہے جنہوں نے رسول ﷺ کی تکذیب کی(تب اس کے معنی یہ ہوں گے)اے اللہ کے رسول ﷺ!آپ سمجھتے ہیں کہ مشرکین آپ کو اعتبار کی نظر سے دیکھتے ہیں تاکہ جھوٹے میں سے سچے کا امتیاز ہو سکے۔《2》وَهُمۡ لَا يُبۡصِرُوۡنَ'' مگر وہ آپ ﷺ کی حقیقت کو نہیں دیکھ سکتے اوروہ جمال وکمال اورصدق کی ان علامتوں کو نہیں دیکھ سکتے جن کے ذریعے سے پہچاننے والے حقیقت کو پہچانتے ہیں۔(تفسیر سعدی:962/1)

سوال3:اس آیت میں جھوٹے معبودوں کی تردید کے لئے کیا دلائل دیئے گئے ہیں؟

جواب:《1》وہ سن نہیں سکتے۔《2》وہ دیکھ نہیں سکتے۔کوئی بہرہ گونگا اپنا کام بنانے کی قدرت نہیں رکھتا۔کجا کہ دوسروں کے کام بنا سکے۔

خُذِ الۡعَفۡوَ وَاۡمُرۡ بِالۡعُرۡفِ وَاَعۡرِضۡ عَنِ الۡجٰهِلِيۡنَ(199)

آپ درگزر اختیار کریں اورنیکی کا حکم دیں اورجاہلوں سے کنارہ کشی اختیار کریں۔(199)

سوال1:خُذِ الۡعَفۡوَ'' آپ درگزر اختیار کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》خُذِ الۡعَفۡوَ اللہ رب العزت نے لوگوں کے ساتھ اخلاق اورآسانی سے پیش آنے کا حکم دیا ہے یعنی ایسی بات جو ان کے لیے سمجھنی آسان ہو اورایسے اعمال جو ان کے لئے سہولت والے ہوں اوران سے ایسی بات کا مطالبہ نہ کریں جس کو وہ جانتے نہ ہوں یا جس کے وہ مالک نہ ہوں۔《2》الۡعَفۡوَ جو آسان ہو جس میں تکلیف نہ ہو اورجو تکلیف نہ لائے۔《3》الاخذ بالعفو:اوروہ اخلاق اوراعمال میں آسان ہے جس میں تکلیف نہیں اورتنگی کے بجائے آسانی ہے جیسا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:''يَسِّرُوْ وَلَا تُعَسِّرُوْ آسانیاں کرو مشکلات پیدا نہ کرو،خوش خبریاں دو اورنفرتیں نہ پھیلاؤ۔(بخاری،مسلم،نسائی)عفو میں قطع رحمی کرنے والوں سے صلہ رحمی کرنا اورگناہ گاروں کو معاف کرنا،مومنوں کے ساتھ نرمی کرنا جیسی باتیں آتیں ہیں جو فرماں برداروں کے اخلاق ہیں۔(تفسیر منیر:229,230/5)

《4》رسول اللہ ﷺ کو لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق اورطیب اخلاق کے ساتھ معاملہ کرنے کا حکم دیا ہے۔رب العزت کا فرمان ہے وَلَوۡ كُنۡتَ فَظًّا غَلِيۡظَ الۡقَلۡبِ لَانۡفَضُّوۡا مِنۡ حَوۡلِكَ اوراگرتم بدزبان اورسخت دل ہوتے تو وہ تمہارے آس پاس سے بھاگ جاتے۔(آل عمران:159)《5》دعوت دین میں بھی رفق اورنرمی کا معاملہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:وَجَادِلۡهُمۡ بِالَّتِىۡ هِىَ اَحۡسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سَبِيۡلِهٖ وَهُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُهۡتَدِيۡنَ اور ان سے اس طریقے سے بحث کریں جو زیادہ اچھا ہو یقیناً آپ کا رب ان کو زیادہ جانتا ہے جو اس کے راستے سے بھٹک گئے ہیں اور وہ ہدایت یافتہ لوگوں کو بھی خوب جانتا ہے۔(النحل:125)﴿6﴾ رب العزت نے فرمایا: وَاَنۡ تَعۡفُوۡۤا اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰى ؕ وَلَا تَنۡسَوُا الۡفَضۡلَ بَيۡنَكُمۡ ؕ اور تقویٰ کے زیادہ قریب یہی ہے کہ تم معاف کر دو اور آپس میں فضل کو فراموش نہ کرو۔(البقرہ:237)﴿7﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندے کے معاف کر دینے سے اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھا دیتا ہے اور جو آدمی بھی اللہ تعالیٰ (کی رضا) کے لیے عاجزی اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند فرما دیتا ہے۔(صحیح مسلم:6592)﴿8﴾ یہ آیت کریمہ لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق اور ان کے ساتھ رویئے کے بارے میں جامع آیت ہے۔ لوگوں کے ساتھ معاملے میں مناسب رویہ یہ ہے کہ ان کے ساتھ عفوو درگزر، آسان اعمال و اخلاق اور نرمی سے پیش آیا جائے، ان کو کسی ایسی بات کا مکلّف نہ کیا جائے جس کو ان کی طبائع قبول نہ کریں بلکہ ہر شخص کی بات اور اچھے یا برے فعل کو قبول کیا جائے، ان کی کوتاہی سے درگزر کیا جائے اور ان کے نقائص سے چشم پوشی کی جائے۔ کسی چھوٹے کے ساتھ اس کے چھوٹا ہونے، کسی ناقص العقل کے ساتھ اس کے نقص اور کسی محتاج کے ساتھ اس کی محتاجی کی بنا پر تکبر سے پیش نہ آیا جائے، بلکہ تمام لوگوں کے ساتھ لطف و کرم کا اور احوال کے تقاضے کے مطابق معاملہ کیا جائے کہ جس سے ان کے سینے کھل جائیں۔(تفسیر سعدی:962,963/1)
﴿9﴾ ابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر یہ آیت اتاری تو آپ ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے اس کا مطلب پوچھا، فرمایا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ظالموں سے درگزر فرمائیں، جو آپ کو محروم رکھیں اسے دیں اور قطع رحمی کرنے والوں سے صلہ رحمی کریں۔(ابن جریر)

سوال 2: عفوو درگزر کی پالیسی کن معاملات کے اندر ہے؟

جواب: عفوو درگزر کی پالیسی ذاتی معاملات میں، باہمی لین دین کے معاملات، میل جول اور معاشرت میں نرمی اور آسانی ہے۔

سوال 3: عفوو درگزر کی پالیسی کہاں اختیار نہیں کی جاسکتی؟

جواب: فرائض میں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ نہیں اور واجبات میں عفو کی پالیسی اختیار نہیں کی جاسکتی۔

سوال 4: معاشرتی معاملات میں نرمی کہاں لازم ہو جاتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ بڑے لوگوں کی جانب سے چھوٹے لوگوں کی غلطیوں پر چشم پوشی کرنا۔﴿2﴾ انسانی کمزوریوں سے درگزر کرنا وغیرہ۔

سوال 5: دعوت دینے والا درگزر اور اعراض سے کیسے کام لے سکتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ درگزر کرنے سے مراد یہ ہے کہ لوگوں سے الجھا نہ جائے رب العزت نے فرمایا اِدۡفَعۡ بِالَّتِىۡ هِىَ اَحۡسَنُ السَّيِّئَةَ ؕ نَحۡنُ اَعۡلَمُ بِمَا يَصِفُوۡنَ ۝ وَقُلۡ رَّبِّ اَعُوۡذُ بِكَ مِنۡ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيۡنِ ۝ وَاَعُوۡذُ بِكَ رَبِّ اَنۡ يَّحۡضُرُوۡنِ آپ برائی کو اس طریقے سے دور کریں جو سب سے اچھا ہو، جو بھی وہ بیان کرتے ہیں ہم اسے زیادہ جاننے والے ہیں۔ آپ دعا کریں اے میرے رب! میں شیطان کی اکساہٹوں سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔ اور اے میرے رب میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں کہ وہ میرے پاس حاضر ہوں۔(المومنون:98-96)﴿2﴾ داعی کو ٹھنڈے دل و دماغ سے اپنا کام جاری رکھنا چاہئے۔﴿3﴾ دعوت دینے والا جاہلوں کی طرف سے پیش آنے والی ناخوشگواریوں پر صبر کرے۔﴿4﴾ دعوت دینے والا الجھے بغیر مثبت طریقے سے کام جاری رکھے۔ رب العزت کا فرمان ہے۔ وَلَا تَسۡتَوِى الۡحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ؕ اِدۡفَعۡ بِالَّتِىۡ هِىَ اَحۡسَنُ فَاِذَا الَّذِىۡ بَيۡنَكَ وَبَيۡنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِىٌّ حَمِيۡمٌ ۝ وَمَا يُلَقّٰهَاۤ اِلَّا الَّذِيۡنَ صَبَرُوۡا ۚ وَمَا يُلَقّٰهَاۤ اِلَّا ذُوۡ حَظٍّ عَظِيۡمٍ اور نیکی اور برائی برابر نہیں ہوتیں، برائی کو تم اس سے ہٹا دو جو سب سے اچھا ہے تو اچانک وہ شخص تمہارے اور اس کے درمیان دشمنی ہے، ایسا ہو گا گویا وہ دلی دوست ہے۔ اور اس کی توفیق نہیں دی جاتی مگر ان لوگوں کو جو صبر کریں اور اس کی توفیق نہیں دی جاتی مگر اس کو جو بڑے نصیب والا ہے۔(لفصلت:34,35)

سوال 6: رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں عفوو درگزر کا توازن کیسے نظر آتا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:《1》آپ ﷺ نے اپنے ذاتی معاملات میں کسی شخص پر غصہ نہیں کیا۔دین کے معاملے میں آپ ﷺ غصے میں آتے تھے۔رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں سب کے لئے نمونہ ہے۔《2》سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بھی فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نہ فحش گو تھے اور نہ بتکلف فحش گوئی اختیار کرتے تھے نہ بازاروں میں شور مچاتے تھے اور برائی کا بدلہ برائی سے نہ دیتے تھے بلکہ معاف فرماتے تھے اور درگزر کرتے تھے۔(ترمذی)《3》سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے آٹھ سال کی عمر سے لے کر دس سال رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی آپ نے مجھے کسی ایسے نقصان کے بارے میں کبھی ملامت نہیں فرمائی جو میرے ہاتھوں ہو گیا ہوا گر آپ کے گھر والوں میں سے کوئی شخص ملامت کرنے لگتا تو فرماتے تھے اسے چھوڑ و کیونکہ جو چیز مقدر ہو چکی وہ ہونی ہی تھی۔(مشکوٰۃ المصابیح:519)《4》سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! ہم خادم کو کتنی مرتبہ معاف کریں۔آپ ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی۔اس نے پھر اپنی بات دہرائی آپ ﷺ پھر خاموش رہے۔اس نے تیسری بار پھر سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا روزانہ ستر بار معاف کرو۔(ابوداود،مشکوٰۃ:292)《5》سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی جان کے لیے کبھی کسی بارے میں کوئی انتقام نہیں لیا ہاں جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے محترم قرار دیا ہے ان کی بے حرمتی ہوتی تھی تو آپ انتقام لے لیتے تھے۔(بخاری،مسلم)

سوال7:وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ ''اور نیکی کا حکم دیں''معروف سے کیا مراد ہے؟

جواب:《1》معروف سے مراد وہ کام ہے جس کی اچھائی اور بھلائی میں شبہ نہ ہو۔جس میں کسی کا اختلاف نہ ہو۔《2》العرف معروف کے معنی میں ہے جس کے معنی نیک کاموں کے ہیں۔(بخاری کتاب التفسیر)《3》العرف اقوال وافعال میں معروف اور جمیل۔(البحر المحیط:254/5)《4》یعنی ہر قریب اور بعید شخص کو اچھی بات، اچھے فعل اور کامل اخلاق کا حکم دیجئے۔آپ جو کچھ لوگوں کو عطا کریں وہ تعلیم علم ہو یا کسی بھلائی کی ترغیب دینا، جیسے صلہ رحمی، یا والدین کے ساتھ حسن سلوک یا لوگوں کے درمیان صلح کروانا یا نفع بخش خیر خواہی یا صائب رائے یا نیکی اور تقویٰ پر معاونت یا برائی پر زجر و توبیخ یا کسی دینی یا دنیاوی بھلائی کی طرف راہ نمائی۔(تفسیر سعدی:962.963/1)《5》سالم بن عبداللہ بن عمر رحمۃ اللہ علیہ نے شامیوں کے قافلے میں گھنٹیاں دیکھیں۔فرمایا یہ تو منع ہیں لوگ بولے ہمیں تم سے زیادہ معلوم ہے۔بڑی بڑی گھنٹیاں منع ہیں چھوٹی نہیں۔سالم رحمۃ اللہ علیہ خاموش ہو گئے اور یہ آیت پڑھی۔(ابن ابی حاتم)

سوال8:معروف کی طرف بلانا کیا ہے؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ کی طرف، آخرت کی کامیابی کی طرف نیکی کی طرف اور عدل کی طرف بلانا معروف کی طرف بلانا ہے۔《2》ان بھلائیوں کی طرف بلانا جو انسان کے لیے جانی پہچانی ہوں۔

سوال9:جب انسان معروف امور کا عادی ہو جائے تو اس کے لئے کیا آسانی ہو جاتی ہے؟

جواب:《1》ایسے انسان کی راہ نمائی آسان ہو جاتی ہے۔《2》بغیر مشقت کے اچھے کاموں کی طرف بڑھتا ہے۔《3》مشکل کاموں کی طرف بڑھنے کا حوصلہ پیدا ہو جاتا ہے۔

سوال10:وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ''اور جاہلوں سے کنارہ کشی اختیار کریں'' جاہلوں سے اعراض کیسے کیا جا سکتا ہے؟

جواب:《1》جاہل وہ ہیں جن کے دل علم اور تقوی کے نور سے روشن نہیں ہوتے۔《2》ان سے اعراض سے مراد ان کی باتوں اور کاموں پر ان سے مواخذہ نہ کرنا ہے۔(ایسر التفاسیر:503)《3》جہالت گمراہی اور لاعلمی ہے۔جاہلوں کے غیر ضروری سوالات میں مشغول ہونے سے خود کو بچانا اعراض ہے۔جاہلوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ان کی جاہلانہ باتوں اور اعمال کو اہمیت نہ دی جائے۔اور ان سے بحث۔《4》جو کوئی آپ کو اپنے قول و فعل سے اذیت دیتا ہے آپ اس کو اذیت نہ دیں جو آپ کو محروم کرتا ہے آپ اس کو محروم نہ کریں، جو آپ سے قطع

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تعلق کرتا ہے آپ اس سے تعلق جوڑے رکھیں جو آپ پر ظلم کرتا ہے آپ اس کے ساتھ انصاف کریں۔(تفسیر سعدی:963/1)《5》سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ عیینہ بن حصن بن حذیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بھتیجے حر بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں آ کر قیام کیا۔حر،ان چند خاص لوگوں سے تھے جنہیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے بہت قریب رکھتے تھے جو لوگ قرآن مجید کے زیادہ عالم اور قاری ہوتے۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں انہیں کو زیادہ نزدیکی حاصل ہوتی تھی اور ایسے لوگ آپ کے مشیر ہوتے۔اس کی کوئی قید نہیں تھی کہ وہ عمر رسیدہ ہوں یا نوجوان۔عیینہ نے اپنے بھتیجے سے کہا کہ تمہیں اس امیر کی مجلس میں بہت نزدیکی حاصل ہے۔میرے لیے بھی مجلس میں حاضری کی اجازت لے دو۔حر بن قیس نے کہا کہ میں آپ کے لیے بھی اجازت مانگوں گا۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا۔چنانچہ انہوں نے عیینہ کے لیے بھی اجازت مانگی اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں مجلس میں آنے کی اجازت دے دی۔مجلس میں جب وہ پہنچے تو کہنے لگے،اے خطاب کے بیٹے!خدا کی قسم!نہ تو تم ہمیں مال ہی دیتے ہو اور نہ عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے ہو۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو ان کی اس بات پر بڑا غصہ آیا اور آگے بڑھ ہی رہے تھے کہ حر بن قیس نے عرض کیا یا امیر المومنین!اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر کے فرمایا ہے۔"معافی اختیار کرا ور نیک کام کا حکم دے اور جاہلوں سے کنارہ کش ہو جایا کیجیے"اور یہ بھی جاہلوں میں سے ہیں۔اللہ کی قسم!کہ جب حر نے قرآن مجید کی تلاوت کی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بالکل ٹھنڈے پڑ گئے اور کتاب اللہ کے حکم کے سامنے آپ کی یہی حالت ہوتی تھی۔(صحیح بخاری:4642)《6》عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آیت"معافی اختیار کیجیے اور نیک کام کا حکم دیتے رہیے۔"لوگوں کے اخلاق کی اصلاح کے لیے ہی نازل ہوئی ہے۔(صحیح بخاری:4643)《7》عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ لوگوں کے اخلاق ٹھیک کرنے کے لیے درگزر اختیار کریں یا کچھ ایسا ہی کہا۔(صحیح بخاری:4644)

وَ اِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ(200)

اور اگر شیطان کی طرف سے آپ کو کوئی اکساہٹ ابھار دے تو آپ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لیا کریں،یقیناً وہ سب کچھ سننے والا،سب کچھ جاننے والا ہے۔(200)

سوال1:وَ اِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ"اور اگر شیطان کی طرف سے آپ کو کوئی اُکساہٹ اُبھار دے"کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》وَ اِمَّا يَنْزَغَنَّكَ"اور اگر آپ کو ابھار دے"يَنْزَغَنَّكَ گدگدائے۔پھسلائے(بخاری کتاب التفسیر)《2》مِنَ الشَّيْطٰنِ اگر شیطان کسی وقت کسی حالت میں آپ کو پھسلانے کی کوشش کرے۔《3》نَزْغٌ۔وسوسہ یا چھوٹی سی حرکت جو شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔نزغ اس کی اصل فساد ہے اور کہا جاتا ہے اغوا۔《4》اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا جب شیطان کا وسوسہ محسوس ہو تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لیں۔(فتح القدیر350/7)《5》شیطان بھلائی کے راستے میں رکاوٹ ڈالنے کے لئے یا برائی کی رغبت دلانے کے لئے وسوسہ ڈالتا ہے《6》ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتکاف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے مسجد میں آئیں،رمضان کے آخری عشرہ میں اور تھوڑی دیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ کر انھوں نے باتیں کیں،اس کے بعد اٹھ کر جانے لگیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پہنچانے کے لیے ان کے ساتھ اٹھے یہاں تک کہ جب وہ مسجد کے دروازے پر اور ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے دروازہ کے قریب پہنچ گئیں تو انصار کے دو آدمی ادھر سے گزرے انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو ان دونوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"تم دونوں ٹھہر جاؤ!یہ صفیہ بنت حیی تھیں۔"ان دونوں نے عرض کی کہ سبحان اللہ!یا رسول اللہ!(کیا ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بدگمانی کر سکتے تھے؟)اور ان دونوں پر یہ بات شاق گزری تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"شیطان خون کی طرح انسان کے بدن میں گردش کرتا رہتا ہے اور مجھے اندیشہ ہوا کہ مبادا تمہارے دلوں میں کچھ وسوسہ ڈالے۔"(صحیح بخاری:3281)《7》شیطان بندے کو غافل کر دیتا ہے۔وہ تاک میں رہتا ہے بندہ کب

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

غافل ہو، جوں ہی وہ غافل ہوتا ہے وہ شکار کرنے کی کوشش کرتا ہے جیسے ڈاکٹر آپریشن سے پہلے Anesthiesia دیتے ہیں اور جب بندہ بے ہوش ہوجاتا ہے تو آپریشن کرلیتے ہیں اسی طرح شیطان بھی اپنا آپریشن تب ہی شروع کرتا ہے جب بندہ غافل ہوجاتا ہے۔

سوال2: انسان کے احساس کو شیطانی خیال چھوجائے تو اس کے ساتھ کیا معاملہ ہوتا ہے؟

جواب: انسان کی فکر کچھ دیر کے لئے معطل ہوجاتی ہیاور وہ اسی طرح سوچنے لگتا ہے جیسے شیطان وسوسہ ڈالتا ہے اسے محسوس ہوتا ہے گویا یہی میرے دل میں ہے۔

سوال3: فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ''تو آپ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لیا کریں'' انسان شیطان کی اکساہٹ سے بے قابو ہوجائے تو اللہ تعالیٰ کیا رہنمائی کرتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ شیطان کے وسوسے سے محفوظ رہنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آجائیں۔ (جامع البیان:166/9) ﴿2﴾ شیطان جب اکساتا ہے تو انسان جوش میں آکر بے قابو ہوجاتا ہے ایسے موقع پر اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے والا محفوظ ہوجاتا ہے۔ ﴿3﴾ شیطان کے فتنوں سے بچنے کا یہی ایک راستہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آجائے۔ (تیسیر الرحمٰن:514/1)

سوال4: اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ''یقیناً وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ بے شک آپ جو کہتے ہیں جو دعا کرتے ہیں وہ اس کو سننے والا ہے۔ ﴿2﴾ عَلِيْمٌ وہ آپ کی نیت، ارادے کی کمزوری اور آپ کے پناہ پکڑنے کو جانتا ہے وہ آپ کو فتنوں سے بچائے گا جیسا کہ فرمایا قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ مَلِكِ النَّاسِ ۙ اِلٰهِ النَّاسِ ۙ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ڏ الْخَنَّاسِ ۙ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۙ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۙ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ڏ الْخَنَّاسِ ۙ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۙ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۙ آپ کہہ دیجیے کہ میں انسانوں کے رب کی پناہ میں آتا ہوں۔ انسانوں کے بادشاہ کی۔ انسانوں کے معبود کی۔ وسوسہ ڈالنے والے، ہٹ ہٹ کر آنے والے کے شر سے۔ جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ جنوں اور انسانوں میں سے۔ (الناس) ﴿3﴾ شیطان کے فتنوں سے بچنے کا یہی ایک راستہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آجائے۔ (تیسیر الرحمٰن:514/1) ﴿4﴾ سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ دو آدمیوں نے نبی ﷺ کی موجودگی میں جھگڑا کیا۔ ہم بھی آپ ﷺ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص دوسرے کو گالی دے رہا تھا اور اس کا چہرہ سرخ تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر یہ شخص اسے کہہ لے تو اسکا غصہ دور ہوجائے اگر یہ "اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم" کہہ لے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس سے کہا کہ سنتے نہیں کہ نبی ﷺ کیا فرما رہے ہیں؟ اس نے کہا کہ کیا میں دیوانہ ہوں۔ (صحیح بخاری:6115) ﴿5﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص جب سوجاتا ہے تو شیطان اس کی گدی پر تین گرہیں لگادیتا ہے اور ہر گرہ پر یہ فسوں پھونکتا ہے کہ رات بہت لمبی ہے، مزے سے سوئے رہو پھر اگر وہ بے دار ہوجائے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور اگر اٹھ کر وضو کرے تو دوسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور اگر نماز بھی پڑھے تو تمام گرہیں کھل جاتی ہیں، پھر وہ اس حال میں صبح کرتا ہے کہ وہ ہشاش بشاش اور خوش مزاج ہوتا ہے، ورنہ بدمزاج اور سست ہوتا ہے۔'' (بخاری:1142، مسلم:1819)

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ (201)

یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈر گئے جب انہیں شیطان کے اثر سے کوئی برا خیال چھو بھی جاتا ہے تو وہ فوراً چونک پڑتے ہیں، پھر اچانک وہ بصیرت والے ہوتے ہیں۔ (201)

سوال1: اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ''یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈر گئے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:《1》جولوگ شرک اور معاصی سے بچ گئے۔(قرطبی:250/4)《2》جولوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے اس کے عائد کردہ فرائض ادا کریں اوراسی سے ثواب کی امید رکھتے ہوئے اس کی اطاعت کریں۔《3》اس سے مراد مومنوں کے اچھے لوگ ہیں جوغیب پر ایمان رکھتے ہیں،نماز قائم کرتے ہیں اوراس میں سے جواللہ تعالیٰ نے رزق دیا ہے خرچ کرتے ہیں۔(تفسیر مراغی:471/3)

سوال2:تقویٰ انسانی زندگی میں کیا کردارادا کرتا ہے؟

جواب:《1》تقویٰ اللہ تعالیٰ کا خوف ہے یہ ایک ایسارابطہ ہے جودل کواس سے جوڑے رکھتا ہے۔《2》تقویٰ انسان کوغفلت سے جگا تا ہے اورحساس بنادیتا ہے۔اس کی وجہ سے انسان کوفوراً پتہ چل جاتا ہے کہ وہ پھسل گیا ہے۔《3》تقویٰ انسان کی راہنمائی کرتا ہے۔《4》تقویٰ انسان کے شعور پر پڑے ہوئے پردے اٹھاتا ہے۔《5》تقویٰ کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا ہے اوراپنے حالات درست کرلیتا ہے۔

سوال3: اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا ''جب انہیں شیطان کے اثر سے کوئی براخیال چھوبھی جاتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا طیف اور طائف شیطان کی طرف سے جواترے یعنی وسوسہ آئے۔دونوں کا معنی ایک ہے۔(بخاری کتاب التفسیر)《2》طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ یعنی انہیں وسوسے جیسی کوئی چیز پہنچتی ہے۔(ایسر التفاسیر:503)《3》شیطان انسان کے غضب یا شہوت کی حالت میں آنے کا انتظار کرتا ہے۔ایسی حالت میں انسان ذراسا غافل ہوتو وہ شکار کرلیتا ہے مگر جولوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرکر رہتے ہیں انہیں کوئی براخیال چھوبھی جاتا ہے تو وہ فوراً چونک پڑتے ہیں۔《4》تَذَكَّرُوْا وہ اللہ تعالیٰ کے امر ونہی اوراس کے وعدے اور وعیدوں کو یاد کرتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:504)《5》صاحب تقویٰ جب شیطانی وسوسے کومحسوس کرلیتا ہے اوروہ کسی فعل واجب کوترک کرکے یا کسی عمل حرام کا ارتکاب کرکے گناہ کر بیٹھتا ہے تو فوراً اسے تنبیہ ہوتی ہے اوروہ غور کرتا ہے کہ شیطان کہاں سے حملہ آور ہوا ہے اورکون سے دروازے سے داخل ہوا ہے۔(تفسیر سعدی:964/1)

سوال4: شیطان کا چھوجانا انسان کے اوپر کیا اثرات مرتب کرتا ہے؟

جواب:《1》شیطان کے چھوجانے سے انسان اندھوں کی طرح ہوجاتا ہے۔《2》شیطان کے چھوجانے سے انسان تاریکیوں میں چلا جاتا ہے۔

سوال5: کن لوگوں پر شیطان کا داؤنہیں چلتا؟

جواب: جولوگ اللہ تعالیٰ کو یادکرتے ہیں اوراللہ سے ڈرتے رہتے ہیں ان پر شیطان کے داؤنہیں چلتے۔

سوال6: شیطان کے چھوجانے کا علاج کیا ہے؟

جواب:《1》شیطان کے چھوجانے کا علاج اللہ تعالیٰ سے استعاذہ یعنی اللہ تعالیٰ کی پناہ ہے۔《2》شیطان کے چھوجانے کا علاج اللہ تعالیٰ کا خوف،تقویٰ ہے۔

سوال7: فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ''پھر اچانک وہ بصیرت والے ہوتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》مُّبْصِرُوْنَ: وہ خطا کے مواقع کودیکھنے والے ہوتے ہیں اورشیطان کی چالوں کو۔پھروہ اس رک جاتے ہیں اوراس کی پیروی نہیں کرتے۔(تفسیر قاسمی:32717)《2》ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے تب وہ نافرمانی سے رک جاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرکے شیطان کے نافرمان بن جاتے ہیں۔(ابن ابی حاتم:164/5)《3》بندہ ان تمام لوازم ایمان کو یاد کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس پرواجب قرار دیئے ہیں تواسے بصیرت حاصل ہوجاتی ہے،وہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہے اورجواس سے کوتاہی واقع ہوئی ہے،توبہ اورنیکیوں کی کثرت کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ذریعے سے اس کی تلافی کرنے کی کوشش کرتا ہے۔پس شیطان کو ذلیل ورسوا کر کے دھتکار دیتا ہے اور شیطان نے اس سے جو کچھ حاصل کیا ہوتا ہے،اس پر پانی پھیر دیتا ہے۔(تفسیر سعدی:962,963/1)

سوال8: جولوگ اللہ تعالیٰ کے ڈر سے خالی ہوتے ہیں شیطان ان کے ساتھ کیا معاملہ کرتا ہے؟

جواب: شیطان ان کے اندر داخل ہو جاتا ہے جولوگ اللہ تعالیٰ کے ڈر یعنی تقویٰ سے خالی ہوتے ہیں۔اور اپنا کام کرتا رہتا ہے۔انہیں محسوس بھی نہیں ہوتا کہ وہ تباہی کے کون سے گڑھے میں گرنے والے ہیں۔

وَ اِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ(202)

اوران (شیطانوں) کے بھائی اُنہیں گمراہی میں ہی کھینچے جاتے ہیں، پھر وہ کمی نہیں کرتے۔(202)

سوال1: وَ اِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ'' اوران (شیطانوں) کے بھائی اُنہیں گمراہی میں ہی کھینچے جاتے ہیں، پھر وہ کمی نہیں کرتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》شیطان کے بھائی یعنی اہل شرک معاصی انہیں گمراہی میں کھینچتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:504)《2》يَمُدُّوْنَهُمْ: ان کو اچھا کر دکھلاتے ہیں (بخاری کتاب التفسیر)《3》جو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے اور شیطان کے بھائی ہوتے ہیں انہیں اللہ کے ذریعہ شیطان کے وسوسوں سے پناہ مانگنا یاد نہیں آتا اور شیاطین ان کے دل و دماغ میں کثرت سے شبہات پیدا کرتے ہیں گناہوں کو خوش نما بنا کر پیش کرتے ہیں اور انہیں کر گذرنے کو ان کے لیے آسان بنا دیتے ہیں۔(تیسیر الرحمٰن:514/1)《4》رہے شیاطین کے بھائی اور ان کے دوست،تو یہ جب کسی گناہ میں پڑ جاتے ہیں تو یہ اپنی گمراہی میں بڑھتے ہی چلے جاتے ہیں، گناہ پر گناہ کرتے ہیں اور گناہ کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کرتے،پس شیاطین بھی ان کو بدراہ کرنے میں کوتاہی نہیں کرتے کیونکہ جب وہ دیکھتے ہیں کہ وہ نہایت آسانی سے ان کے تابع ہو جاتے ہیں اور برائی کے ارتکاب میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتے،تو وہ ان کی بدراہی کے بہت خواہش مند ہو جاتے ہیں۔(تفسیر سعدی:964/1)

سوال2: ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ'' پھر وہ کمی نہیں کرتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》پھر وہ برائی کے ارتکاب میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتے۔《2》سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ انسان برے اعمال میں کمی نہیں کرتے اور شیاطین ان سے چمٹے رہنے میں کمی نہیں کرتے۔(ابن ابی حاتم:1642/5)

سوال3: شیطان کے بھائی انسان کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہیں؟

جواب:《1》شیطان کے بھائی انسان کو گمراہی میں ترقی دیتے ہیں۔《2》شیطان کے بھائی کمی نہیں کرتے،نہ تھکتے ہیں۔نہ آرام کرتے ہیں مسلسل گمراہی میں بڑھاتے چلے جاتے ہیں۔

وَ اِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ(203)

اور جب آپ ان کے پاس کوئی نشانی نہ لائیں تو وہ کہتے ہیں:'' تم نے کیوں نہیں منتخب کر لیا اس کو؟'' آپ کہہ دیں:'' میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے رب کی طرف سے مجھ پر وحی کی جاتی ہے۔یہ تمہارے رب کی جناب سے روشن دلائل ہیں اور ان لوگوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے جو ایمان رکھتے ہیں۔''(203)

سوال1: وَ اِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا'' اور جب آپ ان کے پاس کوئی نشانی نہ لائیں تو وہ کہتے ہیں:'' تم نے کیوں نہیں منتخب کر لیا اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کو“ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ رب العزت نے نبی ﷺ کو خبردار کیا ہے کہ یہ جھٹلانے والے آپ ﷺ سے دشمنی رکھتے ہیں۔آپ جب ان کے پاس دلیل لاتے ہیں جو آپ ﷺ کی سچی گواہی ہوتی ہے تو وہ اسے نہیں مانتے۔《2》وَإِذَا لَمْ تَأْتِهِمْ :اور جب آپ ان کے پاس ان کے مطالبات کے مطابق معجزات نہیں لاتے۔《3》قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا“ تو وہ کہتے ہیں:”تم نے کیوں نہیں منتخب کرلیا اس کو“یعنی اس وقت کہتے ہیں فلاں آیت یا فلاں معجزہ کیوں نہیں لاتے۔ایسے انہوں نے ایمان لانے کے لیے مطالبہ کیا۔اللہ رب العزت نے فرمایا:وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ۝ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا اور انہوں نے کہا کہ ہم ہرگز آپ پر ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ آپ ہمارے لیے زمین سے کوئی بہتا چشمہ جاری نہ کردیں۔یا آپ کے پاس کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو،چنانچہ آپ اس کے درمیان میں نہریں جاری کردیں،خوب جاری کرنا۔(بنی اسرائیل:90,91)《4》کوئی نبی معجزات یا آیات خود سے لانے کا اختیار نہیں رکھتا۔(تفسیر قاسمی:328/7)

سوال2:مشرکین مکہ رسول اللہ ﷺ کو نشانیوں کا انتخاب کرنے کے لئے کیوں کہتے تھے؟

جواب:《1》مشرکین مکہ رسول اللہ ﷺ کی رسالت سے واقف نہ تھے۔《2》مشرکین مکہ رسول اللہ ﷺ کی عظمت سے آگاہ نہ تھے وہ یہ نہیں سمجھتے تھے کہ کسی کو جو کچھ ملتا ہے وہ اس کی تجویز سے نہیں ملتا،اللہ کی عطا سے ملتا ہے۔

سوال3:قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ“ آپ کہہ دیں:”میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے رب کی طرف سے مجھ پر وحی کی جاتی ہے“اللہ تعالیٰ نے معجزے کے مطالبہ پر کیا جواب دیا؟

جواب:《1》آپ کہہ دو کہ میں تو وحی کی پیروی کرتا ہوں۔یعنی نہ تو معجزے کا مطالبہ کرسکتا ہوں،نہ خود سے معجزہ دکھا سکتا ہوں۔《2》میں تو اللہ تعالیٰ کا تابع فرمان بندہ اور اس کے دست تدبیر کے تحت ہوں۔وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو معجزات نازل کرتا ہے وہ اپنی حمد وثنا اور حکمت بالغہ کے تقاضوں کے مطابق آیات اور معجزات بھیجتا ہے۔(تفسیر سعدی:965,964/1)《3》علمائے تفسیر لکھتے ہیں:یہ آیت دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ہر قول وفعل وحی الٰہی کے مطابق ہوتا تھا اور جب تک اللہ کی طرف سے حکم نہ مل جاتا تھا آپ اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں کرتے تھے۔(تیسیر الرحمٰن:515/1)

سوال4:هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ“ یہ تمہارے رب کی جناب سے روشن دلائل ہیں اور ان لوگوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے جو ایمان رکھتے ہیں“ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر نشانی چاہتے ہو تو یہ قرآن معجزہ ہے۔بصیرت کی روشنیاں ہیں تمہارے رب کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں۔《2》هٰذَا:یہ قرآن حکیم۔《3》بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ:”تمہارے رب کی جناب سے روشن دلائل ہیں“یعنی یہ بصیرت کی روشنی ہے جس سے حق کو دیکھا جاتا ہے۔(تفسیر قاسمی:328/7)《4》یعنی اس قرآن کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے مطالبات کو سمجھا جاتا ہے جو اس قرآن حکیم پر غور وفکر کرتا ہے وہ اس حقیقت کو پالیتا ہے لا یا تیہ الباطل اور یہ کہ یہ قرآن حجت ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا القرآن حجتہ لک او علیک:”قرآن تیرے حق میں حجت بنے گا یا تیرے خلاف“۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا:ان اللہ یرفع ھذا القرآن اقواما ویضع بہ آخرین یقیناً اللہ تعالیٰ اس قرآن کے ذریعہ کچھ قوموں کو بلند کرے گا اور دوسروں کو ذلیل کردے گا۔

سوال5:اگر اللہ تعالیٰ محسوس معجزہ دے دیتے تو کیا ہوتا؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: اگر محسوس معجزہ دیا جاتا تو اصل مقصد کی طرف توجہ نہ رہتی۔

سوال6: وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ '' اوران لوگوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے جو ایمان رکھتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَهُدًى: قرآن حکیم نفاق، شرک، کفر اور گمراہیوں کے اندھیروں میں ہدایت کا نور ہے۔﴿2﴾ وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ: قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔رب العزت نے فرمایا: اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ '' رحمٰن نے قرآن حکیم نازل کیا'' اب جو بھی اس سے رہنمائی حاصل کرتا ہے، اس کی پیروی کرتا ہے وہی ایمان لاکر سعادت والی زندگی گزار سکتا ہے اور جو اس پر ایمان نہیں لاتا وہی بدنصیب ہے۔

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (204)

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے توجہ سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔(204)

سوال1: ﴿1﴾ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ '' اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے توجہ سے سنو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ: رب العزت نے ایمان والوں کو فرمایا جو اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تصدیق کرتے ہیں کہ جب قرآن مجید کی تلاوت سنیں تو غور سے سنیں اور خاموش رہیں۔﴿2﴾ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ قرآن مجید کو غور سے سنیں تا کہ تم توجہ سے سن کر اللہ تعالیٰ کی کتاب کے معانی کو سمجھو اور اس کی نصیحتوں سے علم حاصل کرو۔(تفسیر قاسمی:329/7)﴿3﴾ تا کہ تم اسے سمجھو اور اس پر تدبر کرو اور تم اس میں شور وغل نہ کرو پھر تم اسے نہیں سمجھو گے۔(جامع البیان:172/9) رب العزت نے کفار کا قول بیان فرمایا ہے: لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ اس قرآن کو نہ سنو اور اس میں شور کرو۔ (الفصلت:26)

سوال2: قرآن حکیم کو غور سے سننے کے دل پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ انسان پر حکمت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔﴿2﴾ انسان کو دل کا اطمینان اور خوشی نصیب ہوتی ہے۔﴿3﴾ انسان کی سوچ اور عمل میں تبدیلی آتی ہے۔﴿4﴾ انسان کے اندر قدم اٹھانے کی قوت پیدا ہو جاتی ہے۔﴿5﴾ انسان پختہ ارادے کا مالک بن جاتا ہے۔

سوال3: وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ '' اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: وَاَنْصِتُوْا '' اور خاموش رہو'' انصات سے کلام کو سنو یعنی سکون اور خشوع سے تا کہ تم اسے سمجھو اور اس پر تدبر کرو۔اس کو سمجھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت تک پہنچو۔یعنی اس کی نصیحتوں سے عبرت حاصل کرو۔ مخلص لوگوں کے سوا کوئی نصیحت حاصل نہیں کر سکتا۔ان ہی کے دل نور ایمانی سے جگمگاتے ہیں۔(تفسیر منیر:242/5)﴿2﴾ آیت کے ظاہری الفاظ دلالت کرتے ہیں کہ قرآن کریم کی تلاوت چاہے نماز میں ہو رہی ہو یا کسی اور وقت میں اسے غور سے سننا اور خاموشی اختیار کرنا واجب ہے۔(تیسیر الرحمٰن:515/1)﴿3﴾ یہ ہر اس شخص کے لیے ایک عام حکم ہے جو کتاب اللہ کی تلاوت سنتا ہے، وہ اسے غور سے سننے اور خاموش رہنے پر مامور ہے۔استماع اور انصاف کے درمیان فرق یہ ہے کہ (انصات) '' چپ رہنا'' ظاہر میں بات چیت اور ایسے امور میں مشغولیت کو ترک کرنے کا نام ہے جن کی وجہ سے وہ غور سے سن نہیں سکتا اور (استماع) '' سننا'' یہ ہے کہ سننے کے لیے پوری توجہ مبذول کی جائے، قلب حاضر ہو اور جو چیز سنے اس میں تدبر کرے۔(تفسیر سعدی:965/1)﴿4﴾ آیت کے اختتام پر جو لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ قرآن مجید کے آداب بجا لائیں گے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مستحق ہوں گے اس سے بات کا دوسرا رخ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ قرآن مجید کی بے حرمتی اللہ تعالیٰ کے قہر وغضب اور اس کی گرفت کا سبب ہے۔(تفسیر انوار البیان:482/2)﴿5﴾ کتاب اللہ کی تلاوت کے وقت جو کوئی ان دونوں امور کا التزام کرتا ہے وہ خیر کثیر، بے انتہا علم، دائمی تجدید شدہ ایمان، بہت زیادہ ہدایت اور دین میں بصیرت سے بہرہ ور ہوتا ہے۔بنابریں اللہ تعالیٰ نے حصول رحمت کو ان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دونوں امور پر مترتب قرار دیا ہے اور یہ امر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جس کے سامنے کتاب اللہ کی تلاوت کی جائے اور وہ اسے غور سے نہ سنے اور خاموش نہ رہے تو رحمت کے بہت بڑے حصے سے محروم ہو جاتا ہے، وہ خیر کثیر حاصل نہیں کر پاتا اور قرآن سننے والے کو سخت تاکید ہے کہ جہری نمازوں میں، جب کہ امام قراءت کرے، وہ توجہ سے سنے اور خاموش رہے، کیونکہ اسے چپ رہنے کا حکم ہے۔ یہاں تک کہ اکثر اہل علم کی رائے ہے کہ نماز کے اندر امام کی قراءت کے وقت خاموش رہنا فاتحہ وغیرہ پڑھنے سے اولیٰ ہے۔(تفسیر سعدی:965/1)

سوال4: قرآن حکیم کو سننے کے آداب کیا ہیں؟

جواب:《1》جب قرآن حکیم پڑھا جائے تو خاموش رہیں۔《2》قرآن حکیم غور سے سنیں تاکہ اللہ کی رحمت ہو۔《3》امام قرطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اہل تفسیر کا اس پر اجماع ہے کہ قرآن کو کان لگا کر سننا اور خاموش رہنا جس طرح نماز میں فرض ہے اسی طرح نماز کے علاوہ بھی ہے۔

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ (205)

اور آپ اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی اور خوف سے اور بلند آواز کے بغیر الفاظ سے صبح و شام یاد کیا کرو اور غافلوں میں سے نہ ہو جاؤ۔(205)

سوال1: وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً ''اور آپ اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی اور خوف سے یاد کیا کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور ان کی امت کو کمال تک پہنچانے کا راستہ بتایا ہے۔《2》وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اپنے رب تبارک وتعالیٰ کا ذکر اپنے دل اور زبان سے کریں۔《3》اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں اہل ایمان کو اخلاص کے ساتھ اپنے دل میں ذکر الٰہی کرنے کا حکم دیا ہے۔《4》تَضَرُّعًا عاجزی سے اور خشوع سے یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے خشوع اور تواضع سے ذکر الٰہی کریں۔《5》وَّخِيْفَةً خیفۃ کا معنی خوف ڈر خفیۃ اخفاء سے ہے یعنی چپکے چپکے۔(بخاری کتاب التفسیر)《6》وَّخِيْفَةً اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہوئے کہ وہ گناہوں پر سزا دے گا۔(تفسیر جامع البیان:177/9)《7》اور آپ کی حالت یہ ہونی چاہئے کہ آپ اپنے دل میں اللہ تعالیٰ سے خائف اور ڈرتے ہوں مبادا کہ آپ کا عمل قبول نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے خوف کی علامت یہ ہے کہ بندہ خیر خواہی کے ساتھ اپنے عمل کی اصلاح اور تکمیل میں پیہم کوشاں رہتا ہے۔ (تفسیر سعدی:966/1)

سوال2: ذکر کے لیے تضرع اور خوف کی قید کیوں لگائی گئی ہے؟

جواب:《1》خوف کی وجہ سے انسان چیخ و پکار سے بچتا ہے۔《2》اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے جب انسان کی آواز دھیمی ہو جاتی ہے تب وہ غفلت سے نکل آتا ہے اور بے دار ہو جاتا ہے۔《3》اللہ تعالیٰ کی عظمت کے احساس کی وجہ سے خشوع وخضوع پیدا ہوتا ہے اور انسان کی زبان اس کے دل کے ساتھ حرکت کرتی ہے اس وجہ سے یہ قید لگائی گئی۔

سوال3: انسان کے اندر تواضع اور خوف کی کیفیت کیسے پیدا ہوتی ہے؟

جواب: انسان کے اندر اللہ تعالیٰ کی عظمت کے شعور سے تواضع اور خوف کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔

سوال4: وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ ''اور بلند آواز کے بغیر الفاظ سے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》بلند آواز سے ذکر اللہ تعالیٰ کی ضرورت نہیں اسی وجہ سے زور سے ذکر اللہ تعالیٰ غیر مستحب ہے۔《2》صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے پوچھا کیا ہمارا رب قریب ہے کہ ہم اس سے آہستہ آہستہ دعائیں مانگیں یا ہم اس سے پکار کر دعائیں مانگیں اس پر یہ آیت اتری۔(مختصر ابن کثیر:655/1)《3》قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ۭ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى ۚ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سَبِیْلًا آپ کہہ دیں کہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو، جس سے بھی تم پکارو سب بہترین نام اسی کے ہیں اور آپ اپنی نماز میں آواز نہ بلند کریں اور نہ ہی اسے آہستہ رکھیں بلکہ ان دونوں کے درمیان کا راستہ تلاش کریں۔ (بنی اسرائیل:110)

سوال5: بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ''صبح وشام'' اللہ کی یاد کو صبح اور شام کے ساتھ کیوں مخصوص کیا گیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ بِالْغُدُوِّ دن کے ابتدائی حصے میں وَالْاٰصَالِ آصال اصیل کی جمع ہے وہ وقت جو عصر سے مغرب تک ہوتا ہے جیسے اس آیت میں ہے بکرۃ واصیلا۔ (بخاری کتاب التفسیر) ﴿2﴾ ان اوقات میں کائنات کے اندر ایک تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔ تبدیلی کے اوقات میں انسان کا دل نرم ہوتا ہے اور قبولیت کے اور اللہ تعالیٰ کی ذات سے تعلق قائم کرنے کے قریب ہوتا ہے۔

سوال6: وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ''اور غافلوں میں سے نہ ہو جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو فراموش کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ حال کر دیا کہ وہ اپنے آپ کو بھول گئے۔ پس وہ دنیا اور آخرت کی بھلائی سے محروم رہ گئے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی عبودیت میں ہر فلاح وسعادت سے روگردانی کی اور اللہ تعالیٰ کے ذکر میں ہر بدبختی اور ناکامی کی طرف متوجہ رہے۔ یہ وہ آداب ذکر ہیں جن کی بندے کو رعایت رکھنی چاہئے جیسا کہ رعایت رکھنے کا حق ہے یعنی دن اور رات کے اوقات میں، خاص طور پر دن کے دونوں کناروں میں، نہایت اخلاص، خشوع وخضوع، عاجزی، تذلل کے ساتھ، پرسکون حالت میں، قلب ولسان کو ایک دوسرے سے ہم آہنگ کرتے ہوئے، نہایت ادب وقار سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے اور بہت توجہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس سے دعا کی جائے۔ غفلت کو دور کر کے حضور قلب کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ غافل اور مشغول دل کے ساتھ کی ہوئی دعا کو قبول نہیں فرماتا۔ (تفسیر سعدی:966/1) ﴿2﴾ ذکر الٰہی کے مندرجہ ذیل آداب ہیں۔ (الف) ذکر الٰہی کی اصل یہ ہے کہ بندہ اپنے رب کو دل سے یاد کرے یعنی اگر دل غافل ہے اور زبان چل رہی ہے تو اسے ذکر الٰہی نہیں کہیں اور اللہ تعالیٰ کو چپکے چپکے یاد کرے تاکہ ریاکاری کا شبہ نہ ہو اور اخلاص کے زیادہ قریب ہو۔ (ب) اللہ تعالیٰ کے حضور خوب گریہ وزاری اختیار کرے اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرے۔ (ج) اللہ کا خوف اور اس کی خشیت دل پر طاری ہو کہ عمل کی زندگی میں تقصیر کی وجہ سے کہیں اللہ کی گرفت نہ ہو جائے۔ (د) آواز اونچی نہ کرے۔ (و) زبان دل کا ساتھ دے۔ (ہ) ذکر الٰہی صبح وشام ہو۔ (تیسیر الرحمٰن:516/1)

اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ(206)

بلاشبہ جو (فرشتے) آپ کے رب کے پاس ہیں، وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور وہ اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں۔ (206)

سوال1: اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ ''بلاشبہ جو (فرشتے) آپ کے رب کے پاس ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ملائکہ یعنی اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے جو عرش الٰہیٰ کو اٹھاتے ہیں اور جو اس کے ملکوت اعلیٰ ہیں۔

سوال2: لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ ''وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وہ اپنی تواضع اور خشوع کی وجہ سے اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں۔ اور تکبر نہیں کرتے۔ (جامع البیان:179/9) ﴿2﴾ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک لمبی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمارے لیے دروازہ کھولا گیا تو میں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو بیت المعمور کی طرف پشت کیے اور ٹیک لگائے بیٹھے دیکھا اور بیت المعمور میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں اور انہیں دوبارہ آنے کا موقع نہیں ملتا (فرشتوں کی کثرت کی وجہ سے) (بخاری:3207، مسلم:411) ﴿3﴾ وہ اپنے رب کی اطاعت سے تکبر نہیں کرتے جن کاموں کے وہ مکلّف بنائے جاتے ہیں۔ اور جن ذمہ داریوں پر وہ مامور کئے جاتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر:505)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3: وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ''اور وہ اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟
جواب: وَيُسَبِّحُوْنَهٗ اور وہ اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ یعنی اپنے رب کی عظمت کو بیان کرتے ہیں۔ اس کے سامنے تواضع کا اظہار کرتے ہیں اور اس کی عبادت کرتے ہیں۔ (جامع البیان:179/9)《2》ان کی زبانیں اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرتی ہیں **سبحان الله و بحمده** (ایسر التفاسیر:505)《3》وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ''اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں'' وہ اللہ تعالیٰ کے لئے نماز پڑھتے ہیں اس کو سجدے کرتے ہیں اور اس کی تعظیم کے ساتھ اس کی عبادت کرتے ہیں۔《4》اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والوں کو اسی طرح ملائکہ کی اتباع کرتے ہوئے اپنے رب کی تعظیم اور اس کے لیے تواضع کے ساتھ اس کی عبادت کرنی چاہئے۔《5》وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ''اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں یہاں تک کہ آپ کے پاس یقین آ جائے'' (الحجر:99) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب ابن آدم (یعنی انسان) سجدہ والی آیت پڑھ کر سجدہ کرتا ہے اور شیطان روتا ہوا اور ہائے افسوس! کہتا ہوا اس سے علیحدہ ہو جاتا ہے اور ابی کریب رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے (شیطان کہتا ہے) ہائے افسوس! ابن آدم کو سجدہ کا حکم کیا گیا تو وہ سجدہ کر کے جنت کا مستحق ہو گیا اور مجھے سجدہ کا حکم دیا گیا تو میں نے سجدے کا انکار کر کے جہنمی ہو گیا۔ (صحیح مسلم:244)《7》قرآن کریم میں یہ پہلا سجدہ ہے۔ (تیسیر الرحمٰن:517/1)

سوال4: عبادت اور اللہ کے ذکر کی اسلام میں کیا اہمیت ہے؟
جواب:《1》عبادت اور اللہ کا ذکر اسلام کے بنیادی طریقوں میں سے ہیں۔《2》عبادت اور ذکر محض علم اور اللہ کی پہچان کا طریقہ نہیں۔ اس کا تعلق عمل کی تبدیلی کے ساتھ ہے۔《3》انسان کی عملی زندگی کا تعلق انسان کے نفس کے ساتھ ہے۔《4》دعوت دینے والا لوگوں کو جاہلیت سے نکالتا ہے جو ایک مشکل کام ہے جس کے لیے اسے قوت کی ضرورت ہوتی ہے قوت علم، عبادت، ذکر اور اللہ کی مدد میں ہوتی ہے۔ اللہ کی مدد کا سرچشمہ عبادت اور ذکر ہے۔

سوال5: مقرب فرشتوں کی کیا صفات بیان کی گئی ہیں؟
جواب:《1》وہ دن رات اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اور ذکر میں مشغول ہوتے ہیں۔《2》وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کمی نہیں کرتے۔《3》وہ غرور میں مبتلا نہیں ہوتے۔

سوال6: انسانوں کو فرشتوں کے مقابلے میں کون سی مشکلات درپیش ہیں؟
جواب:《1》انسانوں پر شیطان کی اکساہٹ کا اثر جلدی ہوتا ہے۔《2》انسانوں کی کوشش محدود ہوتی ہیں۔《3》انسان خواہشات کی محبت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔《4》انسان میلانات رکھتا ہے۔《5》انسان غفلت کا ارتکاب کر سکتا ہے۔

سوال7: اس دنیا میں انسان کی ترقی کا اعلیٰ مقام کون سا ہے؟
جواب: اگر انسان ہوتے ہوئے وہ فرشتوں جیسا کردار اپنا لے تو یہ بلند ترین مقام ہے جو انسانیت کو نصیب ہو سکتا ہے۔

ایاتها ۷۵ ۸ سُوْرَةُ الْاَنْفَالِ مَدَنِيَّةٌ ۸۸ رکوعاتها ۱۰

سوال1: اس سورت کا نام الانفال کیوں ہے؟
جواب: اس سورت میں مال غنیمت وغیرہ کا بیان ہے اس لیے اس کا نام ''الانفال'' ہے۔ (مختصر ابن کثیر:656/1)

سوال2: یہ سورت کب نازل ہوئی؟ اس کی کتنی آیات اور کتنے رکوع ہیں؟
جواب: یہ مدنی سورت ہے اس میں 75 آیات اور 10 رکوع ہیں۔ مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے یہ آٹھویں سورت ہے اور نزولی ترتیب کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اعتبار سے یہ 88 نمبر کی سورت ہے۔

سوال 3: اس سورت کا موضوع کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ یہ سورت غزوۂ بدر کے بعد نازل ہوئی، جوکہ تاریخ اسلام کا ابتدائی غزوہ ہے۔ غزوۂ بدر سے ہی مسلمانوں کی فتح کا آغاز ہوا تھا اس لیے بعض صحابہ اسے سورہ بدر بھی کہتے ہیں۔ اس سورت میں جہاد فی سبیل اللہ کے احکامات ہیں۔ جنگ کے دوران مومنوں پر کیا کچھ واجب ہے اور جنگ کے بعد قیدیوں اور مال غنیمت کی تقسیم کے احکامات ہیں۔ ﴿2﴾ اس سورت میں چھ (6) مرتبہ مسلمانوں کو ایمان کے وصف سے مخاطب کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جنگ کے دوران کی ساری مشقتوں کو تب ہی برداشت کیا جا سکتا ہے جب اسے ایمان کا تقاضا سمجھیں۔ صبر وثبات بھی تب ہی ممکن ہے اور فتح ونصرت بھی کثرت تعداد کی وجہ سے نہیں ایمان ہی کی وجہ سے نصیب ہوتی ہے۔ (1) پہلی ندا میں معرکے سے بھاگنے سے ڈرایا گیا: یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ (2) دوسری ندا میں سمع وطاعت کا حکم دیا گیا: یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (3) تیسری ندا میں یہ واضح کیا گیا کہ جس کی طرف رسول بلاتے ہیں اسی میں ان کی دنیا وآخرت کی زندگی، عزت اور سعادت ہے: یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ (4) چوتھی ندا میں رب العزت نے واضح فرمایا کہ امت کا راز دشمنوں تک پہنچانا اللہ تعالیٰ سے اس کے رسول ﷺ اور امت سے خیانت ہے: یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ (5) پانچویں ندا میں رب العزت نے تقویٰ اختیار کرنے کے لیے اس کے ثمرات سامنے رکھے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ تقویٰ ساری بھلائیوں کی بنیاد ہے اور تقویٰ کے عظیم ثمرات میں سے یہ ہے کہ یہ نور ربانی ہے جوکہ بندہ مومن کے دل پر ڈالا جاتا ہے، جس سے ہدایت اور گمراہی میں فرق کیا جاتا ہے: یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا (6) چھٹی ندا میں عزت کا راستہ اور فتح ونصرت کی بنیاد کو واضح کیا گیا ہے اور وہ ہے دشمنوں کی مڈبھیڑ کے وقت ان کے سامنے صبر وثبات اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کو دل میں حاضر رکھنا، جس کی کوئی انتہا نہیں اور اس کی قوت کو جو کبھی مغلوب ہونے والی نہیں اور اس کی مدد کا سہارا لینا، یہی ثبات کے لیے مددگار ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کا ذکر جس کے بارے میں فرمایا: یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم مدمقابل ہو۔ ﴿3﴾ اس سورت کا اختتام مومنوں کے درمیان ولایت کاملہ پر ہو رہا ہے خواہ وہ کسی علاقے اور کسی نسل سے تعلق رکھتے ہوں وہ امت واحدہ ہیں اور ان پر لازم ہے کہ وہ دین کی نصرت کے لیے کام کرنے والوں کی مدد کریں اس لیے کہ ملت کفر بھی ایک ہے۔ اگر مسلمان مدد نہیں کریں گے تو آپس میں بہت بڑا فساد ہوگا۔ (صفوۃ التفاسیر: 456,455/1)

رکوع نمبر: 15

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یَسْـَٔلُوْنَکَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِکُمْ ۪ وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (1)

وہ آپ سے اموال غنیمت کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ کہہ دیں: غنیمتیں اللہ تعالیٰ اور رسول کے لیے ہیں، سو تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے آپس کے تعلقات کی اصلاح کرو اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اگر تم مومن ہو۔ (1)

سوال 1: اس آیت کا سبب نزول کیا ہے؟

جواب: سیدنا سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں بدر کے روز تلوار لے کر آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے میرے سینہ کو مشرکین سے محفوظ رکھا ہے، یہ تلوار مجھے ہبہ کر دیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا یہ نہ میری ہے اور نہ تمہاری، مجھ کو رنج ہوا میں نے دل میں کہا کہ مجھ ہی کو ملے گی، چنانچہ رسول اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ تم نے مجھ سے تلوار مانگی تھی وہ اس وقت میری نہ تھی اور اب وہ میری ہے،

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں تمہیں دیتا ہوں فرماتے ہیں پھر یہ آیت نازل ہوگئی۔(مسلم:1748)

سوال2: يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ''وہ آپ سے اموال غنیمت کے بارے میں پوچھتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》انفال سے مراد غنائم ہیں یعنی جنگ میں ہاتھ آنے والا مال۔《2》اللہ تعالیٰ نے کافروں کے مال سے امت مسلمہ کے لیے مال غنیمت حلال کیا ہے۔پہلی امتوں کے لیے غنائم حلال نہیں تھے۔《3》سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے انبیاء پر چھ چیزوں کے ذریعہ فضیلت دی گئی۔ایک یہ کہ مجھے جوامع الکلم عطا کیے گئے (جو الفاظ مختصر ہوں اور بہت سے معانی پر دلالت کرتے ہوں انہیں جوامع الکلم کہا جاتا ہے) دوسرے رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی (کہ دور دور تک دشمن ہیبت کھاتے ہیں اور مرعوب ہوتے ہیں) تیسرے اموال غنیمت میرے لیے حلال کر دیئے گئے (جو دوسری امتوں کے لیے حلال نہ تھے) چوتھے پوری زمین میرے لیے سجدہ گاہ بنادی گئی اور طہارت کی جگہ بنادی گئی (جہاں وقت ہو جائے نماز پڑھ لیں مسجد کی کوئی قید نہیں اور پانی نہ ملے تو تیمّم کرلیں) پانچویں میں ساری مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا (آپ ﷺ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتے تھے) چھٹے میرے آنے پر نبیوں کی آمد ختم کر دی گئی۔(مسلم)《4》ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک نبی علیہ السلام نے جہاد فرمایا اور فتح کے بعد اموال غنیمت جمع کیے گئے۔اس کے بعد آگ آئی تاکہ ان کو کھا جائے مگر آگ نے اس کو نہ کھایا یعنی نہیں جلایا۔انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے تم میں سے کسی نے خیانت کی ہے۔لہٰذا ہر قبیلہ کا ایک آدمی مجھ سے بیعت کرے بیعت کرتے کرتے ایک شخص کا ہاتھ ان کے ہاتھ سے چپک کر رہ گیا۔آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم ہی لوگوں میں سے کوئی شخص خیانت کرنے والا ہے۔اس کے بعد وہ لوگ بیل کے سر کے برابر سونا لے کر آئے اور اس کو مال غنیمت میں ملا کر رکھ دیا تو آگ آئی اور اس نے تمام مال غنیمت کو جلا دیا۔(بخاری:440/1)《5》غزوۂ بدر میں مال غنیمت حاصل ہوا تو مسلمانوں کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔انہوں نے نبی ﷺ سے اس بارے میں سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔《6》مال غنیمت جو بدر کی جنگ میں ہاتھ آیا تھا عملاً ایک گروہ کے قبضے میں تھا۔اسی وجہ سے جنگ کے بعد غنیمت کا مسئلہ پیدا ہو گیا۔جنگ میں کچھ لوگ پہلی صف میں تھے۔کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کی حفاظت میں لگے ہوئے تھے۔کچھ دشمنوں کا مقابلہ کرتے ہوئے آگے نکل گئے اور مال لوٹنے کا موقع ایک گروہ کو ملا تھا۔جب کہ جنگ کے تمام شریک خود کو حصہ دار سمجھتے تھے۔اگر افلیک فریق کے پاس زبانی دلائل تھےتو دوسرے کا عملی قبضہ۔ایسی صورت حال میں اس امر کی ضرورت تھی کہ اموال غنیمت کا مسئلہ حل کر دیا جائے،اس لئے یہ آیات نازل ہوئیں۔《7》مال غنیمت کے بارے میں لوگوں نے سوال کیا کہ اس کو کیسے تقسیم کیا جائے اور کن لوگوں میں تقسیم کیا جائے۔

سوال3: قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ''آپ کہہ دیں: غنیمتیں اللہ تعالیٰ اور رسول کے لیے ہیں''مال غنیمت کے مسائل کو کیسے حل کیا گیا؟

جواب:《1》قُلِ رب العزت نے محمد ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ﷺ ان سے کہہ دیجیے۔《2》اَلْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ''غنیمتیں اللہ تعالیٰ اور رسول کے لیے ہیں''وہ جہاں چاہیں گے انہیں خرچ کریں گے۔《3》آپ پر فرض ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ فیصلہ کردیں تو اس فیصلے پر دل سے راضی ہو جاؤ۔《4》تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلے پر اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے لہٰذا سرِ تسلیم خم کر دو۔

سوال4: فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ''سو تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے آپس کے تعلقات کی اصلاح کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》فَاتَّقُوا اللّٰهَ: اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کی اطاعت سے اور اس کے معاصی کے اجتناب سے تقویٰ اختیار کرو۔(جامع البیان:189/9) اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ جو تمہارے دلوں کی باتوں کو جانتا ہے اس لئے کہ وہی دل بنانے والا ہے۔《2》اختلاف اور باہمی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جھگڑوں کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔(تفسیر قاسمی:8/8)﴿3﴾وَ اَصۡلِحُوۡا ذَاتَ بَیۡنِکُمۡ ''اپنے آپس کے تعلقات کی اصلاح کرو''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے مومنوں پر کھولا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور آپس کے معاملات کی اصلاح کریں۔(جامع البیان:190/9)﴿4﴾اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ متحد ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے لیے بھائی بھائی بن جاؤ۔(تفسیر قاسمی:8/8)﴿5﴾جب تقویٰ اور خوف خدا و آخرت غالب ہوتا ہے تو بڑے بڑے جھگڑے منٹوں میں ختم ہو جاتے ہیں۔ باہمی منافرت کے پہاڑ گرد بن کر اڑ جاتے ہیں۔(معارف القرآن:176/4)﴿6﴾تم آپس کے بغض، قطع تعلقی اور ایک دوسرے سے پیٹھ پھیرنے کی، آپس کی مودت، محبت اور میل جول کے ذریعے سے اصلاح کرو۔ اس طرح تم میں اتفاق پیدا ہوگا اور قطع تعلق، مخاصمت اور آپس کے لڑائی جھگڑے کی وجہ سے جو نقصان پہنچا ہے اس کا ازالہ ہو جائے گا۔ آپس کے معاملات کی اصلاح میں حسن اخلاق اور برا سلوک کرنے والوں سے درگزر کا بہت بڑا دخل ہے اس سے دلوں کا بغض اور نفرت دور ہو جاتی ہے اور ان تمام باتوں کی جامع بات یہ ہے۔ وَ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗۤ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم مومن ہو۔(تفسیر سعدی:968,969/1)

سوال5: وَ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗۤ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ''اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم مومن ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗۤ ''اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو'' اس کے معنی ہیں کہ اے لوگو جو مال غنیمت چاہتے ہوا پنے معاملے کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو۔﴿2﴾عطا کا قول ہے کہ رسول کی اطاعت کتاب و سنت کی اتباع ہے۔(فتح القدیر:358/2)﴿3﴾اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ اگر تم رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کرتے ہو اور جو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے لے کر آئے ہیں۔(جامع البیان:190/9)﴿4﴾کیونکہ ایمان للہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کا تقاضا کرتا ہے جیسے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت نہیں کرتا وہ مومن نہیں، جس کی اطاعت الٰہی اور اطاعت رسول ناقص ہے اس کا ایمان بھی اتنا ہی ناقص ہے۔ چونکہ ایمان کی دو قسمیں ہیں:(الف) ایمان کامل، جس پر مدح و ثنا اور کامل فوز و فلاح مترتب ہوتی ہے۔(ب) ناقص ایمان۔(تفسیر سعدی:968,969/1)﴿5﴾اللہ تعالیٰ کا تقویٰ، اپنے آپس کے معاملات کی اصلاح اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کی اطاعت یہ تین امور ہیں جن پر اسلامی جماعت کے حالات کی اصلاح کا انحصار ہے کیونکہ پوشیدہ اور اعلانیہ احکام شریعت کی اطاعت سے ہی نظم و ضبط پیدا ہوتا ہے، اسی سے ایک کلمے پر صف بندی ہوتی ہے اور دانا، اخلاص والی حکیمانہ قیادت کی اطاعت ہوتی ہے۔(تفسیر منیر:259)

سوال6: اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کا اندازہ کہاں سے ہوتا ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کا اندازہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو تسلیم کرنے سے ہوتا ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہونے سے اطاعت کا اندازہ ہوتا ہے۔

اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِیۡنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتۡ قُلُوۡبُہُمۡ وَ اِذَا تُلِیَتۡ عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتُہٗ زَادَتۡہُمۡ اِیۡمَانًا وَّ عَلٰی رَبِّہِمۡ یَتَوَکَّلُوۡنَ (2)

بلاشبہ مؤمن وہی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل لرز جاتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی آیات ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں وہ ان کو ایمان میں بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب پر اعتماد کرتے ہیں۔(2)

سوال1: اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِیۡنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتۡ قُلُوۡبُہُمۡ ''بلاشبہ مؤمن وہی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل لرز جاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾جب ایمان اطاعت کو لازم کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی پانچ صفات کا ذکر کیا ہے جن میں سے تین اس آیت میں ہیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وَجِلَتۡ قُلُوۡبُهُمۡ ''ان کے دل لرز جاتے ہیں''، زَادَتۡهُمۡ اِيۡمَانًا'' وہ ان کو ایمان میں بڑھا دیتی ہیں''عَلٰى رَبِّهِمۡ يَتَوَكَّلُوۡنَ'' وہ اپنے رب پر اعتماد کرتے ہیں۔''﴿2﴾ اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ بلاشبہ مومن وہی ہیں یعنی کامل ایمان والے وہی ہیں۔﴿3﴾ الَّذِيۡنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتۡ قُلُوۡبُهُمۡ ''جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل لرز جاتے ہیں''یعنی وہ ڈر جاتے ہیں۔ یہ ڈر خشیت الٰہی، اللہ تعالیٰ کے حرام کاموں سے رکنے کا سبب بنتا ہے۔ خوف الٰہی گناہوں سے بچنے کا سب سے بڑا ذریعہ بھی ہے اور علامت بھی۔ رب العزت نے فرمایا: وَبَشِّرِ الۡمُخۡبِتِيۡنَ ۙ الَّذِيۡنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتۡ قُلُوۡبُهُمۡ اور آپ عاجزی اختیار کرنے والوں کو خوشخبری دے دیں۔ وہ لوگ کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں۔(الحج:35,34)﴿4﴾ ام الدرداء نے کہا:'' وجل کا مطلب یوں سمجھو جیسے کسی کو پھنسیاں نکلتی ہیں تو جلن ہوتی ہے۔ کیا تم اس حالت میں کپکپی محسوس نہیں کرتے؟ کہا ہاں ایسا ہی ہوتا ہے فرمایا: جب تم ایسی حالت کو پاؤ تو اللہ تعالیٰ کو پکارو دعا کے نتیجے میں یہ حالت چلی جاتی ہے۔'' وجل کی حالت میں دل میں بے قراری پیدا ہوتی ہے ذکر اور دعا ایسی حالت میں سکون دیتے ہیں۔﴿5﴾ ان کے دل اللہ تعالیٰ کی توحید کی معرفت سے، اس کے وعدوں اور اس کی وعیدوں سے مطمئن ہوتے ہیں۔ اس کے اوامر ونواہی کے بجالانے کے وقت دل کا ڈر جانا، واجبات میں تقصیر کا خوف ہونا، نافرمانی کے اقدام کا خوف ہونا اور مستقبل میں حالات کے بدل جانے کا خوف ہونا۔(تفسیر قاسمی:9/8)

﴿6﴾ اللہ تعالیٰ کا کامل خوف اسے ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے جلال کو محسوس کرتے ہیں اور اس کے وعدوں اور وعیدوں کو یاد کرتے ہیں۔ اس سے پورا خوف رکھتے ہیں۔(تفسیر منیر:260)

سوال2: جب کوئی مومن کسی حکم کے بارے میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے تو اس کے دل کی کیا کیفیت ہو جاتی ہے؟

جواب:﴿1﴾ مومن کے دل پر اللہ تعالیٰ کا رعب طاری ہو جاتا ہے۔﴿2﴾ اس پر اللہ تعالیٰ کے خوف سے لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔﴿3﴾ مومن کے دل میں گناہوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کا رعب آ جاتا ہے۔ اس طرح وہ گناہوں سے بچ کر اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل پیرا ہو جاتا ہے۔

سوال3: وَاِذَا تُلِيَتۡ عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتُهٗ زَادَتۡهُمۡ اِيۡمَانًا'' اور جب اللہ تعالیٰ کی آیات ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں وہ ان کو ایمان میں بڑھا دیتی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ جب ان پر قرآن حکیم کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ عمل صالح کے لیے ان کے ایمان، یقین، تصدیق اور قبولیت میں اضافہ کر دیتی ہیں۔ دلائل کی کثرت اور نصیحت یقین میں اضافے کا موجب بنتی ہے۔ اس سے مومن کا اعتقاد مضبوط ہوتا ہے۔﴿2﴾ رب العزت نے فرمایا: هُوَ الَّذِيۡۤ اَنۡزَلَ السَّكِيۡنَةَ فِىۡ قُلُوۡبِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ لِيَزۡدَادُوۡۤا اِيۡمَانًا مَّعَ اِيۡمَانِهِمۡ وہی ہے جس نے مومنوں کے دلوں میں سکینت نازل کی تاکہ وہ اپنے ایمان کے ساتھ ایمان میں اور بڑھ جائیں۔(الفتح:4)﴿3﴾ وَاِذَا مَاۤ اُنۡزِلَتۡ سُوۡرَةٌ فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّقُوۡلُ اَيُّكُمۡ زَادَتۡهُ هٰذِهٖۤ اِيۡمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا فَزَادَتۡهُمۡ اِيۡمَانًا وَّهُمۡ يَسۡتَبۡشِرُوۡنَ اور جب بھی کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو ان میں سے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ تم میں سے کس کو ایمان میں اس نے زیادہ کیا؟ چنانچہ جو لوگ ایمان لائے، سو ان کو ایمان میں اس نے زیادہ کیا ہے اور وہ اس سے بہت خوش ہوتے ہیں۔ (التوبہ:124)﴿4﴾ ربیع بن انس کا قول ہے: زَادَتۡهُمۡ اِيۡمَانًا سے مراد خشیت ہے۔(فتح القدیر:359/2)﴿5﴾ وَالَّذِيۡنَ اهۡتَدَوۡا زَادَهُمۡ هُدًى وَّاٰتٰٮهُمۡ تَقۡوٰٮهُمۡ اور جن لوگوں نے ہدایت قبول کی، اس نے ان کو ہدایت میں بڑھا دیا اور انہیں ان کا تقویٰ عطا کیا۔(محمد:17)﴿6﴾ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ آیات الٰہی کو حضور قلب کے ساتھ غور سے سنتے ہیں تاکہ وہ ان میں غور وفکر کریں جس سے ان کے ایمان میں اضافہ ہو کیونکہ تدبر، اعمال قلوب میں شمار ہوتا ہے، نیز ان کے لیے معانی کی بھی توضیح ہوتی ہے جن سے وہ لاعلم ہیں اور ان کو ان امور کی یاد دہانی ہوتی ہے جن کو وہ فراموش کر چکے ہیں یا ان کے دلوں میں نیکیوں کی رغبت پیدا ہوتی ہے اور اپنے رب کے اکرام وتکریم کے حصول کا شوق پیدا ہوتا ہے یا ان کے دل میں عذاب سے خوف اور معاصی سے ڈر پیدا ہوتا ہے اور ان تمام امور سے ایمان بڑھتا ہے۔(تفسیر سعدی:969/1)﴿7﴾ اس آیت میں اس بات کی دلیل

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے کہ ایمان گھٹتا بھی ہے اور بڑھتا بھی ہے۔اعمال صالحہ سے ایمان بڑھتا ہے اور اعمال سیئہ سے ایمان گھٹتا ہے۔

سوال 4: جب اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو مومن کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی آیات میں وہ نکات ہوتے ہیں جو مومن کے ایمان میں اضافہ کرتے ہیں۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی آیات سے اطمینان نصیب ہوتا ہے، یہ اطمینان مجرد ایمان سے قوی ہوتا ہے جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰی وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور کیا تو یقین نہیں رکھتا؟ اس نے کہا: کیوں نہیں لیکن اس لیے کہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔(البقرہ:260)﴿3﴾ گناہ کے اثر کی وجہ سے دل پر پردہ آجاتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی آیات کی وجہ سے یہ پردہ اٹھتا ہے تو دل قرآن حکیم کی مٹھاس محسوس کرتا ہے اس طرح قرآن کے اثرات ایمان میں اضافہ کرتے ہیں۔

سوال 5: وَّعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ''اور وہ اپنے رب پر اعتماد کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَّعَلٰی رَبِّهِمْ اپنے خالق، مالک اور آقا پر۔﴿2﴾ یَتَوَكَّلُوْنَ ''وہ اعتماد کرتے ہیں'' یعنی اپنے دینی اور دنیاوی نقصانات کو دور کرنے اور اپنے مصالح کے حصول کے لیے اپنے دلوں میں رب پر اعتماد کرتے ہیں انہیں پورا یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کا کام ضرور کر دے گا۔﴿3﴾ توکل علی اللہ، اللہ تعالیٰ پر اعتماد، اس پر یقین اور اس کو اپنے معاملات سپرد کرنے کا نام ہے۔﴿4﴾ جو لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں، اسی کی طرف پناہ پکڑتے ہیں، اس کے سوا کسی سے امید نہیں رکھتے، اس کے سوا کسی کا ارادہ نہیں کرتے، نہ کسی سے اپنی ضروریات طلب کرتے ہیں اور یہ تب ہوتا ہے جب وہ اسباب اختیار کرتے ہیں پھر وہ اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ سارا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔(تفسیر منیر:260)﴿5﴾ سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا: توکل نصف ایمان ہے۔(الدرالمنثور:298/3)﴿6﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے: ''وہ غیر اللہ سے امید نہیں رکھتے۔''﴿7﴾ توکل انسان کو عمل پر آمادہ کرتا ہے۔﴿8﴾ توکل کے بغیر اعمال وجود میں آتے ہیں نہ تکمیل پا سکتے ہیں۔(تفسیر سعدی:969/1)

الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ (3)

وہ لوگ جو نماز قائم کرتے ہیں اور جو ہم نے انہیں دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔(3)

سوال 1: الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ ''وہ لوگ جو نماز قائم کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے جب ان کے اعمال حسنہ، اعمال القلوب میں سے خشیت، اخلاص اور توکل کا ذکر کیا تو اس کے پیچھے اعضاء کے اعمال کو لے کر آئے ہیں۔یعنی نماز اور صدقہ وغیرہ۔(تفسیر قاسمی:10/8)﴿2﴾ مقاتل بن حیان نے کہا: وہ نماز قائم کرتے ہیں اور اقامت سے مراد اس کے وقت کی حفاظت اور پورا وضو کرنا اور اس کے رکوع اور سجدوں کو پورا کرنا اور تلاوت قرآن کرنا، تشہد اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا ہے۔یہ اقامت ہے۔(ابن ابی حاتم:1657/5)

سوال 2: اقامت صلوٰۃ کا مفہوم کیا ہے؟

جواب: فرض اور نفل نماز کو اس کے ظاہری اور باطنی اعمال مثلاً حضور قلب، جو کہ نماز کی روح اور اس کا مغز ہے کے ساتھ قائم کرنا۔(تفسیر سعدی:969/1)

سوال 3: وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ''اور جو ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے انہیں جو مال دیئے ہیں اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا ہے کہ وہ اس میں سے خرچ کریں۔زکوۃ، جہاد، حج، عمرہ اور جس پر آپ خرچ کرنا پسند کریں۔وہ ان کے حقوق ادا کرتے ہیں۔(جامع البیان:192/9)﴿2﴾ یعنی وہ نفقات

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

واجبہ مثلاً زکوٰۃ، کفارہ، بیویوں، اقارب اور غلاموں پر خرچ کرتے ہیں اور نفقات مستحبہ مثلاً بھلائی کے تمام راستوں میں صدقہ کرتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:969/1)

أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ۚ لَّهُمْ دَرَجَاتٌ عِندَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ (4)

یہی دراصل سچے مومن ہیں ان کے رب کے پاس ان کے درجات اور مغفرت اور عزت کی روزی ہے۔(4)

سوال1: أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ''یہی دراصل سچے مومن ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》أُولَٰئِكَ وہ لوگ جو یہ کام کرتے ہیں۔《2》هُمُ الْمُؤْمِنُونَ ''یہی دراصل مومن ہیں''جنہیں اپنے ایمان میں کوئی شک نہیں۔(تفسیر قاسمی:10/8)《3》یعنی جو ان صفات سے متصف ہیں۔(تفسیر سعدی:969,970/1)《4》جن میں یہ خوبیاں ہوں وہی سچے مسلمان ہیں۔ایک دفعہ حارث رضی اللہ عنہ بن مالک انصاری رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرے۔آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: حارث کیا حال ہے! بولے: میں پکا سچا مسلمان ہوں۔فرمایا: کیا کہہ رہے ہو؟ ہر بات کی ایک حقیقت ہوتی ہے تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے؟ بولے: میں نے دنیا سے اپنا دل ہٹا لیا، رات کو بے دار رہ کر عبادت کرتا ہوں اور دن کو روزہ رکھتا ہوں، گویا میں رب کا عرش آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں، جنت والوں کو ملتا جلتا دیکھ رہا ہوں اور جہنمیوں کو چیختا پکارتا سن رہا ہوں۔آپ ﷺ نے تین بار فرمایا: حارث رضی اللہ عنہ تم نے حقیقت پہچان لی اب اسی پر جمے رہو۔(طبرانی)《5》یہ آیت دلیل ہے کہ ایمان گھٹتا بھی ہے اور بڑھتا بھی ہے۔نیکی کے کاموں سے ایمان بڑھتا ہے اور برے کاموں سے ایمان گھٹتا ہے۔ہر بندے کو اپنے ایمان کو بڑھانے کے لیے کوشش کرنی چاہیے۔اس مقصد کے لیے قرآن حکیم کے معنی میں غور و فکر کرنا چاہیے اور اس میں تدبر کرنا چاہیے۔اللہ تعالیٰ ہمیں تدبر و تفکر کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

سوال2: حقیقی مومنوں کی کیا صفات ہیں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ کے ڈر سے جن کے دل دہل جائیں۔《2》اللہ تعالیٰ کی آیات سے جن کا ایمان بڑھے۔《3》جو اپنے رب پر بھروسہ رکھیں۔《4》جو نماز قائم کریں۔《5》اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے میں سے خرچ کریں۔

سوال3: لَّهُمْ دَرَجَاتٌ عِندَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ''ان کے ربّ کے پاس ان کے درجات اور مغفرت اور عزت کی روزی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》لَّهُمْ دَرَجَاتٌ عِندَ رَبِّهِمْ ''ان کے رب کے پاس ان کے درجات ہیں'' اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کے اعمال کے مطابق ان کے درجات بلند ہوں گے رب العزت نے فرمایا: هُمْ دَرَجَاتٌ عِندَ اللَّهِ وہ سب اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کے (الگ الگ) طبقے ہیں۔(آل عمران :163)《2》وَمَغْفِرَةٌ اور گناہوں کی بخشش۔《3》وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ''اور عزت کی روزی'' یہ وہ روزی ہے جو گناہوں کے چھوڑنے کی وجہ سے ہوگی۔(الدرالمنثور:299/3) جو اللہ تعالیٰ نے سچے اہل ایمان کے لیے اپنے عزت والے گھر جنت میں تیار کر رکھی ہے۔جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے اس کے بارے میں سنا ہے، نہ کسی کا خیال وہاں تک پہنچا ہے۔《4》سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنت میں سو درجے ہیں اور ان درجات کے درمیان آپس میں اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان و زمین کے درمیان ہے ان میں سے فردوس سب سے اعلیٰ درجہ ہے اسی سے جنت کی چاروں نہریں جاری ہیں اور اس کے اوپر اللہ تعالیٰ کا عرش ہے سو جب تم اللہ سے سوال کرو تو فردوس کا سوال کرو۔(ترمذی، مشکوٰۃ:496)《5》سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جنت میں سو درجات ہیں اگر سارے جہان ان میں سے ایک درجہ میں جمع ہو جائیں تو اس ایک درجہ میں سب سما جائیں۔(مشکوٰۃ:497)《6》رحمت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

عالم ﷺ نے فرمایا: علیین والے نیچے والوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم آسمان کے کناروں میں دور کے تارے دیکھتے ہو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ کیا وہ منازل انبیاء ہیں جن کو کوئی حاصل نہیں کرسکتا؟ فرمایا: کیوں نہیں اللہ کی قسم! ان لوگوں کے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس کے رسولوں کی تصدیق کرتے رہے۔(بخاری،مسلم)《7》سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جنت والے بلند درجوں والوں کو یوں دیکھیں گے جس طرح تم آسمان کے کناروں میں کوئی ڈوبنے والا ستارہ دیکھتے ہو اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ ان ہی میں سے ہوں گے اور خوش وخرم ہوں گے۔(مسند احمد، سنن)

كَمَآ اَخۡرَجَكَ رَبُّكَ مِنۡۢ بَيۡتِكَ بِالۡحَـقِّ ۖ وَاِنَّ فَرِيۡقًا مِّنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ لَـكٰرِهُوۡنَ (5)

جیسا کہ آپ کے رب نے آپ کو حق کے ساتھ آپ کے گھر سے نکالا، حالانکہ ایمان والوں کا ایک گروہ یقیناً اس کو ناپسند کرنے والا تھا۔(5)

سوال1: كَمَآ اَخۡرَجَكَ رَبُّكَ مِنۡۢ بَيۡتِكَ بِالۡحَـقِّ ''جیسا کہ آپ کے رب نے آپ کو حق کے ساتھ آپ کے گھر سے نکالا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》كَمَآ اَخۡرَجَكَ رَبُّكَ مِنۡۢ بَيۡتِكَ بِالۡحَـقِّ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد ﷺ کو مدینہ سے نکال کر بدر کے مقام پر مشرکوں سے جنگ کے لیے اس حق کے ساتھ باہر نکالا جس کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے۔《2》اس جنگ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی تقدیر میں طے کر رکھا تھا اگرچہ اپنے گھر سے نکلنے اور اور دشمن کے خلاف لڑنے کے بارے میں نبی ﷺ نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔《3》اللہ تعالیٰ نے گھر سے نکالنے سے قبل اور اس عظیم غزوے کے ذکر سے پہلے اہل ایمان کی صفات بیان فرمائی ہیں جنہیں اختیار کرنا چاہیے۔ جو مومن یہ صفات اختیار کرتا ہے وہ ثابت قدم ہو جاتا ہے۔ ان کا ایمان حقیقی اور سچا ایمان ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے حقیقی جزا رکھی ہے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے بدر کی جنگ کے حالات کیسے پیدا کردیئے؟

جواب:《1》شعبان 2 ہجری میں قریش کا ایک تجارتی قافلہ شام سے مکہ کی طرف واپس جارہا تھا اور قافلے کے ساتھ تقریباً 60 ہزار اشرفی سامان تھا۔ اس وقت یہ خطرہ تھا کہ مسلمان کہیں قافلہ تجارت پر حملہ نہ کرلیں کیونکہ راستہ مدینہ کے پاس سے گزرتا تھا۔ قافلے کے سردار ابوسفیان نے تیز رفتار اونٹنی کے ذریعے مکہ والوں کو مدد کے لیے پکارا کہ اگر نہ آئے تو مسلمان قافلہ لوٹ لیں گے۔ مکہ میں جوش پیدا ہوگیا 950 سوار جن میں 60 زرہ پوش تھے مکہ سے نکل کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔《2》رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے قافلہ اور لشکر دونوں میں سے ایک کی طرف بڑھنے کے لیے مشورہ لیا۔ مسلمانوں کا ایک گروہ چاہتا تھا قافلے کی طرف جائیں مگر اللہ تعالیٰ کا منصوبہ یہ تھا کہ کافروں کا زور توڑا جائے اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے حالات ایسے پیدا کردیے کہ مکہ سے سرداروں کو نکالا اور مدینہ سے 20 میل کے فاصلے پر بدر میں پہنچایا اور مسلمانون کو ان کے گھروں سے نکالا جن کی تعداد 313 تھی۔ اس میدان بدر کو کفر اور اسلام کے لیے معرکے کا میدان بنا دیا۔ اسی کا تذکرہ اس آیت میں ہے کہ اگرچہ ایک گروہ کو پسند نہیں پھر بھی اللہ تعالیٰ نے معرکہ برپا کردیا۔(ابن ابی حاتم، تفسیر ابن عباس:476/1)

سوال3: وَاِنَّ فَرِيۡقًا مِّنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ لَـكٰرِهُوۡنَ ''حالانکہ ایمان والوں کا ایک گروہ یقیناً اس کو ناپسند کرنے والا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے'' حالانکہ ایمان والوں کا ایک گروہ یقیناً اس کو ناپسند کرنے والا تھا''《2》آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جس طرح اس وقت مدینے سے نکلنے سے ہچکچانا اور خطرے کا سامنا کرنے سے گھبرانا صحیح ثابت نہ ہوا اور بدر کے میدان میں اللہ تعالیٰ نے فتح دی اور مال غنیمت ہاتھ لگا اسی طرح آج بھی انہیں مال غنیمت کی تقسیم میں ناراض نہ ہونا چاہیئے بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے جو حصہ ملے اسے قبول کرلینا چاہئے۔ اس کا نتیجہ ان کے حق میں بہتر رہے گا۔(کبیر، ابن کثیر)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَمَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ(6)

وہ حق کے بارے میں آپ سے جھگڑ رہے تھے اس کے بعد کہ وہ صاف ظاہر ہو چکا تھا، گویا کہ وہ موت کی طرف ہانکے جا رہے ہوں اور وہ دیکھ رہے ہوں۔(6)

سوال1: يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَمَا تَبَيَّنَ ''وہ حق کے بارے میں آپ سے جھگڑ رہے تھے اس کے بعد کہ وہ صاف ظاہر ہو چکا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ ''وہ حق کے بارے میں آپ سے جھگڑ رہے تھے'' یعنی وہ جنگ کے بارے میں جھگڑ رہے تھے۔ (تفسیر منیر: 266/1) ﴿2﴾ بَعْدَمَا تَبَيَّنَ یعنی ان پر یہ ظاہر ہونے کے بعد کہ ان کی مدد کی جائے گی۔ ﴿3﴾ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ کو ابوسفیان کے نکل جانے کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے مشورہ کیا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بات کی تو آپ ﷺ نے اعراض فرمایا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بات کی تو بھی آپ ﷺ نے اعراض کیا۔ پھر سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا ''یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کا ارشاد شاید ہماری طرف ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر آپ ﷺ ہمیں سمندر میں کودنے کا حکم دیں گے تو ہم کود جائیں گے اور اگر آپ ہمیں برک الغماد تک گھوڑے دوڑا دوڑا کر ہلاک کر ڈالنے کا حکم دیں تو ہم تعمیل کریں گے'' (مسلم، کتاب الجہاد، باب غزوہ بدر)

سوال2: مسلمانوں میں سے ایک گروہ رسول اللہ ﷺ سے کس امر پر جھگڑا کر رہا تھا؟

جواب: جھگڑا اس امر پر تھا کہ ہمیں قافلے کی طرف جانا چاہیے جہاں کہ دنیا کا فائدہ موجود تھا۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے دیگر ساتھی چاہتے تھے کہ لشکر کا مقابلہ کیا جائے کیونکہ وہاں دینی فائدہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہمیشہ دینی فائدہ کی طرف ہوتی ہے۔

سوال3: كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ''گویا کہ وہ موت کی طرف ہانکے جا رہے ہوں اور وہ دیکھ رہے ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: جب ان پر یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ معرکہ ہو کر رہے گا تو مومنوں میں سے ایک گروہ نے اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے جھگڑنا شروع کر دیا، وہ دشمن کا مقابلہ کرنے کو ناپسند کرتے تھے، گویا کہ ان کو، ان کے دیکھتے ہوئے، موت کی طرف دھکیلا جا رہا ہے۔ حالانکہ یہ رویہ ان کو زیب نہیں دیتا تھا خاص طور پر جب ان پر واضح ہو گیا تھا کہ ان کا گھر سے نکلنا حق پر مبنی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور وہ اس پر راضی ہے۔ اس صورت حال میں یہ بحث کرنے کا مقام نہیں تھا بحث کرنے کا محل ومقام وہ ہوتا ہے جہاں حق میں اشتباہ اور معاملے میں التباس ہو، وہاں بحث کرنا مفید ہوتا ہے، لیکن جب حق واضح اور ظاہر ہو جائے تو اس کی اطاعت اور اس کے سامنے سرافگندہ ہونے کے سوا کوئی اور صورت نہیں رہتی۔ یہ تو تھی ان لوگوں کی بات، مگر اکثر اہل ایمان نے اس بارے میں کسی قسم کی بحث نہیں کی اور نہ انہوں نے دشمن کا مقابلہ کرنے کو ناپسند کیا۔ اس طرح وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ نے عتاب فرمایا تھا انہوں نے جہاد کے لیے سرتسلیم خم کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ثابت قدمی عطا فرمائی اور ان کو وہ اسباب مہیا فرمائے جن سے ان کے دل مطمئن ہو گئے۔ جیسا کہ ان میں سے بعض اسباب کا ذکر آئندہ سطور میں آئے گا۔ (تفسیر سعدی: 971/1)

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ(7)

اور جب اللہ تعالیٰ تم سے دو گروہوں میں سے ایک کا وعدہ کر رہا تھا کہ یقیناً وہ تمہارے لیے ہے اور تم چاہتے تھے کہ یقیناً غیر مسلّح

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گروہ ہی تمہارے لیے ہو اور اللہ تعالیٰ ارادہ کر چکا تھا کہ حق کو اپنی باتوں سے سچا کر دکھائے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے۔(7)

سوال1: وَاِذْيَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ '' اور جب اللہ تعالیٰ تم سے دو گروہوں میں سے ایک کا وعدہ کر رہا تھا کہ یقیناً وہ تمہارے لیے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》الطَّآئِفَتَيْنِ '' دو گروہ'' دو گروہوں سے مراد قافلہ یا فوج میں سے ایک۔《2》اَنَّهَا لَكُمْ '' کہ یقیناً وہ تمہارے لیے ہے'' ان میں سے ایک کے مقابلے میں تمہیں فتح سے نوازے گا۔《3》یعنی جو کچھ ان کے ساتھ ہے وہ تمہارے لیے غنیمت ہے۔(جامع البیان:196/9)

سوال2: وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ '' اور تم چاہتے تھے کہ یقیناً غیر مسلّح گروہ ہی تمہارے لیے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》'' اور تم چاہتے تھے کہ یقیناً غیر مسلّح گروہ ہی تمہارے لیے ہو'' تم چاہتے تھے کہ غیر مسلح گروہ یعنی قافلہ جس کے ساتھ سفیان بن حرب تھا وہ تمہارے لیے ہو۔《2》مسلمانوں نے غربت کی وجہ سے قافلے کے ملنے کو پسند کیا کیونکہ قافلے والوں کے پاس طاقت نہیں تھی اور مال تھا۔《3》قافلہ آسان شکار تھا جس سے بظاہر نفع زیادہ اور نقصان کم تھا۔

سوال3: وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ '' اور اللہ تعالیٰ ارادہ کر چکا تھا کہ حق کو اپنی باتوں سے سچا کر دکھائے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ اس چیز کو پسند کرتے تھے جو افضل تھی۔《2》اللہ تعالیٰ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کو ایک ایسی فوج سے فتح نصیب ہو جس میں بڑے بڑے سردار اور شہسوار لڑنے آئے تھے۔《3》اللہ تعالیٰ کافروں کی جڑ کاٹ کر اپنی باتوں سے حق کو سچا کر دکھانا چاہتے تھے۔《4》اللہ تعالیٰ باطل اور کفر کی جڑ کاٹ دیتا ہے اور اپنے بندوں کی ایسی نصرت کرتا ہے جس کا انہیں کبھی خیال بھی نہیں آتا۔

سوال4: اللہ تعالیٰ کا ارادہ کیا تھا؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ تھا کہ مٹھی بھر مسلمان امت بن جائیں اور ان کی اپنی حکومت ہو۔《2》مسلمانوں کی اپنی قوت ہو جو دشمن سے برتر ہو تا کہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ کامیابی ساز و سامان اور تعداد پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہوتی ہے۔《3》اللہ تعالیٰ کا ارادہ تھا کہ مسلمانوں کو پتہ چل جائے کہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کسی کا زور نہیں چل سکتا، کسی کی قوت ٹھہر نہیں سکتی۔《4》اللہ تعالیٰ کا ارادہ تھا کہ امت اپنے عقیدے کا عملی تجربہ کرے اور پھر اس کی روشنی میں اپنے مستقبل کے منصوبے بنائے۔《5》اللہ تعالیٰ کا ارادہ تھا کہ اپنے کلمات سے حق کا حق ہونا ثابت کر دے کافروں کی جڑ کاٹ دے۔

لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ(8)

تا کہ وہ حق کو سچا کر دے اور باطل کو جھوٹا کر دے، اور اگر چہ مجرموں کو ناگوار ہو۔(8)

سوال1: لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ '' تا کہ وہ حق کو سچا کر دے اور باطل کو جھوٹا کر دے اور اگر چہ مجرموں کو ناگوار ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》لِيُحِقَّ الْحَقَّ '' تا کہ وہ حق کو سچا کر دے'' اللہ تعالیٰ حق کے دلائل اور حق پر گواہی کے ذریعے حق کو سچا ثابت کرتے ہیں۔《2》تا کہ اللہ تعالیٰ اسلام کو عزت دے کہ وہ حق ہے۔《3》وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ '' اور باطل کو جھوٹا کر دے'' اور باطل پر دلائل قائم کر کے باطل کو جھوٹا کر دے۔《4》وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ '' اور اگر چہ مجرموں کو ناگوار ہو'' اللہ تعالیٰ کو مجرموں کی کوئی پرواہ نہیں، مجرموں کو ناگوار بھی گزرے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تب بھی حق کے لیے حیات ہے۔《5》یعنی کفر کو وہ مٹادے اور شرک کو زائل کر دے۔
سوال 2: حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا کب ثابت ہوتا ہے؟
جواب: حق اور باطل کا فیصلہ میدان جنگ میں ہوتا ہے۔

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ (9)

جب تم اپنے رب سے مدد مانگ رہے تھے تو اُس نے تمہاری دُعا قبول کرلی کہ یقیناً میں فرشتوں میں سے ایک ہزار کے ساتھ تمہاری مدد کرنے والا ہوں جو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے ہیں۔(9)

سوال 1: إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ ''جب تم اپنے رب سے مدد مانگ رہے تھے'' بدر کے معرکے میں اہل اسلام کی فریاد کیا تھی؟
جواب: امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کو دیکھا تو وہ ایک ہزار تھے اور آپ کی جماعت کے لوگ تین سو تیرہ تھے۔ چنانچہ آپ قبلہ رخ ہوئے اور ہاتھ اٹھا کر اپنے رب سے دعا کرنے لگے کہ'' یاالہٰ العالمین جو آپ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے اس کو پورا کر یاالہٰ العالمین مسلمانوں کی اگر یہ جماعت ہلاک ہوجائے گی تو پھر زمین پر تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔'' آپ ﷺ قبلہ کی طرف رخ کئے ہوئے اپنے ہاتھوں کو دراز کیے ہوئے اپنے پروردگار سے دعا کرتے رہے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کی چادر مبارک گرگئی، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ ﷺ کی چادر مبارک اٹھا کر آپ ﷺ کے کندھوں پر ڈالی پھر آپ ﷺ کو پیچھے کی طرف سے چمٹ گئے۔ اور عرض کرنے لگے، اے اللہ کے نبی ﷺ! آپ ﷺ کے پروردگار سے آپ ﷺ کی آہ وزاری بہت ہوگئی، وہ ضرور اس چیز کو پورا کرے گا جس کا اس نے آپ ﷺ سے وعدہ کر رکھا ہے تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی فرشتوں کے ذریعے سے مدد فرمائی۔(تفسیر ابن عباس: 478/1)

سوال 2: فَاسْتَجَابَ لَكُمْ ''تو اس نے تمہاری دعا قبول کرلی'' کی وضاحت کریں؟
جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت یاد دلائی ہے کہ جب دشمن سے مڈبھیڑ کو اس نے یقینی بنادیا۔ دشمن تم سے قریب ہوا تو تم نے اس سے مدد طلب کی اور مدد کے لیے پکارا۔《2》فَاسْتَجَابَ لَكُمْ ''تو اس نے تمہاری دعا قبول کرلی'' اللہ تعالیٰ نے تمہاری دعا قبول کرلی اور مدد کے لیے فرشتوں کو بھیجا۔《3》مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے کہا: ''ہم وہ بات نہیں کہیں گے جو موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہی تھی کہ تم اور تمہارا پروردگار دونوں جا کر لڑو، ہم تو آپ ﷺ کے دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی، آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی۔'' عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ کا چہرہ چمکنے لگا اور ان کے قول نے آپ ﷺ کو خوش کردیا۔(بخاری: کتاب المغازی)

سوال 3: أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ ''کہ یقیناً میں فرشتوں میں سے ایک ہزار کے ساتھ تمہاری مدد کرنے والا ہوں جو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟
جواب:《1》''کہ یقیناً میں فرشتوں میں سے ایک ہزار کے ساتھ تمہاری مدد کرنے والا ہوں جو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے ہیں'' بدر میں شامل ہونے والے فرشتوں کی تعداد ایک ہزار تھی۔《2》وہ پے در پے یعنی ایک دوسرے کے پیچھے آرہے تھے۔《3》سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ایک مسلمان ایک کافر کے پیچھے دوڑ رہا تھا کہ اسے اوپر سے آواز آئی، وہ سوار کہہ رہا تھا کہ حیزوم (غالباً اس کے گھوڑے کا نام تھا) آگے بڑھ۔ اتنے میں اس مسلمان نے دیکھا کہ وہ کافر اس کے سامنے چت پڑا ہے۔ اس کی ناک پر نشان تھا اور کا سر پھٹ گیا تھا۔ گویا کسی نے اسے کوڑا مارا ہے۔ پھر اس کا سارا جسم سبز ہوگیا۔ وہ انصاری نبی ﷺ کے پاس آیا اور سارا ماجرا بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم سچ کہتے ہو۔ وہ فرشتے تیسرے آسمان سے مدد کے لیے آئے تھے۔(مسلم، کتاب الجہاد غزوہ بدر)《4》سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فرمایا: ''یہ جبرئیل امین ہیں اپنے گھوڑے کا سر تھامے ہوئے اور ان پر لڑائی کے ہتھیار ہیں'' (بخاری، کتاب المغازی)

سوال4: فرشتوں کا طریقہ جنگ کیا تھا؟

جواب: رب العزت کا فرمان ہے: اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ جب تمہارا رب فرشتوں کی طرف وحی کر رہا تھا کہ یقیناً میں تمہارے ساتھ ہوں، پس تم ان لوگوں کو ثابت قدم رکھو جو ایمان لائے، عنقریب میں ان لوگوں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا جنھوں نے کفر کیا پس تم ان کی گردنوں کے اوپر ضرب لگاؤ اور ان کے ہر پور پر ضرب لگاؤ۔ (الانفال:12)

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (10)

اور اللہ تعالیٰ نے نہیں بنایا اس کو مگر ایک خوش خبری اور تا کہ تمہارے دل اس سے مطمئن ہو جائیں اور نہیں ہے مدد مگر اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ (10)

سوال1: وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ''اور اللہ تعالیٰ نے نہیں بنایا اس کو مگر ایک خوش خبری اور تا کہ تمہارے دل اس سے مطمئن ہو جائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ ''اور اللہ تعالیٰ نے نہیں بنایا'' یعنی یہ امداد۔ ﴿2﴾ یعنی فرشتوں کے نازل کرنے کو۔ ﴿3﴾ اِلَّا بُشْرٰى مگر تمہاری نصرت کے لیے بشارت تا کہ اس سے تمہارے دل خوشی حاصل کریں۔ ﴿4﴾ وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ''اور تا کہ تمہارے دل اس سے مطمئن ہو جائیں''، یعنی اللہ تعالیٰ کی امداد سے تمہارے دل مطمئن ہوں۔ ملائکہ نے جنگ نہیں کی تھی بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مسلمانوں کے لیے خوشخبری بنایا تھا تا کہ ان کے دل مطمئن اور ثابت قدم ہوں۔ (فتح القدیر:364/2)

سوال2: وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ''اور نہیں ہے مدد مگر اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ''اور نہیں ہے مدد مگر اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے'' ورنہ فتح و نصرت تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، فتح کثرت تعداد اور ساز و سامان سے حاصل نہیں ہوتی۔ (تفسیر سعدی:973/1) ﴿2﴾ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ''یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ عزیز ہے سب پر غالب اسے کوئی مغلوب نہیں کر سکتا۔ جن کی وہ مدد نہ کرے ان کی تعداد زیادہ ہو یا جنگی ساز و سامان، وہ غلبہ حاصل نہیں کر سکتے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ حکیم ہے اس نے سارے معاملات کو اسباب کے ساتھ مقدر کیا ہے۔ اس نے اپنی حکمت سے ہر چیز کو اس کے جائز مقام پر رکھا ہے جو اس کے لیے مناسب ہے۔ (تفسیر سعدی:973/1)

رکوع نمبر 16

اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ (11)

جب اللہ تعالیٰ تم پر اونگھ طاری کر رہا تھا، اپنی طرف سے امن دینے کے لیے اور وہ آسمان سے تم پر پانی نازل کر رہا تھا تا کہ اس کے ذریعے سے تمہیں پاک کر دے اور تم سے شیطان کی گندگی کو دور کر دے اور تا کہ وہ مضبوط کر دے تمہارے دلوں کو اور اس کے ساتھ تمہارے قدموں کو جما دے۔ (11)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1: اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ '' جب اللہ تعالیٰ تم پر اونگھ طاری کر رہا تھا، اپنی طرف سے امن دینے کے لیے'' کی وضاحت کریں؟
جواب: 《1》 اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ جب اللہ تعالیٰ تم پر اونگھ طاری کر رہا تھا۔ یہ اونگھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعا کی قبولیت کی علامت تھی۔ 《2》 یہ اونگھ مسلمانوں کے دل میں جو خوف اور ڈر تھا اسے دور کر رہی تھی۔ 《3》 یہ اونگھ فتح و نصرت کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ 《4》 اَمَنَةً مِّنْهُ اللہ تعالیٰ کی جانب سے تمہارے لیے امن سکون اور اطمینان کا باعث تھی۔
سوال2: غزوہ بدر میں مسلمانوں کے ساتھ غنودگی کا واقعہ پیش آیا یہ کیسا واقعہ تھا؟
جواب: یہ واقعہ حیرت انگیز ہے غنودگی نیند کی سی کیفیت تھی جو مسلمانوں پر جنگ سے قبل طاری ہوگئی یہ نفسیاتی کیفیت اللہ تعالیٰ کا خاص انعام تھا کیونکہ انسان سو کر تازہ دم ہو جاتا ہے۔ جب دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا تو مسلمانوں پر خوف طاری ہوگیا، انہیں اتنے بڑے لشکر کی توقع نہ تھی پھر میدان جنگ کی دہشت میں اللہ تعالیٰ نے ان پر اونگھ طاری کردی، وہ تازہ دم ہو کر اٹھے۔ وہ ذہنی بوجھ سے فارغ ہو کر صبح بالکل فریش ہوگئے، اس طرح یہ غنودگی اللہ تعالیٰ کی غیبی امداد تھی۔
سوال3: اللہ تعالیٰ کی طرف سے غنودگی مسلمانوں کے لیے کیسے غیبی مدد بن گئی؟
جواب: غنودگی سے پہلے مسلمانوں کے اندر بڑے لشکر کو دیکھ کر دہشت پیدا ہو رہی تھی۔ اس طرح وہ حالات ان کے اندر وسوسوں کی پیدائش کا سبب بن رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان حالات میں ان کے لیے ایسے امکانات پیدا کر دیے کہ ان کے اندر نیا یقین ابھر آیا۔
سوال4: وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ '' اور وہ آسمان سے تم پر پانی نازل کر رہا تھا تا کہ اس کے ذریعے سے تمہیں پاک کردے اور تم سے شیطان کی گندگی کو دور کر دے اور تا کہ وہ مضبوط کر دے تمہارے دلوں کو اور اس کے ساتھ تمہارے قدموں کو جما دے'' کی وضاحت کریں؟
جواب: 《1》 اللہ تعالیٰ نے بدر میں فتح و نصرت کے لیے بارش بھی برسائی جو اس کی جانب سے بہت بڑا انعام تھا۔ 《2》 اللہ تعالیٰ نے بارش کے نازل کرنے کے چار مقاصد واضح کیے ہیں۔ لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ تا کہ اس کے ذریعے سے تمہیں پاک کر دے یعنی تم غسل بھی کر لو اور نماز کے لیے وضو بھی کر لو۔ 《3》 وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ '' اور تم سے شیطان کی گندگی کو دور کر دے'' اور تم سے شیطان کی گندگی بھی دور کر دے۔ قتادہ نے کہا: شیطان نے دلوں میں یہ بات ڈال دی تھی کہ بغیر طہارت کے نماز ہوگی۔ (ابن ابی حاتم:1666/5) اللہ تعالیٰ نے اس کے وسوسوں اور نجاست سے دلوں کو پاک کر دیا۔ 《4》 وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ '' اور تا کہ وہ مضبوط کر دے تمہارے دلوں کو'' یعنی صبر اور یقین میں مضبوط کر دے۔ (ایسر التفاسیر:509) 《5》 یعنی صبر اور دشمن کے خلاف اقدام کرنا جو کہ باطنی شجاعت ہے۔ (تفسیر منیر:281,282/5) 《6》 وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ '' اور اس کے ساتھ تمہارے قدموں کو جما دے'' اس سے مراد ظاہری شجاعت ہے کیونکہ زمین ہموار تھی اور نرم تھی جب اس پر بارش نازل ہوئی تو سخت اور ٹھوس ہوگئی اور قدم مضبوطی سے جمنے لگے۔ (تفسیر سعدی:973/1)
سوال5: بارش کا واقعہ کس وقت پیش آیا؟
جواب: جنگ سے تھوڑی دیر پہلے بارش ہوئی۔
سوال6: بارش مسلمانوں کے لیے خاص مدد کیسے ثابت ہوئی؟
جواب: بدر کے میدان میں مشرکین نے پہلے پہنچ کر وہاں بہترین جگہ اور پانی کے چشمے پر قبضہ کر لیا۔ ایسی حالت میں مسلمانوں کے دلوں میں وسوسہ آنے لگا کہ اللہ تعالیٰ کی مدد ان کے شامل حال نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اتنے زور کی بارش برسائی کہ مسلمانوں نے پانی اکٹھا کر لیا۔ مشرکوں نے زمین کے پانی کو مسلمانوں سے روکا تو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسا کر ان کی مدد کی۔ بارش کی وجہ سے حالات میں تبدیلی آئی، ریت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بیٹھ گئی اور لوگ اور جانور اس پر آسانی سے چلنے لگے۔مسلمانوں نے بارش کا پانی جمع کر لیا۔کفار کے لیے کیچڑ ہو گیا اور مشکلات پیدا ہو گئیں کیونکہ وہ نشیبی جگہ پر تھے۔پانی کی وجہ سے مسلمانوں کے دلوں کو اطمینان ہو گیا اور سب لوگ تر و تازہ ہو گئے۔

اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ(12)

جب تمہارا رب فرشتوں کی طرف وحی کر رہا تھا کہ یقیناً میں تمہارے ساتھ ہوں، پس تم ان لوگوں کو ثابت قدم رکھو جو ایمان لائے، عنقریب میں ان لوگوں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا جنہوں نے کفر کیا پس تم ان کی گردنوں کے اوپر ضرب لگاؤ اور ان کے ہر پور پر ضرب لگاؤ۔(12)

سوال 1: اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا'' جب تمہارا رب فرشتوں کی طرف وحی کر رہا تھا کہ یقیناً میں تمہارے ساتھ ہوں، پس تم ان لوگوں کو ثابت قدم رکھو جو ایمان لائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ'' جب تمہارا رب فرشتوں کی طرف وحی کر رہا تھا کہ یقیناً میں تمہارے ساتھ ہوں'' یعنی میری تائید اور نصرت تمہارے ساتھ ہے۔﴿2﴾ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے باطنی نعمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عین وقت پر فرشتوں کے دلوں میں یہ بات ڈال دی کہ وہ مسلمانوں کے قدم جمائے رکھیں اور ان کے ساتھ مل کر لڑیں۔﴿3﴾ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا'' پس تم ان لوگوں کو ثابت قدم رکھو جو ایمان لائے'' اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ ایمان والوں کے دلوں کو جمائے رکھیں۔انہیں جہاد کی ترغیب دیں اور ان کے حوصلے بڑھائیں۔

سوال 2: سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ'' عنقریب میں ان لوگوں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا جنہوں نے کفر کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: '' عنقریب میں ان لوگوں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا جنہوں نے کفر کیا'' اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے فرمایا: حوصلے بلند رکھو میں کافروں کے دلوں میں تمہاری دہشت بٹھا دوں گا۔جب اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ثبات اور کافروں کو دہشت عطا کرتا ہے تو کافر ثابت قدم نہیں رہتے۔اللہ تعالیٰ انہیں ایمان والوں کے قبضے میں دے دیتا ہے۔

سوال 3: فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ'' پس تم ان کی گردنوں کے اوپر ضرب لگاؤ اور ان کے ہر پور پر ضرب لگاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: '' پس تم ان کی گردنوں کے اوپر ضرب لگاؤ اور ان کے ہر پور پر ضرب لگاؤ'' ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو تعلیم دی ہے کہ وہ مشرکوں پر رحم نہ کریں، انہیں کیسے قتل کریں، ان کے جوڑ جوڑ پر ضرب لگائیں اور ان کی گردنیں ماریں۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے یہ خطاب فرشتوں سے بھی کیا ہے کہ اہل ایمان کے دل مضبوط رکھیں اور دشمنوں سے قتال کریں، گردنیں ماریں اور جوڑ جوڑ پر ضرب لگائیں۔﴿3﴾ رب العزت نے فرمایا: فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ تو جب ملو ان لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا تو گردنیں مارنا ہے۔(محمد: 4) ﴿4﴾ نبی ﷺ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ جیسا عذاب دینے کے لیے نہیں بھیجا گیا مجھے تو صرف گردنیں اڑانے اور گرفتار کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔(مختصر ابن کثیر: 665/1)

سوال 4: ملائکہ نے مومنوں کی کس طرح مدد کی؟

جواب: ملائکہ کے طریقے کار کے بارے میں ہمیں علم نہیں مگر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کام کیا۔﴿1﴾ انہوں نے کفار کی گردنوں پر وار کیا۔﴿2﴾ انہوں نے کفار کے ایک ایک جوڑ پر وار کیا کہ وہ کام کے نہ رہیں ﴿3﴾ انہوں نے کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (13)

یہ اس وجہ سے ہے کہ یقیناً انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے تو اللہ تعالیٰ یقیناً بہت سخت عذاب والا ہے۔(13)

سوال1: ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ''یہ اس وجہ سے ہے کہ یقیناً انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے دشمنی کی اور ان سے جنگ کی۔ (ایسر التفاسیر:510)﴿2﴾ یعنی ان کی گردنیں مارنے اور جوڑ جوڑ پر ضرب لگانے کا حکم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کی جزا ہے۔

سوال2: مسلمانوں کی مدد کس طرح کی گئی؟

جواب: ﴿1﴾ دشمنوں کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب بٹھا دیا گیا۔﴿2﴾ مسلّح فرشتے امداد کے لیے بھیجے گئے۔﴿3﴾ مسلمانوں کو ان کے دشمنوں پر مسلّط کیا گیا۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد آنا اس کی سنت جاریہ ہے یہ اصول کس طرح جاری ہوتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جب کبھی زمین پر کوئی جماعت دین اسلام کا پیغام لے کر اٹھے اور اسلامی نظام حیات قائم کرے اور ثابت قدمی سے اس مقصد کے حصول کے لیے کوششیں کرے۔﴿2﴾ جب یہ جماعت اللہ تعالیٰ کی راہ میں اطمینان سے کام کرے، رب پر بھروسہ کرے اور اپنے سفر کو جاری رکھے۔﴿3﴾ جب اس جماعت کے خلاف اللہ تعالیٰ کے دشمن محاذ آرائی شروع کر دیں اور جب دشمن قوت والا اور رعب والا ہو تو اس جماعت کے لیے اللہ تعالیٰ کی مدد آتی ہے۔

سوال4: مسلمانوں اور کافروں کے درمیان جنگ دراصل کافروں اور اللہ تعالیٰ کے درمیان جنگ تھی کیسے۔وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ ہی نے اپنے رسول کو گھر سے باہر نکالا تھا۔مسلمان نہ تو قوت کی نمائش کے لیے نکلے تھے نہ مظالم کے لیے، اللہ تعالیٰ کے لیے نکلے تھے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کیا تھا کہ دو گروہوں میں سے کون سا گروہ مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ ہی نے مسلمانوں پر غنودگی طاری کی تھی۔﴿4﴾ اللہ تعالیٰ ہی نے آسمانوں سے پانی اتارا تا کہ انہیں شیطانی وسوسوں سے پاک کر دے اور ان کے دلوں کو مطمئن اور مضبوط کر دے۔﴿5﴾ اللہ تعالیٰ ہی نے اس جنگ میں فرشتوں کو شریک کیا، اس نے ہی فرشتوں کو حکم دیا کہ کافروں کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیں اور مسلمانوں کے قدم مضبوط کر دیں۔﴿6﴾ اللہ تعالیٰ ہی نے فرشتوں کو حکم دیا کہ کافروں کی گردنوں پر ضرب لگاؤ اور ان کے جوڑ جوڑ پر ضربیں لگاؤ۔﴿7﴾ اللہ تعالیٰ ہی نے مجرموں کی جڑ کاٹ دی تا کہ حق حق ہو جائے اور باطل باطل ہو جائے۔﴿8﴾ اللہ تعالیٰ ہی نے مسلمانوں کو مال غنیمت عطا کیے حالانکہ جب وہ گھر سے نکلے تو ان کے پاس مال و متاع نہ تھا۔

سوال5: کیا فیصلہ کن جنگ فقط اسلحے اور ساز و سامان کی کثرت پر موقوف ہوتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ فیصلہ کن جنگ صرف اسلحے اور ساز و سامان پر موقوف نہیں ہوتی بلکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی مدد، اس کی تدبیر اور اس کی مشیت فیصلہ کن کردار ادا کرتی ہے۔﴿2﴾ فیصلہ کن جنگ میں اصل متاع توکل علی اللہ ہوتا ہے۔﴿3﴾ فیصلہ کن جنگ میں اللہ تعالیٰ سے آہ و فریاد کرنا، اس کی طرف توجہ کر کے دعائیں کرنا اور اس کی تدبیر اور تقدیر اپنا کردار ادا کرتی ہے۔

سوال6: وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ''اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے تو اللہ تعالیٰ یقیناً بہت سخت عذاب والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ عداوت رکھے، ان کے ساتھ جنگ کرے۔﴿2﴾ فَاِنَّ اللّٰهَ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

شَدِيْدُ الْعِقَابِ ''تو اللہ تعالیٰ یقیناً بہت سخت عذاب والا ہے''ان کے لیے دنیا میں بھی شدید عذاب ہے،اللہ تعالیٰ ان کے دشمنوں کے ہاتھوں انہیں سخت سزائیں دلواتا ہے اور آخرت میں بھی عذاب ہے وہ جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔(جامع البیان:212/9)《3》اور یہ بھی اس کا عذاب ہی ہے کہ اس نے اپنے اولیاء کو اپنے اعداء پر مسلط کیا اور ان کے ہاتھوں قتل کروایا۔(تفسیر سعدی:974/1)

ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَ اَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ(14)

یہ ہے!(تمہاری سزا)لہٰذا اس کا مزہ چکھو اور یقیناً کافروں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔(14)

سوال1:ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ'' یہ ہے!(تمہاری سزا)لہٰذا اس کا مزہ چکھو'' کافروں کو دنیا کی زندگی میں کیا عذاب دیا جاتا ہے؟

جواب:《1》یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے جھگڑے،مخالفت اور دشمنی کی وجہ سے اس عذاب کا مزا جلدی بھی چکھو۔(الاساس:2113/4)《2》قتل اور شکست کے عذاب کا مزا اس دنیا میں چکھو۔(ایسر التفاسیر:510)

سوال2:وَ اَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ'' اور یقیناً کافروں کے لیے آگ کا عذاب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:کافروں کو اصل سزا آخرت میں ملنے والی ہے یعنی دوزخ کا عذاب۔

سوال3:کیا دین کے قیام کے لیے کی جانے والی کوششوں کا معاملہ اسی دنیا تک کا ہے؟

جواب:دین کے قیام کے لیے کی جانے والی کوششوں کے اثرات اس دنیا میں بھی ہوتے ہیں اور اس زندگی کے بعد دوسری زندگی پر بھی اس کے اثرات پڑتے ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ(15)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب تم ان لوگوں سے ایک لشکر کی صورت میں ملو جنہوں نے کفر کیا تو تم ان سے پیٹھیں نہ پھیرو۔(15)

سوال1:يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ'' اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب تم ان لوگوں سے ایک لشکر کی صورت میں ملو جنہوں نے کفر کیا تو تم ان سے پیٹھیں نہ پھیرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا:اے لوگو!جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تصدیق کی ہے۔(جامع البیان:213/9)《2》اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا'' جب تم ان لوگوں سے ایک لشکر کی صورت میں ملو''یعنی جب لڑائی کے لیے صف بندی ہو چکی ہو،فوجیں ایک دوسرے کی طرف بڑھ رہی ہوں اور جنگجو ایک دوسرے کے قریب آ چکے ہوں۔(تفسیر سعدی:975/1)فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ تو دشمن سے پیٹھ پھیر کر مت بھاگو،ان کی قوت کا مقابلہ کرو،ان کے حملے میں ان سے لڑنے کے لیے ثابت قدمی سے ڈٹ جاؤ،صبر سے مقابلہ کرو یہ اللہ تعالیٰ کے دین کی حفاظت ،اہل ایمان کے دلوں کی مضبوطی اور دشمنوں کو دہشت زدہ کرنے کا باعث ہوگی۔《3》مسند احمد میں ہے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک چھوٹا سا لشکر بھیجا تھا میں بھی اس میں ہی تھا لوگوں میں بھگدڑ مچی میں بھی بھاگا ہم لوگ بہت ہی نادم ہوئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھاگے ہیں اللہ تعالیٰ کا غضب ہم پر ہے۔ہم اب مدینے جائیں اور وہاں رات گزار کر نبی ﷺ کے سامنے پیش ہوں اگر ہماری توبہ کی کوئی صورت نکل آئے تو خیر ورنہ ہم جنگلوں میں نکل جائیں۔چنانچہ نماز فجر سے پہلے ہم جا کر بیٹھ گئے جب نبی ﷺ آئے تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تم کون لوگ ہو؟ ہم نے کہا:بھاگنے والے!آپ ﷺ نے فرمایا:نہیں بلکہ تم لوٹنے والے ہو میں تمہاری جماعت ہوں اور میں تمام مسلمانوں کی جماعت ہوں۔ہم نے بے ساختہ آگے بڑھ کر نبی ﷺ کے ہاتھ چوم لئے۔(ابوداؤد،ترمذی ،ابن ماجہ)《4》اللہ تعالیٰ نے معرکے کے دوران میدان جنگ سے فرار ہونے سے منع کیا ہے۔《5》اللہ رب العزت نے اہل ایمان کو اللہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تعالیٰ کے راستے میں قوت اور قلوب کو مضبوط کرنے والے اسباب فراہم کرنے کا حکم دیا ہے۔

سوال 2: مسلمانوں کو کافروں کے بالمقابل کھڑے ہونے کے موقعہ پر کیا ہدایت دی گئی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ثابت قدم رہیں ﴿2﴾ فرار اختیار نہ کریں۔

سوال 3: مسلمان کافروں کے مقابلے میں کب ثابت قدم رہ سکتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ مسلمان اس وقت ثابت قدم رہ سکتے ہیں جب ان کا یقین ہو کہ فتح وشکست اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور اس کا فیصلہ صرف ظاہری اسباب پر نہیں ہوتا۔ ﴿2﴾ یہ یقین ہو کہ جنگ کی تدبیر اور کمان اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور وہی مومنوں کے ہاتھوں سے کافروں کو قتل کرواتا ہے۔ ﴿3﴾ اسلحے کا صحیح نشانے پر استعمال وہی کرواتا ہے اور وہی کافروں کو مسلمانوں سے مرعوب کرواتا ہے۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کافروں کی ہر تدبیر کو الٹا کر دیتا ہے اور دنیا وآخرت میں عذاب سے دوچار کرتا ہے۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ ہی جہاد کا ثواب عطا کرتا ہے تو مسلمان ثابت قدم رہ سکتے ہیں۔

وَ مَنْ یُّوَلِّهِمْ یَوْمَىٕذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ مَاْوٰىهُ جَهَنَّمُؕ وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ﴿16﴾

اور جو کوئی اس دن ان سے اپنی پیٹھ پھیرے، سوائے اس کے کہ وہ لڑائی کے لیے پینترا بدلنے والا ہو یا کسی گروہ کی طرف جگہ لینے والا ہو تو یقیناً وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے غضب کے ساتھ لوٹے گا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ لوٹنے کی بہت ہی بری جگہ ہے۔ (16)

سوال 1: وَ مَنْ یُّوَلِّهِمْ یَوْمَىٕذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰى فِئَةٍ ''اور جو کوئی اس دن ان سے اپنی پیٹھ پھیرے سوائے اس کے کہ وہ لڑائی کے لیے پینترا بدلنے والا ہو یا کسی گروہ کی طرف جگہ لینے والا ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَ مَنْ یُّوَلِّهِمْ یَوْمَىٕذٍ دُبُرَهٗۤ ''اور جو کوئی اس دن ان سے اپنی پیٹھ پھیرے'' میدان جنگ سے کسی عذر کے بغیر بھاگنا کبیرہ گناہ ہے۔ اس کی سزا جہنم کی شعلے مارنے والی آگ اور اللہ تعالیٰ کا غضب ہے۔ ﴿2﴾ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اگر کوئی کسی مصلحت سے میدان جنگ سے پیٹھ پھیرے یا ہٹ جائے مثلاً سوچی سمجھی تدبیر ہو۔ اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰى فِئَةٍ یا اپنے لشکر میں جاملنا چاہتا ہو یعنی کوئی چھوٹے دستے میں ہے اور بھاگ کر بڑے دستے میں جاملے، یا اپنے امام سے جاملے تو کوئی حرج نہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں ایک دستے میں تھا۔ لوگوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور میں بھی بھاگ کھڑا ہوا۔ پھر ہم نے سوچا کہ اب کیا کریں؟ ہم تو اللہ تعالیٰ کا قہر لے کر لوٹے ہیں آؤ مدینہ چلیں۔ وہاں ایک رات بسر کر کہ رحمت عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں اگر ہماری توبہ کی کوئی صورت نکل آئے تو خیر ورنہ ہم جنگلوں میں نکل جائیں۔ چنانچہ صبح کی نماز سے پہلے ہم مسجد نبوی میں پہنچ گئے جب نبی ﷺ آئے تو آپ ﷺ نے نکل کر پوچھا: کون ہیں؟ ہم نے کہا بھاگنے والے ہیں۔ فرمایا: نہیں بلکہ تم حملہ کرنے والے ہو میں تمہاری اور تمام مسلمانوں کی جماعت ہوں ہم نے بڑھ کر نبی ﷺ کے ہاتھ چوم لئے۔ (ابن ماجہ)

سوال 2: میدان جنگ سے بھاگنا بدترین جرم کیوں قرار دیا گیا؟

جواب: میدان جنگ اسلام اور کفر کے لیے آخری فیصلے کا وقت ہوتا ہے۔ بھاگنے والا حق کو بچانے کے مقابلے میں اپنے آپ کو بچانا زیادہ اہم سمجھتا ہے اس طرح وہ اپنے مقصد کے مقابلے میں ذات کو ترجیح دیتا ہے۔

سوال 3: کون سے حالات میں میدان جنگ سے فرار کی اجازت دی گئی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ فرار کسی جنگی چال کی صورت میں ہو ﴿2﴾ فرار بہترین مواقع کے لیے ﴿3﴾ فرار بہترین منصوبے کی خاطر ہو ﴿4﴾ فرار

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مسلمانوں کی کسی دوسری فوج سے ملنے کے لیے ہو《5》فرار دوبارہ حملے کے لیے ہو۔
سوال4: جنگی چال سے کیا مراد ہے؟
جواب:《1》جنگی چال سے مراد ایک مورچے سے دوسرے مورچے میں جانا۔《2》دوسری فوج یا یونٹ سے جاملنا۔
سوال5: فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ "تو یقیناً وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے غضب کے ساتھ لوٹے گا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ لوٹنے کی بہت ہی بُری جگہ ہے" کی وضاحت کریں؟
جواب:《1》فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ یعنی اپنے جہاد سے وہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں گھرا ہوا لوٹے گا۔(ایسر التفاسیر:511)《2》بھاگنے والا اللہ تعالیٰ کا غضب لے واپس بھاگتا ہے۔《3》سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا قول ہے: یعنی اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب واجب ہو گیا۔(ابن ابی حاتم:4167/)《4》وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ "اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے" اپنی موت کے بعد جب وہ آخرت کے جہان میں منتقل ہو جائے گا تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔《5》وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ "اور وہ لوٹنے کی بہت ہی بری جگہ ہے" ان لوگوں کے لیے جہنم بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔《6》یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ کسی عذر کے بغیر، میدان جنگ سے فرار ہونا سب سے بڑا گناہ ہے۔جیسا کہ صحیح احادیث میں وارد ہوا ہے اور جیسا کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے فرار ہونے والے کے لیے سخت وعید سنائی ہے۔اس آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ جنگی چال کے طور پر میدان جنگ سے ہٹنے میں، یعنی میدان جنگ میں ایک جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ جا کر لڑنا تا کہ اس جنگی چال میں دشمن کو زک پہنچا سکے، کوئی حرج نہیں، کیونکہ وہ میدان جنگ سے منہ موڑ کر نہیں بھاگا بلکہ اس نے دشمن پر غالب آنے کے لیے ایسا کیا ہے، یا اس نے کسی پہلو سے دشمن پر حملہ کرنے کے لیے، یا دشمن کو دھوکہ دینے کے لیے یہ چال چلی ہے، یا دیگر جنگی مقاصد کے لیے ایسا کیا ہے۔اسی طرح کفار کے خلاف کمک کے طور پر ایک جماعت سے علیحدہ ہو کر دوسری جماعت میں جا کر ملنا بھی جائز ہے۔اگر لشکر کا وہ گروہ جس کے ساتھ یہ گروہ جا کر ملا ہے، میدان جنگ میں موجود ہے تو ایسا کرنے کا جواز بالکل واضح ہے اور اگر وہ گروہ مقام معرکہ کی بجائے کسی مقام پر ہے، مثلاً مسلمانوں کا کفار کے مقابلے سے کسی ایک شہر سے پسپا ہو کر مسلمانوں کے کسی دوسرے شہر میں پناہ لینا یا ایک میدان جنگ کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ دشمن پر حملہ آور ہونا، تو اس بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے جو آراء منقول ہوئی ہیں وہ اس کے جواز پر دلالت کرتی ہیں۔شاید پسپائی اس شرط سے مشروط ہے کہ مسلمان سمجھتے ہوں کہ پسپائی انجام کار ان کے لیے بہتر اور دشمن کے مقابلے میں زیادہ مفید ہوا اور اگر وہ یہ سمجھتے ہوں کہ میدان جنگ میں جمے رہنے سے کفار پر ان کو غلبہ حاصل ہو جائے گا تو اس صورت حال میں یہ بعید ہے کہ پسپائی کا جواز ہو، کیونکہ تب میدان جنگ سے فرار ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ہے جس سے روکا گیا ہے۔یہ آیت کریمہ مطلق ہے۔(یعنی فرار کی ہر صورت ممنوع ہے) البتہ سورت کے آخر میں اس کو تعداد کے ساتھ مشروط کرنے کا بیان ہے۔(تفسیر سعدی:975,976/1)
سوال6: فرار کی جن صورتوں کی اجازت دی گئی ان کے ماسوا اگر فرار ہو تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کا کیا اعلان ہے؟
جواب:《1》ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے غضب میں گھر جائے گا۔《2》ایسے شخص کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔《3》دشمن کو منہ دکھانا چاہیے شکست نہیں۔《4》شکست کھانے والا پیٹھ پھیرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا غضب اس کا پیچھا کرتا ہے جو اسے جہنم تک لے جاتا ہے جو بہت برا ٹھکانہ ہے۔

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۪ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ(17)

پس تم نے انہیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں قتل کیا ہے اور آپ نے (خاک کی مٹھی) نہیں پھینکی جب آپ نے پھینکی تھی بلکہ وہ اللہ تعالیٰ نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پھینکی اور تا کہ وہ ایمان والوں کو اچھے انعام سے نوازے، یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔(17)

سوال1: فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ''پس تم نے انہیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں قتل کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے قتل پر واضح فرمایا فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ تم نے انہیں قتل نہیں کیا۔یعنی اپنی قوت سے قتل نہیں کیا۔﴿2﴾ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ '' بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں قتل کیا ہے'' ان کے قتل پر اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد فرمائی جب اس نے کافروں کے دلوں میں دہشت بٹھانے کے لیے فرشتے بھیجے اور تمہارے دلوں کو قوی کیا اور تم سے گھبراہٹ کو دور کر دیا۔﴿3﴾ رب العزت نے فرمایا: وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ اور بلا شبہ یقیناً اللہ تعالیٰ بدر میں بھی تمہاری مدد فرما چکا ہے حالانکہ تم نہایت کمزور تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ تا کہ تم شکر کرو۔(آل عمران:123)﴿4﴾ اللہ تعالیٰ ہی بندوں کے افعال کا خالق ہے۔ان سے جو اچھے کام سرزد ہوں ان پر وہی قابل تعریف وتوصیف ہے کیونکہ اس نے ان کاموں کی توفیق عطا فرمائی اور اسی نے اعانت فرمائی، فرمایا: قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ تم ان سے لڑو، اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں ان کو عذاب دلوائے گا اور انہیں رسوا کرے گا اور ان کے خلاف تمہاری مدد کرے گا اور مومنوں کے سینوں کو شفا دے گا۔(التوبہ:14)﴿5﴾ فتح تعداد اور اسلحے کی کثرت کی بنا پر نہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔رب العزت نے فرمایا: فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ ۙ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ ۚ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً ۢ بِيَدِهٖ ۚ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ۭ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۙ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً ۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ پس جب طالوت فوجوں کے ساتھ جدا ہوا تو اس نے کہا: '' اللہ تعالیٰ تمہیں یقیناً ایک نہر کے ذریعے آزمانے والا ہے چنانچہ جس نے اس میں سے پیا وہ مجھ سے نہیں اور جس نے اسے نہ چکھا تو یقیناً وہ میرا ہے مگر جو کوئی اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر لے۔'' سو ان میں سے تھوڑے لوگوں کے سوا سب نے پیا چنانچہ جب طالوت نے اور ان لوگوں نے جو اس کے ساتھ ایمان لائے انہوں نے دریا پار کر لیا تو انہوں نے کہا: '' آج ہم میں جالوت اور اس کی فوجوں کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں۔'' لیکن جو یقین رکھتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنے والے ہیں انہوں نے کہا: کتنی ہی چھوٹی چھوٹی جماعتیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے بڑی بڑی جماعتوں پر غالب آ گئیں! اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔(البقرہ:249)

سوال2: وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى '' اور آپ نے (خاک کی مٹھی) نہیں پھینکی جب آپ نے پھینکی تھی بلکہ وہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی'' وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب معرکہ شروع ہوا تو رسول اللہ ﷺ ایک خیمہ میں چلے گئے اور اللہ تعالیٰ سے قسمیں دے دے کر فتح ونصرت کے لیے دعائیں کرنے لگے، پھر خیمے سے باہر تشریف لائے، آپ ﷺ نے خاک کی ایک مٹھی اٹھا کر کفار کے چہروں کی طرف پھینکی اور اللہ تعالیٰ نے یہ خاک ان کے چہروں تک پہنچا دی، ان میں سے کوئی ایسا نہ تھا جس کے چہرے، منہ اور آنکھوں میں یہ خاک نہ پڑی ہو۔پس اس وقت ان کی طاقت ٹوٹ گئی ان کے ہاتھ شل ہو گئے، ان کے اندر کمزوری اور بزدلی ظاہر ہوئی پس وہ شکست کھا گئے۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا'' جب آپ نے کفار کی طرف خاک کی مٹھی پھینکی تو آپ نے اپنی قوت سے یہ خاک ان چہروں تک نہیں پہنچائی تھی، بلکہ ہم نے اپنی قوت اور قدرت سے یہ خاک ان کے چہروں تک پہنچائی۔'' (تفسیر سعدی:977,976/1)﴿2﴾ بدر والے دن جب آپ ﷺ اپنے گھر سے نکلنے لگے تو ایک مٹھی بھر خاک لے کر اس پر شاهت الوجوه '' چہرے بگڑ جائیں'' پڑھ کر دشمن کی طرف پھینک دی پھر صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ پوری طاقت سے حملہ کر دو۔صحابہ رضی اللہ عنہم ٹوٹ پڑے اور اللہ تعالیٰ نے یہ خاک کافر کی آنکھ میں پہنچا دی اور ہر مشرک اپنی آنکھیں ملنے میں مشغول ہو گیا۔اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ یہ خاک آپ نے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کی آنکھوں میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جھونکی اور انہیں کچھ دیر کے لیے اندھا کر دیا۔(مختصر ابن کثیر:664)

سوال3: وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ''اور تا کہ وہ ایمان والوں کو اچھے انعام سے نوازے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》''اور تا کہ وہ ایمان والوں کو اچھے انعام سے نوازے''اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے لیے فتح لکھ دی تھی آزمائش کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اجر کا مستحق بنا دیا اور کامیابی مزید اجر کا باعث بنی ہے۔《2》یعنی اللہ تعالیٰ بغیر جنگ کے کفار کے مقابلے میں مومنوں کی مدد کر سکتا ہے مگر امتحان کے ذریعے انہیں بلند درجات تک پہنچانا اور اجر و ثواب سے نوازنا چاہتا ہے۔

سوال4: حق اور باطل کی جنگ میں افواج کی کثرت کیوں فیصلہ کن نہیں ہوتی؟

جواب: حق اور باطل کی جنگ میں دونوں قوموں میں کوئی توازن نہیں ہوتا مومنوں کا حامی و مددگار اللہ تعالیٰ ہوتا ہے اور کافروں کے ساتھ ان جیسے ہی انسان ہوتے ہیں اس لیے فریقین کے درمیان جنگ کا طریقہ پہلے سے ہی معلوم ہوتا ہے۔

سوال5: اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ''یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ بندوں کی ساری باتوں کو سنتا ہے، خواہ وہ چپکے سے کریں یا اعلانیہ۔《2》اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ وہ ان کی دعاؤں اور فریادوں کا سننے والا ہے۔《3》عَلِيْمٌ اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ہے۔ وہ بندے کی چھپی نیت اور ظاہر فعل کو جانتا ہے۔ وہ ہر شخص کو نیت کے مطابق جزا دیتا ہے۔

ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ(18)

یہ تھی (حکمت) اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ کافروں کی خفیہ تدبیر کمزور کرنے والا ہے۔(18)

سوال1: ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ''یہ تھی (حکمت) اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ کافروں کی خفیہ تدبیر کمزور کرنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》ذٰلِكُمْ یہ نصرت اور یہ فتح اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔《2》وَ اَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ بے شک اللہ تعالیٰ کمزور کرنے والا ہے۔《3》كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ'' کافروں کی خفیہ تدبیر'' کافروں کی سازشوں اور تدبیروں کو رب العزت کمزور کرنے والا ہے۔

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ(19)

اگر تم فیصلہ چاہتے ہو تو یقیناً فیصلہ تمہارے پاس آ چکا اور اگر تم باز آ جاؤ تو یہی تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر تم دوبارہ کرو گے تو ہم بھی دوبارہ ایسا ہی کریں گے اور تمہارا گروہ تمہارے ہرگز کسی کام نہ آئے گا، اگرچہ وہ بہت زیادہ ہو اور یقیناً اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے ساتھ ہے۔(19)

سوال1: اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ''اگر تم فیصلہ چاہتے ہو تو یقیناً فیصلہ تمہارے پاس آ چکا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا اگر تم فیصلہ چاہتے ہو یعنی اللہ تعالیٰ سے مطالبہ کرتے ہو کہ ظلم و زیادتی کرنے والوں پر اپنا عذاب نازل کردے۔《2》امام حاکم رحمہ اللہ نے سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ کے ذریعے مسیّب سے روایت کیا ہے ابی بن خلف احد کے روز رسول اکرم ﷺ کی طرف آیا۔ اس کا راستہ چھوڑ دیا اس کے سامنے سے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ آئے۔ اور رسول اللہ نے ابی بن خلف کی ہنسلی اس کے خود اور زرہ کے درمیان سے دیکھی، آپ نے اس میں اپنا نیزہ مارا، وہ گھوڑے سے گر پڑا اور آپ کے نیزہ مارے سے خون وغیرہ نہیں بہا البتہ ان کی زرہ کی لڑیوں میں سے ایک لڑی کٹ گئی، اس کے ساتھی دوڑ کر اس کے پاس آئے۔ وہ بیل کی چنگاڑ رہا تھا تو اس کے ساتھیوں نے کہا ایسی کون سی بات

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پیش آ گئی ہے یہ تو معمولی سی خراش ہے تو اس نے ان سے رسول اکرم ﷺ کا یہ فرمان بیان کیا کہ میں ہی ابی کو قتل کروں گا۔اس کے بعد وہ کہنے لگا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت مین میری جان ہے،جس قدر مجھ کو چوٹ آئی ہے اگر اس قدر ذی المجاز والوں کو آتی تو سب مرجاتے ،غرض کہابی مکہ جانے سے پہلے ہی اپنے انجام کو پہنچ گیا اور مرگیا اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔حدیث صحیح الاسناد ہے مرغریب ہے۔اورابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے عبدالرحمٰن بن جبر سے روایت کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے بیر کے دن تیر کمان منگوائی اور تیر مارا،تیر گھستا چلا گیا تا آنکہ ابی الحقیق کو مارا ڈالا اور وہ بستر پر تھا،تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری،یہ حدیث مرسل ہے،سند عمدہ مگر غریب ہے۔مگر مشہور یہ ہے کہ یہ آیت بدر کے روز اس وقت اتری جب آپ نے کفار کی طرف ایک مٹھی بھر کر کنکریاں ماریں۔﴿3﴾ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ ،اور طبرانی رحمۃ اللہ علیہ ،نے حکیم بن حزام سے روایت کیا گیا ہے کہ بدر کا دن ہوا تو ہم نے کچھ آواز سنی۔گویا آسمان سے زمین کی طرف آئی گویا وہ کنکریوں کی آواز ہے،جو ایک طشت میں آئیں اور رسول اکرم ﷺ نے ان کنکریوں کو پھینکا،ان ہی کی وجہ سے ہمیں شکست ہوئی،اسی چیز کا اللہ کے فرمان میں اشارا ہے،وما رمیت اذ رمیت الخ اور الشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرح جابر رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے،نیز ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے طریقہ سے اسی مرسل روایت نقل کی ہے۔(تفسیر ابن عباس:479,480/1)﴿4﴾ابن زید کا قول ہے اگر تم عذاب کا فیصلہ چاہتے ہو تو بدر کے دن تمہیں عذاب دیا تھا۔مکہ میں انہوں نے فیصلہ چاہا تھا۔رب العزت نے فرمایا:وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ اور جب انہوں نے کہا:''اے اللہ!اگر یہ واقعی تیری جانب سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسا یا کوئی دردناک عذاب ہم پر لے آ۔(الانفال:32)﴿5﴾فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ''تو یقیناً فیصلہ تمہارے پاس آ چکا''یعنی اللہ تعالیٰ نے تم پر ایسا عذاب نازل کر دیا ہے جو تمہارے لیے سزا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لیے عبرت ہے۔

سوال2:مشرکین کیا فیصلہ چاہتے تھے؟

جواب:مشرکین چاہتے تھے کہ مسلمانوں اور مشرکوں میں سے جو فریق حق پر ہے اللہ تعالیٰ جنگ میں اس کو کامیاب کر دے اور جو گمراہ ہو اور صلہ رحمی کے خلاف موقف اختیار کر رہا ہو جنگ اس کے خلاف فیصلہ کن ہو جائے۔

سوال3:وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ''اور اگر تم باز آ جاؤ تو یہی تمہارے لیے بہتر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یعنی اگر تم فیصلہ طلب نہ کرو باز آ جاؤ۔(فتح القدیر:373/2)﴿2﴾اگر تم کفر اور رسول اللہ ﷺ کی عداوت سے باز آ جاؤ۔﴿3﴾فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ''تو یہی تمہارے لیے بہتر ہے''تمہارے لیے اس اعتبار سے بہتر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جاؤ گے کیونکہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ مہلت دیتا ہے اور فوراً سزا نہیں دیتا۔

سوال4:وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ''اور اگر تم دوبارہ کرو گے تو ہم بھی دوبارہ ایسا ہی کریں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَاِنْ تَعُوْدُوْا ''اور اگر تم دوبارہ کرو گے''یعنی اگر جنگ اور کفر کو دہراؤ گے نَعُدْ ''تو ہم بھی دوبارہ ایسا ہی کریں گے''ہم تم پر اپنے رسول اور مومنوں کو مسلط کر دیں گے تاکہ ہم ان کے ہاتھوں تمہیں ذلت اور شکست کا مزا چکھائیں۔(ایسر التفاسیر:512)﴿2﴾اگر تم دوبارہ کرو گے تو ہم بھی قتل کریں گے اور قیدی بنائیں گے۔(الدر المنثور:319/3)

سوال5:وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ ''اور تمہارا گروہ تمہارے ہرگز کسی کام نہ آئے گا،اگرچہ وہ بہت زیادہ ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾فِئَتُكُمْ تمہاری کثیر جماعت،تمہارے مددگار،تمہارے کام نہیں آئیں گے جن پر اعتماد کر کے تم قتال کر رہے ہو۔﴿2﴾رب العزت نے فرمایا:وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ اور بے شک ہمارا لشکر ہی یقیناً غالب آنے والا ہے۔(الصافات:173)﴿3﴾رب العالمین نے فرمایا:وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ اور جو اللہ تعالیٰ کو اور اس کے رسول کو اور ایمان والوں کو دوست بنائے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گا تو یقیناً اللہ تعالیٰ کی جماعت ہی غالب آنے والی ہے۔(المائدہ:56)

سوال6: "وَ اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ" اور یقیناً اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے ساتھ ہے" کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا ساتھ دیتا ہے یعنی ان کو فتح ونصرت سے نوازتا ہے۔《2》اور اللہ تعالیٰ جن کے ساتھ ہوتا ہے وہی فتح ونصرت سے نوازے جاتے ہیں خواہ وہ کمزور اور تعداد میں کم ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ معیت، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ اس کے ذریعے سے اہل ایمان کی تائید فرماتا ہے، ان کے اعمال ایمان کے مطابق ہوتی ہے۔ اگر بعض اوقات دشمنوں کو اہل ایمان پر فتح حاصل ہوتی ہے تو یہ اہل ایمان کی کوتاہی، واجبات ایمان اور اس کے تقاضوں کو پورا نہ کرنے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ ورنہ اگر وہ ہر اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کریں تو ان کا پرچم کبھی سرنگوں نہ ہو اور دشمن کو کبھی ان پر غالب آنے کا موقع نہ ملے۔(تفسیر سعدی:977,978/1)

رکوع نمبر 17

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَ اَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ (20)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اس سے منہ نہ موڑو جب کہ تم سنتے ہو۔(20)

سوال1: يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ" اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو" کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا: اللہ رب العزت نے اس سے پہلے والی آیت میں مسلمانوں کو یقین دلایا ہے کہ وہ ان کے ساتھ ہے اس لیے انہیں حکم دیا کہ اے وہ لوگو! جنھوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تصدیق کی ہے کہ ایمان کے تقاضوں کو پورا کرو جن سے اللہ تعالیٰ کی معیت نصیب ہوتی ہے۔《2》اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کی اطاعت کرو اور جن چیزوں سے وہ روکیں ان سے اجتناب کرو۔

سوال2: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کا حکم کن لوگوں کو دیا جا رہا ہے؟

جواب: یہ حکم ان لوگوں کو دیا گیا جو ایمان لائے، جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی مدد کی، اللہ تعالیٰ کی تدبیر اور معاونت کا یقین کر لیا اور جنھوں نے یہ مان لیا کہ اللہ تعالیٰ کافروں کی تدبیروں کو برباد کرنے والا ہے۔

سوال3: وَ لَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَ اَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ" اور اس سے منہ نہ موڑو جب کہ تم سنتے ہو" کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》وَ لَا تَوَلَّوْا عَنْهُ: اللہ رب العزت نے حکم دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت سے منہ نہ موڑو۔《2》وَ اَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ: جو دلائل تم پر تلاوت کیے جاتے ہیں، تم انہیں سنتے ہو اور ان کی تصدیق کرتے ہو اور گونگے بہرے کی طرح نہیں ہو۔(فتح القدیر:374/2)《3》قرآن حکیم ناطق ہے کہ اس کی اطاعت واجب ہے اور اس کی مخالفت کرنے پر زجر و توبیخ اور نصیحتیں کرتا ہے۔(تفسیر قاسمی 31/8:)《4》جب تم قرآن حکیم سے وصیتیں، نصیحتیں اور احکامات سنتے ہو تو تمہارا اطاعت سے منہ موڑنا بہت ہی برا حال ہے۔

سوال4: مومن کے سامنے جب حق بات آئے تو اسے کیسے سننا چاہیے؟

جواب:《1》مومن پوری توجہ کے ساتھ سنے۔《2》مومن سچائی کے وزن کو محسوس کرے۔《3》حق بات کا اپنی زبان سے اعتراف کر کے سننے کا حق ادا کرے یعنی اسے قبول کر لے۔

سوال5: انسان حق بات سن کر ان سنی کیسے کرتا ہے؟

جواب: انسان حق بات کو ایسے سنے گویا اس کے پاس سننے کے لیے کان نہیں ہیں، ایسا شخص سن کر بھی نہیں سنتا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ (21)

اورتم ان لوگوں کی طرح نہ ہوجاؤ جنہوں نے کہا کہ ہم نے سنا حالانکہ وہ نہیں سنتے۔(21)

سوال1: وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ''اورتم ان لوگوں کی طرح نہ ہوجاؤ جنہوں نے کہا کہ ہم نے سنا حالانکہ وہ نہیں سنتے۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ رب العزت نے کافروں اور مشرکوں کے راستے پر چلنے سے روکا ہے جو حق پر مشتمل، حق کی طرف بلانے والی آیات کو بہروں کی طرح سنتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف دعوت دینے والی آیات کو دیکھ کر وہ اندھے بن جاتے ہیں۔وہ کہتے ہیں ہم نے اپنے کانوں سے سنا اور وہ اپنے دل سے نہیں سنتے۔وہ اس پر تدبر وتفکر نہیں کرتے اس وجہ سے ان کا سننا گویا کہ ان سنی کرنا ہے۔سن کر نصیحت حاصل کرنا نفع دیتا ہے محض آواز میں نفع نہیں۔(ایسر التفاسیر:513)《2》جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان کے کھلے کانوں سے حق کی آواز ٹکراتی ہے اور وہ سن کر بھی نہیں سنتے۔《3》ایمان محض دعووں کا نام نہیں ہے۔ایمان تو وہ ہے جو دل میں اتر جائے اور اعمال اس کی تصدیق کریں۔《4》رب العزت نے فرمایا: اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ۝ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ''کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے؟ تو کیا ایسے شخص پر آپ ذمہ دار ہوں گے؟ یا آپ خیال کرتے ہیں کہ ان میں سے اکثر لوگ سنتے یا سمجھتے ہیں؟ وہ چوپایوں جیسے ہیں بلکہ وہ راستے سے زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں۔(الفرقان:43,44) 《5》بات یہ ہے کہ جب طلب نہیں ہوتی تو کان میں پڑنے والی بات اثر نہیں کرتی۔(انوار البیان:504/2)

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ (22)

یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین جانور بہرے گونگے لوگ ہیں جو سمجھتے نہیں۔(22)

سوال1: اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ ''یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین جانور بہرے گونگے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ یعنی زمین پر چلنے والوں میں بدترین کافر ہیں۔(ایسر التفاسیر:512)《2》عِنْدَ اللّٰهِ یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق۔(فتح القدیر:374/2)《3》وہ لوگ جانوروں سے بھی بدتر ہیں جن کو آیات اور معجزات فائدہ نہیں دیتے۔《4》الصُّمُّ الْبُكْمُ ''بہرے گونگے'' الصُّمُّ جو حق سن کر بھی نہیں سنتا۔یعنی سننے کی صلاحیت ہونے کے باوجود نہیں سنتا۔الْبُكْمُ جو حق بات سنتا نہیں اس لیے سچائی کا زبان سے اعتراف نہیں کرتا گویا کہ وہ بولنے کی صلاحیت ہونے کے باوجود گونگا ہے۔

سوال2: الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ''جو سمجھتے نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》جو لوگ حق اور باطل، خیر اور شر، ہدایت اور گمراہی، اسلام اور کفر کے درمیان فرق کو نہیں سمجھتے کیونکہ انہوں نے اپنے حواس کو منفعت، فائدے اور خیر والے کاموں سے معطل کر دیا ہے۔ان کے یہ قویٰ اور ادراک کرنے کی صلاحیت مفقود ہوگئی ہے۔اگر وہ اپنی عقل سے خدمت لینا چاہیں تو تقلید عصبیت اور جاہلیت کے لیے ہی لیں گے۔جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ بلاشبہ اس میں ہر اس شخص کے لیے یقیناً سبق ہے جس کا دل ہو یا وہ کان لگائے جب کہ وہ (دلی طور پر) حاضر رہنے والا ہو۔(ق:37)《2》رب العزت نے فرمایا: اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ یہ لوگ جانوروں جیسے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔(الاعراف:179)《3》رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مثل الذی یذکر ربه والذی لا یذکر مثل الحی والمیت مثال اس شخص کی جو اپنے رب کو یاد کرتا ہے اور جو اپنے رب کو یاد نہیں کرتا مردہ اور زندہ کی سی مثال ہے۔(مشکوۃ المصابیح:196)《4》اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو عقل اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لیے عطا فرمائی ہے تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت والے کام کریں، نعمتوں کو اس کی فرمانبرداری میں لگائیں۔انہوں نے بہترین مخلوق بننے کی بجائے بدترین بننے کو ترجیح دی۔

سوال3:عقل کا تعلق انسان کی کن صلاحیتوں سے ہے؟

جواب:انسان جو چیز اپنے کانوں سے سنتا ہے آنکھوں سے دیکھتا ہے، چکھتا ہے، سونگھتا ہے اس کا براہ راست اثر اس کے قلب وذہن پر ہوتا ہے۔مثال کے طور پر انسان جو سنتا ہے اس کی اسے سمجھ آتی ہے انسان جو بولتا ہے اس کا تعلق بھی انسان کے سمجھنے کی حس سے وہ جو کچھ محسوس کرتا ہے وہی اس کے ذہن میں رہتا ہے اس لحاظ سے گونگے بن جاتے ہیں یعنی نہ حق بات سنتے ہیں نہ اظہار حق کرتے ہیں وہ دراصل کچھ نہیں سمجھتے۔

سوال4:الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ''جو سمجھتے نہیں''،عقل سے کام نہ لینے والوں کو بدترین جانور کیوں کہا گیا ہے؟

جواب:جانوروں کے کان چند مبہم کلمات ضرور سن لیتے ہیں، زبان سے ایسے کلمات نکالتے ہیں جو مبہم ہوتے ہیں اس سے وہ اپنی زندگی کے معاملات چلا لیتے ہیں۔اس کے مقابلے میں جو انسان نہ حق بات سنتے ہیں نہ حق کا اعتراف کرتے ہیں کچھ نہیں سمجھتے اپنی زندگی درست انداز میں گزارنے کے قابل نہیں ہوتے تو وہ جانوروں سے بھی بدتر ہو جاتے ہیں۔

وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ؕ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ(23)

اور اگر اللہ تعالیٰ ان میں کوئی بھلائی جانتا تو وہ ضرور انہیں سنواتا اور اگر وہ انہیں سنوا دیتا تو بھی وہ ضرور منہ پھیر جاتے اس حال میں کہ وہ بے رخی کرنے والے ہوتے۔(23)

سوال1:وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ''اور اگر اللہ تعالیٰ ان میں کوئی بھلائی جانتا تو وہ ضرور انہیں سنواتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ اگر وہ ان میں خیر، ایمان اور اسلام اور نبوت کی روشنی کی ہدایت پانے کی استعداد دیکھتے تو ضرور انہیں سنواتے۔《2》سماعت دو طرح کی ہوتی ہے۔ایک تو وہ سماعت ہے جو دل پر اثر کرتی ہے۔وہ ان میں نہیں ہے۔دوسرے سماعت حجت ہے،جس سے کوئی بھلائی نصیب نہیں ہوتی البتہ حجت قائم ہو جاتی ہے۔

سوال2:انسان کے اندر کی بھلائی ''خیر'' سے کیا مراد ہے؟

جواب:خیر سے مراد انسان کا ایمان اور دل کی آمادگی ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کسی کو سننے کے مواقع دیتے ہیں۔

سوال3:اللہ تعالیٰ بھلائی رکھنے والوں کو سنواتے ہیں اور یوں بھلائی پر بھلائی میں اضافہ ہو جاتا ہے کیسے واضح کریں؟

جواب:ایک انسان کے اندر جب ایمان اور دل کی آمادگی موجود ہو پھر اللہ تعالیٰ اسے موقع دیں اور وہ حق بات سنے تو اس طرح ایسے انسان کو مزید حق پانے اور سمجھنے کا موقع ملتا ہے وہ اپنے آپ کو مزید بہتر بنانے کی کوشش کرتا ہے،اس طرح بھلائی پر اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

سوال4:اللہ تعالیٰ کسی کو سماعت اور قبولیت کی توفیق سے کیوں محروم کر دیتے ہیں؟

جواب:جو لوگ اپنے برے اعمال کی وجہ سے اپنے دل و دماغ کے دروازے بند کر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ بھی انہیں سننے کی توفیق سے محروم کر دیتے ہیں۔

سوال5:سچائی کسی پر کب کھلتی ہے؟

جواب:سچائی کسی پر اسی وقت کھلتی ہے جب انسان اپنے دل کے دروازے سچائی کے لئے کھول دے بلاتعصب سنے، تکبر اور حسد کے بغیر سنے تو انسان پر سچ کھل جاتا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال6: جس انسان پرحق کھل جاتا ہےتو اس کی زندگی میں تبدیلی کیسے آتی ہے؟
جواب: جس انسان پرسچائی کھل جاتی ہے تو وہ اس کی روح میں اتر جاتی ہے۔سچائی اس کے دل کی دھڑکنوں میں شامل ہوجاتی ہے اور اندر کی سچائی باہر کے اعمال میں بھی نظر آنے لگتی ہے یوں اندر کی تبدیلی کی وجہ سے باہر بڑی تیزی سے تبدیلی آجاتی ہے؟
سوال7: وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ''اور اگر وہ انہیں سنوا دیتا تو بھی وہ ضرور منہ پھیر جاتے اس حال میں کہ وہ بے رخی کرنے والے ہوتے'' اگر اللہ تعالیٰ کسی کو سننے کی توفیق دے دے پھر سن کر وہ منہ کیسے پھیر لیتا ہے؟
جواب:《1》وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ ''اور اگر وہ انہیں سنوا دیتا'' جو انسان اپنے برے اعمال کی وجہ سے اپنی فطری استعداد کو ختم کر بیٹھتا ہے ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ سنوا بھی دے تو ان کا رویہ ایسا ہوتا ہے کہ وہ مانتے نہیں۔《2》جو لوگ اپنے برے اعمال کی وجہ سے اپنے دل و دماغ کے دروازے بند کر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ بھی انہیں سننے کی توفیق سے محروم کر دیتے ہیں۔《3》لَتَوَلَّوْا تو وہ ضرور اطاعت سے پھر جائیں۔《4》وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ''اس حال میں کہ وہ بے رخی کرنے والے ہوتے'' یعنی وہ کسی طور بھی حق کی طرف رجوع نہیں کریں گے۔《5》یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ صرف اس شخص کو ایمان اور بھلائی سے محروم کرتا ہے جس میں کوئی صلاحیت نہیں ہوتی اور نہ بھلائی اس کے پاس پھلتی پھولتی ہے۔اس بارے میں وہ نہایت قابل تعریف اور دانائی کا مالک ہے۔(تفسیر سعدی:979/1)《6》کافروں کے ایمان نہ لانے پر نبی ﷺ کو تسلی دی گئی ہے۔(صفوۃ التفاسیر:462/1)
سوال8: انسان کی کون سی صفات ہیں جو سچائی کو قابل توجہ نہیں سمجھنے دیتیں؟
جواب: تعصب، تکبر، حسد، ظاہر پرستی، مصلحت پسندی جیسی صفات انسان کو سچائی کی طرف توجہ نہیں کرنے دیتیں۔ان ہی کی بنا پر انسان سنجیدگی سے سنتا نہیں اور سچائی اسے ملتی نہیں۔
سوال9: جن لوگوں کے دل حق پر مطمئن نہیں ہوتے ہیں ان کے دل سچائی کو قبول کیوں نہیں کرتے؟
جواب: انسان اپنے فہم سے کوئی بات کو سن بھی لے، عقل حقیقت کو پا بھی لے لیکن کچھ لوگوں کے دل اتنے مسخ ہو چکے ہوتے ہیں کہ وہ ایمان نہیں لا پاتے اور یوں حق کو قبول کرنے سے محروم رہ جاتے ہیں۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ(24)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ تعالیٰ اور رسول کی دعوت قبول کرلو، جب رسول تمہیں اس کے لیے بلائے جو تمہیں زندگی بخشتی ہے اور جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ آدمی اور اس کے دل کے درمیان رکاوٹ بن جاتا ہے اور یقیناً اسی کی طرف تم جمع کیے جاؤ گے۔(24)
سوال1: يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ تعالیٰ اور رسول کی دعوت قبول کرلو، جب رسول تمہیں اس کے لیے بلائے جو تمہیں زندگی بخشتی ہے'' کی وضاحت کریں؟
جواب:《1》اللہ رب العزت نے جب کافروں کو جانوروں سے تشبیہ دی کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی دعوت کو قبول کرنے سے اعراض کیا تو مومنوں کو حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی دعوت کو قبول کرلو اور اس کی دعوت کو قبول کرلو جس میں دلوں کی زندگی ہے اور جس کے ساتھ دنیا و آخرت میں سعادت و کمال نصیب ہوتا ہے۔(صفوۃ التفاسیر:464/1)《2》يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اللہ رب العزت نے ایمان کی ندا دی ہے اور ان امور کو پورا کرنے کا حکم دیا ہے جو کہ ایمان کا تقاضا ہیں۔《3》اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ ''اللہ تعالیٰ اور رسول کی دعوت قبول کرلو'' اللہ تعالیٰ اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اس کے رسول ﷺ کی پکار پر لبیک کہو《4》سیدنا ابوسعید بن معلیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا رسول اللہ ﷺ نے مجھے اسی حالت میں بلایا، میں نے کوئی جواب نہیں دیا (پھر بعد میں میں نے حاضر ہوکر) عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں نماز پڑھ رہا تھا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا اللہ تعالی نے تم سے نہیں فرمایا ہے اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ جب تمہیں بلائیں تو ہاں میں جواب دو۔'' پھر رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: کہ آج میں تمہیں مسجد سے نکلنے سے پہلے ایک ایسی سورت کی تعلیم دوں گا جو قرآن حکیم کی سب سے بڑی سورت ہے۔ پھر آپ ﷺ نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور جب آپ ﷺ باہر نکلنے لگے تو میں نے یاد دلایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے قرآن حکیم کی سب سے بڑی سورت بتانے کا وعدہ کیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ'' یہی وہ سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا کیا گیا ہے۔'' (بخاری: 4474)《5》اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے جو حکم دیا ہے اس کی اطاعت کرو اور سبقت لے جاؤ اور جس چیز سے انہوں نے روکا ہے اس سے رک جاؤ۔《6》اسْتَجِيبُوا یعنی سنو اور اطاعت کرو۔ (ایسر التفاسیر: 514,513)《7》''اسْتَجِيبُوا'' کے حکم میں وہ صورت بھی داخل ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کسی کو پکاریں تو جواب دینا واجب ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اگر کوئی نماز میں ہو تب بھی یہی حکم ہے۔ چنانچہ حدیث ترمذی میں ہے کہ آپ ﷺ نے سیدنا ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کو پکارا۔ لیکن وہ نماز میں ہونے کی وجہ سے نہیں بولے تو آپ ﷺ نے ان کو یہی آیت یاد دلائی۔ رہی یہ بات کہ وہ نماز باقی رہے گی یا ٹوٹ جائے گی اور اس کو لوٹانا پڑے گا؟ اس میں اختلاف ہے اور چونکہ اس کا تعلق رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا اور وہ صورت آپ ﷺ کے ساتھ خاص تھی اب نہیں رہی، اس لئے اب اس میں گفتگو کرنے کا کوئی ثمرہ بھی نہیں۔ (کمالین جلالین: 415/2)《8》اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ''جب رسول تمہیں اس کے لیے بلائے جو تمہیں زندگی بخشتی ہے'' دل اور روح کی زندگی کا دارومدار اللہ تعالیٰ کی عبودیت پر ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی فرماں برداری میں ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی دعوت کیسی ہے؟

جواب:《1》اس دعوت میں زندگی کا سامان ہے۔《2》اس دعوت میں روح کی زندگی کا اہتمام ہے۔《3》اس دعوت میں اجتماعی زندگی کا اہتمام ہے۔《4》اس دعوت میں ایسے عقائد ہیں جس سے تمام توہمات اور جہالتیں ختم ہو جاتی ہیں۔《5》اس دعوت سے انسان انسانوں کی غلامی سے نجات پاتے ہیں《6》دعوت ایسے قانونی نظام کی ہے جس میں انسانیت کی آزادی اور احترام کے اصول پیش کیے گئے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔《7》یہ دعوت تمام انسانوں میں مساوات قائم کرنے کی دعوت ہے۔《8》یہ قوت عزت اور سربلندی کی دعوت ہے جس کے لیے ایمان والے دعوت کو لے کر اٹھیں۔ اپنے مالک اور اپنے دین پر بھروسہ کریں اور دنیا کے تمام انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے آزاد کریں۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ اور رسول کی دعوت کو زندہ کرنے کی دعوت کیوں کہا گیا؟

جواب: یہ دعوت ایک عملی نظام کی ہے جس کی وجہ سے انسانیت ترقی کرتی ہے یہ دعوت ہر میدان میں ہر اعتبار سے معاشرے کو زندہ کرنے والی ہے۔ یہ دعوت انسان کے اندر مردہ دین کو زندہ بناتی ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ سے جوڑتی ہے۔

سوال 4: وَاعْلَمُوا اَنَّ اللّٰهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ ''اور جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ آدمی اور اس کے دل کے درمیان رکاوٹ بن جاتا ہے'' اللہ تعالیٰ بندے اور اس کے دل کے درمیان کیسے حائل ہے؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے دل کے مابین حائل ہونے سے مراد ہے کہ اس کے حکم کے بغیر نہ کوئی ایمان لا سکتا ہے اور نہ کفر کر سکتا ہے یعنی ایمان اور کفر کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ وہ جیسے چاہتا ہے دلوں کو پھیرتا ہے۔《2》سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا کثرت سے کرتے تھے''یَامُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِی عَلٰی دِیْنِکَ''اے دلوں کو پلٹنے والے میرے دل کو اپنی طاعت پر جمائے رکھنا۔صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہم آپ کے لائے ہوئے دین پر ایمان لا چکے ہیں تو کیا آپ کو'' آئندہ دین سے لوٹ جانے کا''ہمارے متعلق اندیشہ ہے فرمایا تمام دل اللہ کی ایک چٹکی میں ہیں وہ جس طرح چاہتا ہے ان کوالٹ پلٹ کردیتا ہے۔(مسند احمد)(تفسیر مظہری:50/5)《3》اَللّٰھُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قَلْبِیْ عَلٰی طَاعَتِکَ(مسلم :2654)《4》مسند احمد میں ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں:''ہر دل اللہ تعالیٰ رب العالمین کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے جب سیدھا کرنا چاہتا ہے کردیتا ہے اور جب ٹیڑھا کرنا چاہتا ہے کردیتا ہے۔''(ابن کثیر:278/2)《5》سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اکثر یہ دعا فرماتے تھے:یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ اے دلوں کے پلٹنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔یہ سن کر سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:''یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کثرت سے یہ دعا فرماتے ہیں،اس کی کیا وجہ ہے؟''آپ ﷺ نے فرمایا''اے ام سلمہ! کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کا دل اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں نہ ہو، جسے چاہے ہدایت پر قائم رکھے اور جسے چاہے ہٹادے۔صاحب روح المعانی نے حدیث کا حوالہ نہیں دیا۔البتہ مفسر ابن کثیر نے صفحہ 298 جلد 2 نے بحوالہ مسند احمد یہ حدیث نقل کی ہے۔اس حدیث کے ہم معنی سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے جسے صاحب مشکوۃ نے صفحہ 20 پر صحیح مسلم سے نقل کی ہے۔(انوار البیان:505/2)《6》جب اللہ تعالیٰ کا حکم پہلی بار تمہارے پاس آئے ،تو اس کو ٹھکرانے سے بچو کیونکہ پھر اگر اس کے بعد ارادہ کروگے تو اللہ تعالیٰ اس کے درمیان اور تمہارے درمیان حائل ہوجائے گا اور تمہارے دلوں میں اختلاف پیدا ہوجائے گا ، کیونکہ اللہ تعالیٰ بندے اور اس کے قلب کے درمیان حائل ہوجاتا ہے ۔جیسے چاہتا ہے اسے ادل بدل کرتا ہے اور جیسے چاہتا ہے۔اس میں تصرف کرتا ہے ۔(تفسیر سعدی (980,979/1:

سوال5:اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے دل کے درمیان حائل ہونے کی وجہ سے مومن پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:《1》اس تصور سے مومن محتاط ہوجاتا ہے۔《2》اس احساس کی وجہ سے وہ اپنے میلانات اور رجحانات کو قابو میں رکھتا ہے ۔《3》اس تصور کی وجہ سے مومن برے رجحانات اور وسوسوں کے بارے میں محتاط ہوجاتا ہے۔《4》اس تصور کی وجہ سے مومن اپنے اللہ تعالیٰ سے تعلق کو مضبوط بناتا ہے کہ کہیں وہ بھٹک نہ جائے۔

سوال6:وَاَنَّہٗٓ اِلَیْہِ تُحْشَرُوْنَ''اور یقیناً اسی کی طرف تم جمع کیے جاؤ گے''کہہ کر اللہ تعالیٰ نے کس طرف توجہ دلائی ہے؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے کہ تمہارے دل اس کے ہاتھ میں ہیں۔تمہارے پاس کوئی اور راستہ نہیں تم نے اٹھ کر حشر کے میدان میں کھڑے ہونا ہے۔《2》اس دن اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کے اعمال کی جزا دے گا۔نیک لوگوں کو نیکی کی جزا اور بروں کو برائی کی سزا دے گا۔

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ(25)

اور اس فتنے سے بچ جاؤ جو لازماً ان لوگوں کو خاص طور پر نہیں پہنچے گا جنہوں نے تم میں سے ظلم کیا اور جان لو اللہ تعالیٰ یقیناً بہت سخت سزا والا ہے۔(25)

سوال1:وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً''اور اس فتنے سے بچ جاؤ جو لازماً ان لوگوں کو خاص طور پر نہیں پہنچے گا جنہوں نے تم میں سے ظلم کیا''کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》یہ فتنہ ظلم کرنے والوں اور دیگر لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔اور اس کا سبب یہ ہے کہ جب ظلم غالب آجائے اور اس کو بدلا نہ جائے تو اس کی سزا ظلم کرنے والوں اور دوسرے لوگوں،سب کے لیے عام ہوتی ہے۔اس لیے برائیوں سے منع کرکے،اہل شر کا قلع قمع کرکے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کہ وہ ظلم اور معاصی کا ارتکاب نہ کرسکیں ،اس فتنہ سے بچا جائے ۔(تفسیر سعدی:980/1)《2》سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ کسی بھی قوم میں اگرکوئی ایسا شخص ہوجوگناہوں کے کام کرتا ہواوروہ لوگ روکنے پرقدرت رکھتے ہوئے اسے نہ روکتے ہوں توان لوگوں کی موت سے پہلے اللہ تعالیٰ ان پرعام عذاب بھیج دے گا۔(مشکوۃ المصابیح:437)《3》سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ فلاں شہرکواس کے رہنے والوں سمیت الٹ دو۔جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے رب بلاشبہ ان لوگوں میں آپ کا ایک ایسا بندہ بھی ہے جس نے کبھی پلک جھپکنے کے برابربھی آپ کی نافرمانی نہیں کی (کیااس کوبھی عذاب میں شامل کردیاجائے؟)اللہ تعالیٰ کاارشادہواکہ اس شہرکواس شخص پراوربستی والوں پرالٹ دوکیونکہ میرے بارے میں اس کے چہرہ میں کبھی تغیرنہیں آیایعنی یہ شخص زبان سے اورہاتھ سے تولوگوں کوگناہوں سے کیاروکتااس کے چہرہ پرگناہوں کودیکھ کرذراسابھی اثرنہ ہوا۔(مشکوۃ المصابیح:438)《4》سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے امربالمعروف اورنہی عن المنکر کرتے رہوورنہ عنقریب اللہ تعالیٰ تم پراپنے پاس سے عذاب بھیج دے گا پھراس سے دعامانگوگے اوروہ قبول نہ فرمائے گا۔(ترمذی)《5》رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جولوگ برے کام کرنے لگیں اوران میں کوئی ذی عزت ذی اثرشخص ہواوروہ منع نہ کرے ،روکے نہیں توان سب کواللہ تعالیٰ کاعذاب ہوگاسزامیں سب شامل رہیں گے (مسندابوداودوغیرہ)اورروایت میں ہے کہ کرنے والے تھوڑے ہوں نہ کرنے والے زیادہ اورذی اثرہوں پھربھی وہ اس برائی کونہ روکیں تواللہ تعالیٰ ان سب کواجتماعی سزادے گا۔مسندکی اورروایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایاجب زمین والوں میں بدی ظاہرہوجائے تواللہ تعالیٰ ان پراپناعذاب اتارتاہے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ ان ہی میں اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزاربندے بھی ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایاعذاب عام ہوگا پھروہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی طرف لوٹ جائیں گے۔(ابن کثیر:280/2)

سوال2:فتنہ سے کیامرادہے؟

جواب:《1》آزمائش اورمصیبت فتنہ ہیں۔《2》قحط،امراض یادشمنوں کاغلبہ فتنہ ہے۔(ایسرالتفاسیر:514)

سوال3:کوئی برائی چھوٹی سطح سے شروع ہوتی ہے پھربڑھ کیسے جاتی ہے؟

جواب:برائی ابتدائی حالت میں چھوٹی ہوتی ہے جب لوگ اس برائی خلاف اٹھ کھڑے ہوتے ہیں توبرائی کچلی جاتی ہے لیکن اگراسے کوئی روکنے والانہ ہوتووہ اتنابڑھ جاتی ہے کہ اس کوختم کرناممکن نہیں رہتا۔

سوال4:اگرکسی معاشرے میں لوگ نیکی کاحکم دینے اوربرائی سے روکنے کاکام نہ کریں توکیاانسان کی انفرادی نیکیاں اجتمائی بگاڑ سے اس کوبچانے میں مددگارنہیں ہوسکتیں؟

جواب:انسان کی زندگی معاشرتی زندگی ہے۔کوئی شخص انفرادی طورپرصحیح رہناچاہے اوراپنی ذاتی دین داری پرقناعت کرناچاہے تووہ اجتماعی بگاڑ کی لپیٹ میں آنے سے بچ نہیں سکتا۔

سوال5:اصلاحی کوششیں مومن کوکیسے فائدہ دیتی ہیں؟

جواب:《1》اصلاحی کوششوں سے مسلمانوں کے معاشرے کی بھی اصلاح ہوتی ہے۔《2》مومن خودفتنوں سے بچ جاتا ہے۔《3》مومن کی طرف سےفتنوں سے برأت بھی ہے۔

سوال6:اگرانسان اللہ تعالیٰ کےحضوراصلاحی کوششوں سے اپنی برأت پیش نہ کرےتواللہ تعالیٰ کی طرف سے کیامعاملہ ہوتاہے؟

جواب:اگرانسان اصلاحی کوشش نہیں کرتاتواللہ تعالیٰ بھی اس کے معاملے کودوسروں سے الگ نہیں کرتا۔جب معاشرے میں بگاڑ پھیلتاہے تووہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اوراس کی نسلیں برائی کے سیلاب سے بچ نہیں سکتیں

سوال7: وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ ''اور جان لو اللہ تعالیٰ یقیناً بہت سخت سزا والا ہے۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ مومنوں کو حکم دے رہا ہے کہ اپنے اندر بری باتیں نہ پھیلنے دیں ورنہ ہمہ گیر عذاب آجائے گا۔(مختصر ابن کثیر:670/1)﴿2﴾ جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لیتا ہے اور اس کی رضا کو چھوڑ دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو سخت عذاب دے گا۔

وَاذۡکُرُوۡۤا اِذۡ اَنۡتُمۡ قَلِیۡلٌ مُّسۡتَضۡعَفُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ تَخَافُوۡنَ اَنۡ یَّتَخَطَّفَکُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىکُمۡ وَاَیَّدَکُمۡ بِنَصۡرِہٖ وَرَزَقَکُمۡ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ لَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ ﴿26﴾

اور یاد کرو جب تم بہت تھوڑے تھے، زمین میں نہایت کمزور سمجھے جاتے تھے، تم ڈرتے تھے کہ لوگ تمہیں اچک کرلے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں جگہ دی اور اپنی مدد سے تمہیں قوت دی اور تمہیں پاک چیزوں میں سے رزق دیا، تاکہ تم شکر ادا کرو۔(26)

سوال1: وَاذۡکُرُوۡۤا اِذۡ اَنۡتُمۡ قَلِیۡلٌ مُّسۡتَضۡعَفُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ تَخَافُوۡنَ اَنۡ یَّتَخَطَّفَکُمُ النَّاسُ ''اور یاد کرو جب تم بہت تھوڑے تھے، زمین میں نہایت کمزور سمجھے جاتے تھے، تم ڈرتے تھے کہ لوگ تمہیں اچک کرلے جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ وَاذۡکُرُوۡۤا اِذۡ اَنۡتُمۡ قَلِیۡلٌ ''اور یاد کرو جب تم بہت تھوڑے تھے'' اللہ رب العزت نے بندوں کو اپنا احسان یاد دلایا ہے کہ وہ قلیل تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں کثرت عطا کی۔﴿2﴾ مُّسۡتَضۡعَفُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ وہ زمین میں کمزور اور مغلوب تھے اللہ تعالیٰ نے اپنی نصرت عطا فرمائی۔﴿3﴾ وہ تنگ دست تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں وسعت عطا فرمائی۔﴿4﴾ تَخَافُوۡنَ اَنۡ یَّتَخَطَّفَکُمُ النَّاسُ ''تم ڈرتے تھے کہ لوگ تمہیں اچک کرلے جائیں گے'' مسلمانوں کو ہر وقت خوف لاحق رہتا تھا کہ کہیں اکھاڑ کر نہ پھینک دیے جائیں۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان کی کمزوری اور ساز و سامان کی کمی کیوں یاد دلائی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان کی پوزیشن اس لئے یاد دلائی ہے کہ مسلمانوں کو اسلام کی دعوت کے سبب کہاں پہنچا دیا گیا۔ اس کی وجہ سے مسلمان معزز ہوئے، مال دار ہوئے لہٰذا دعوت کی طرف سے غافل نہ ہو جاؤ۔ یہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑا انعام ہے اور اللہ تعالیٰ ہی اس کا مددگار رہے۔

سوال3: مکہ میں مسلمانوں کی حالت کیسی تھی؟

جواب: مکہ میں مسلمان بے بس تھے۔ ہر وقت خوف لاحق رہتا تھا کہ انہیں اکھاڑ پھینکا جائے گا۔ مسلمانوں کے جائز حقوق ہی انہیں نہیں دیئے جاتے تھے۔

سوال4: فَاٰوٰىکُمۡ وَاَیَّدَکُمۡ بِنَصۡرِہٖ وَرَزَقَکُمۡ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ لَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ ''تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں جگہ دی اور اپنی مدد سے تمہیں قوت دی اور تمہیں پاک چیزوں میں سے رزق دیا، تاکہ تم شکر ادا کرو۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ فَاٰوٰىکُمۡ یعنی تمہیں مدینہ میں پناہ دی۔﴿2﴾ وَاَیَّدَکُمۡ بِنَصۡرِہٖ ''اور اپنی مدد سے تمہیں قوت دی'' اللہ تعالیٰ نے بدر میں تمہارے ہاتھوں تمہارے دشمنوں کو شکست دلوائی۔﴿3﴾ وَرَزَقَکُمۡ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ''اور تمہیں پاک چیزوں میں سے رزق دیا'' تمہیں مال غنیمت کا رزق حاصل ہوا جس سے تم مال دار ہو گئے۔﴿4﴾ لَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ ''تاکہ تم شکر ادا کرو'' یعنی رب نے تمہاری مشکلات دور کیں مصائب کا قلع قمع ہو گیا۔ اب اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔﴿5﴾ اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت اور کامل احسان پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرکے اور اس کے ساتھ شرک کرنے سے اجتناب کرکے اس کا شکر ادا کرو۔(تفسیر سعدی:981/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال5:اللہ تعالیٰ کی طرف سے مشکلات کے بعد آسانیاں کیوں فراہم کی جاتی ہیں؟
جواب:مشکلات کے بعد آسانیاں اس لئے فراہم کی جاتی ہیں تا کہ انسان شکرادا کرے۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ(27)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم اللہ تعالیٰ اور رسول کی خیانت نہ کرو اور اپنی امانتوں میں بھی خیانت نہ کرو، حالانکہ تم جانتے ہو۔(27)

سوال1:يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم اللہ تعالیٰ اور رسول کی خیانت نہ کرو'' کی وضاحت کریں؟
جواب:يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے لوگو! جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تصدیق کی ہے۔﴿2﴾لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ''تم اللہ تعالیٰ اور رسول کی خیانت نہ کرو'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:'' اللہ تعالیٰ کے فرائض کو ترک کرنا اللہ تعالیٰ سے خیانت ہے رسول ﷺ کی سنت کو ترک کرنا رسول اللہ ﷺ سے خیانت ہے اور اللہ تعالیٰ کے وہ فرائض واعمال جو لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہیں اور جن کا امین اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بنایا ہے وہ انسانوں کی امانتیں ہیں یعنی ترک فرض وسنت نہ کرو اور فرائض پوشیدہ کو بھی ادا کرو۔سیدنا قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: فرائض ہوں یا حدود پورا دین اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔اس امانت کو ادا کرو، اس کی ادائیگی میں کمی اور خیانت نہ کرو اور جس کے پاس جو امانت جس کسی کی ہو وہ صاحب امانت کو ادا کرے۔(تفسیر مظہری:55/5)(روح المعانی:195/9)﴿3﴾اللہ تعالیٰ اپنے اہل ایمان بندوں کو حکم دیتا ہے کہ اس نے اوامر ونواہی کی جو امانت ان کے سپرد کی ہے، وہ اسے ادا کریں۔اللہ تعالیٰ نے یہ امانت آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کی تو وہ ڈر گئے اور انہوں نے اس امانت کا بوجھ اٹھانے سے انکار کر دیا اور انسان نے اس بوجھ کو اٹھا لیا، کیونکہ وہ نہایت ظالم اور نادان ہے۔پس جو کوئی امانت ادا کرتا ہے وہ بے پایاں ثواب کا مستحق بن جاتا ہے اور جو کوئی یہ امانت ادا نہیں کرتا تو سخت عذاب اس کے حصے میں آتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور اپنی امانت میں خیانت کا مرتکب قرار پاتا ہے، وہ اپنے آپ کو خیانت جیسی خسیس ترین صفات اور بدترین علامات سے متصف کر کے اپنے نفس کو نقصان میں ڈالتا ہے اور امانت جیسی بہترین اور کامل ترین صفات سے محروم ہو جاتا ہے۔(تفسیر سعدی:981/1)

سوال2:اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت کیا ہے؟
جواب:﴿1﴾امت مسلمہ کے ذمے اللہ تعالیٰ نے جو فرائض عائد کئے ہیں ان کو چھوڑ دینا خیانت ہے۔مثلاً دعوت دین پر مسلمانوں کی ذمہ داری ہے اس کو چھوڑنا دراصل خیانت ہے۔﴿2﴾ کرہ ارض پر اسلام کے عملی نظام کو قائم کرنا ذمہ داری ہے اس مقصد کو چھوڑ دینا خیانت ہے۔﴿3﴾انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی بندگی کی طرف لوٹانا، اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور اس کے قانون کی طرف لوٹانا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔یہ امانت ہے جو اس نے ادا کرنی ہے اور اس کو ادا نہ کرنا خیانت ہے۔﴿4﴾انسانوں پر انسانوں کی حکمرانی کو برداشت کرنا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت ہے۔

سوال3:وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ''اور اپنی امانتوں میں بھی خیانت نہ کرو، حالانکہ تم جانتے ہو'' کی وضاحت کریں؟
جواب:وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ ''اور اپنی امانتوں میں بھی خیانت نہ کرو''﴿1﴾ یہ آیت سیدنا ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ کے بارے میں اتری ہے، انہیں رسول اللہ ﷺ نے بنو قریظہ کے یہودیوں کے پاس بھیجا تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کی شرط کے ماننے پر قلعہ خالی کر دیں۔ان یہودیوں نے آپ رضی اللہ عنہ ہی سے مشورہ دریافت کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی گردن پر ہاتھ پھیر کر انہیں بتا دیا کہ رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ تمہارے حق میں یہی ہوگا۔اب سیدنا ابولبابہ رضی اللہ عنہ بہت ہی نادم ہوئے کہ افسوس میں نے بہت برا کیا اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی خیانت کی۔اسی ندامت کی حالت میں قسم کھا بیٹھے کہ جب تک میری توبہ قبول نہ ہو میں کھانے کا ایک لقمہ بھی نہ اٹھاؤں گا چاہے مر ہی جاؤں۔مسجد نبوی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ﷺ میں آ کر ایک ستون کے ساتھ اپنے تئیں بندھوا دیا۔نو دن اسی حالت میں گزر گئے غشی آ گئی بیہوش ہو کر مردے کی طرح گر پڑے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کی توبہ قبول کر لی اور یہ آیتیں نازل ہوئیں۔لوگ آئے آپ رضی اللہ عنہ کو خوشخبری سنائی اور اس ستون سے کھولنا چاہا تو انہوں نے فرمایا:''واللہ میں اپنے تئیں کسی سے نہ کھلواؤں گا بجز اس کے کہ خود رسول کریم ﷺ اپنے ہاتھ مبارک سے کھولیں۔''چنانچہ آپ ﷺ خود تشریف لائے اور اپنے ہاتھ سے انہیں کھولا تو آپ رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے نذر مانی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول کر لے تو میں اپنا کل مال راہ اللہ تعالیٰ صدقہ کر دوں گا آپ نے ارشاد فرمایا:''نہیں صرف ایک تہائی فی سبیل اللہ دے دو یہی کافی ہے۔''(تفسیر ابن کثیر:281/2)《2》وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ یعنی تم جانتے ہو خیانت گناہ ہے۔(تفسیر ماوردی:311/2)《3》شریعت میں کوئی فعل جرم اسی وقت بنتا ہے جب اس کا ارتکاب علم اور ارادے کے ساتھ کیا جائے۔(تدبر القرآن:461/3)《4》اور تم جانتے ہو کہ وہ امانت ہے۔(تفسیر خازن:305/2)

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ (28)

اور جان لو تمہارے اموال اور تمہاری اولاد واقعتاً آزمائش ہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔(28)

سوال1:وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ''اور جان لو تمہارے اموال اور تمہاری اولاد واقعتاً آزمائش ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ رب العزت نے خیانت پر اقدام کرنے کے اسباب بیان کیے ہیں کہ وہ مال اور اولاد ہیں۔(تفسیر:منیر314/5)《2》رب العزت نے فرمایا:اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ''مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی زینت ہیں اور باقی رہنے والی نیکیاں ہی آپ کے رب کے نزدیک ثواب میں بھی بہتر ہیں،اور امید میں بھی زیادہ اچھی ہیں۔''(الکہف:46)《3》اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ''تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تو بس آزمائش ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔''(التغابن:15)《4》يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ تعالیٰ کی یاد سے تمہیں غافل نہ کر دیں اور جو لوگ ایسا کریں گے وہی خسارہ اٹھانے والے ہیں۔''(المنافقون:9)

سوال2:مال اور اولاد دے کر اللہ تعالیٰ انسان سے کیا چاہتا ہے؟

جواب:《1》انسان شکر ادا کرے۔《2》انسان مال اور اولاد کو اللہ تعالیٰ کی امانت سمجھے۔

سوال3:مال اور اولاد کا بہترین مصرف کیا ہو سکتا ہے؟

جواب:《1》مال اور اولاد دینے والا جب مانگے اسے دے دیا جائے۔《2》جب اللہ تعالیٰ کے لئے اٹھنے کا حکم ملے تو انسان اپنا مال اور اپنی اولاد اللہ تعالیٰ کے راستے میں جھونک دے۔

سوال4:انسان کا مال اور اس کی اولاد اس کے لئے فتنہ کیسے بن جاتا ہے؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ جب دین کے لئے اٹھنے اور اس میں قوتیں لگانے اور مال لگانے کا حکم دیتا ہے تو انسان اس کے لئے عذر تراشتا ہے۔《2》انسان مال کی محبت میں مبتلا ہو کر مال کو اپنی ذات کے لئے ترجیح دیتا ہے اور دینی مقاصد کے لئے لگانے سے گریز کرتا ہے۔جب اسے اپنے مفاد یا دینی مفاد میں سے کسی ایک کی طرف جھکنا ہوتا ہے تو اسے اپنی ذات بڑی نظر آتی ہے یوں وہ آزمائش میں مبتلا ہو جاتا ہے۔《3》سیدنا عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے(جو بنی عامر کے حلیف تھے)کہ آپ ﷺ نے فرمایا:''اللہ کی قسم!میں تمہارے محتاج ہونے سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نہیں ڈرتا بلکہ میں تو اس بات سے ڈرتا ہوں کہ دنیا تم پر کشادہ کردی جائے گی جیسے تم سے پہلے لوگوں پر کشادہ کی گئی تھی۔ پھر تم اس میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنے لگ جاؤ، تو وہ تم کو ایسے ہلاک کردے جیسے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا تھا۔'' (بخاری: کتاب المغازی)《4》 آپ ﷺ نے فرمایا ہر امت کی آزمائش ہے اور میری امت کی آزمائش مال ہے۔(مشکوۃ)《5》سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے جنت میں جھانکا تو دیکھا کہ وہاں ان لوگوں کی کثرت ہے جو دنیا میں محتاج تھے۔(بخاری: کتاب الرقاق)《6》سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں آپ کو یہ کہتے سنا ہے۔ محتاج مہاجرین دولت سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔(ترمذی: ابواب الزھد)《7》ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ ﷺ (خطبہ ارشاد فرمانے) منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا اپنے بعد میں جس بات سے ڈرتا ہوں وہ یہ ہے کہ زمین کی برکتیں تم پر کھول دی جائیں گی (تم مالدار ہو جاؤ گے)۔ پھر آپ ﷺ نے دنیا کی آرائش کا بیان شروع کیا، پہلے ایک بات بیان کی، پھر دوسری بات۔ اس دوران ایک شخص کھڑا ہو کر کہنے لگا'' یارسول اللہ ﷺ! کیا بھلائی سے برائی پیدا ہوگی؟'' یہ سن کر آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔ ہم سمجھے کہ آپ ﷺ پر وحی نازل ہو رہی ہے اور لوگ ایسے خاموش بیٹھے تھے جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے منہ سے پسینہ پونچھا (وحی بند ہوئی) تو آپ ﷺ نے پوچھا: وہ سائل کہاں ہے جس نے ابھی پوچھا تھا؟'' پھر آپ ﷺ نے سوال کا جواب دیتے ہوئے تین بار فرمایا:'' مال ودولت سے بھلائی ہی نہیں ہوتی۔'' پھر فرمایا:'' بھلائی سے تو بھلائی ہی پیدا ہوتی ہے مگر بہار کے موسم میں جب ہری ہری گھاس پیدا ہوتی ہے (جو ایک نعمت ہے اس کا زیادہ کھالینا) جانور کو یا تو مار ڈالتا ہے یا مرنے کے قریب کر دیتا ہے۔ الا یہ کہ جانور اپنی کوکھیں بھرنے کے بعد دھوپ میں جا کھڑا ہو اور پیشاب کرے پھر اس کے ہضم ہو جانے کے بعد اور گھاس چرے اور یہ مال ودولت بھی ہرا بھرا اور شیریں ہے اور بہتر مسلمان وہ ہے جو اپنے حق کے مطابق ہی لے پھر اس میں سے یتیموں مسکینوں پر خرچ کرے اور جو شخص اپنے حق پر اکتفا نہ کرے اس کی مثال اس کھانے والے کی سی ہے جس کا پیٹ بھرتا ہی نہیں اور یہ مال قیامت کے دن اس کے خلاف گواہی دے گا۔'' (بخاری: کتاب الجہاد)《8》ابراہیم بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عوف رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک روز کھانا رکھا گیا تو کہنے لگے سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جنگ احد میں شہید ہو گئے اور وہ بھی مجھ سے بہتر تھے کہ ان کے کفن کے لیے ایک چادر ملی اور سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ یا کسی اور کا نام لے کر کہا کہ وہ شہید ہوئے اور وہ بھی مجھ سے بہتر تھے ان کے کفن کو بھی صرف ایک چادر تھی۔ میں ڈرتا ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ عیش وآرام کے سامان ہمیں دنیا میں ہی دے دیئے جائیں، یہ کہہ کر رونا شروع کر دیا۔(بخاری: کتاب الجنائز)《9》سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:'' بلاشبہ قیامت کے دن بہت مال ودولت رکھنے والے ہی زیادہ نادار ہوں گے۔ مگر جسے اللہ نے دولت دی اور اس نے اپنے دائیں سے بائیں سے، آگے، پیچھے ہر طرف سے دولت کو اللہ کی راہ میں لٹا دیا اور اس مال سے بھلائی کمائی۔'' (بخاری: کتاب الرقاق)

سوال5: وَّ اَنَّ اللّٰهَ عِنۡدَهٗۤ اَجۡرٌ عَظِيۡمٌ'' اور یقیناً اللہ تعالیٰ کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》سیدنا سعید بن جبیر کا قول ہے: اجر عظیم وافر جزا ہے۔(ابن ابی حاتم:1685/5)《2》عقل مند اشیاء کے درمیان موازنہ کر کے بہترین چیز کو ترجیح دینے کا سبب بنتا ہے لہذا غور کرو تو فانی دنیا کی لذتیں ہیچ نظر آئیں گی انہیں ہمیشہ رہنے والی جنت اور اس کی عظیم نعمتوں پر ترجیح نہ دو اللہ تعالیٰ کے پاس اجر عظیم ہے اس کے لیے کوششیں کرو۔

سوال6: اللہ تعالیٰ مال اور اولاد کی آزمائش میں انسان کو کیسے روشنی دکھاتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ اس کی توجہ آخرت کے اجر عظیم کی طرف مبذول کرواتے ہیں کہ دیکھو مال اور اولاد کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کا اجر بہت بڑا ہے۔ یوں انسان اپنے آپ کو بے سہارا محسوس نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کے تعاون کو محسوس کرتا ہے اور بڑی امانت یعنی اللہ تعالیٰ کا پیغام دوسروں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تک پہنچا تا ہے اور انسانیت کو اللہ تعالیٰ کی بندگی کے سائے تلے لانے کے لئے ہر ممکن کوشش کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

رکوع نمبر 18

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (29)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو گے تو وہ تمہارے لیے حق اور باطل میں فرق کرنے والی قوت بنا دے گا اور تمہاری برائیاں تم سے دور کر دے گا، اور تمہیں بخش دے گا، اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے۔(29)

سوال 1: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اللہ رب العزت نے اہل ایمان کو مخاطب کیا ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تصدیق کی ہے۔ ﴿2﴾ اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ اگر تم اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید کے ساتھ اس کے احکامات کی اطاعت کرو گے اور اس کے عذاب کے خوف سے اس کے نواہی سے رکو گے۔ ﴿3﴾ اگر تم اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو گے یعنی اس کی اطاعت کرو گے، اس کے فرائض کو ادا کرو گے، اس کے معاصی سے اجتناب کرو گے، اس سے اور اس کے رسول ﷺ سے خیانت چھوڑ دو گے اور اپنی امانتوں میں خیانت چھوڑ دو گے۔(جامع البیان: 239/9) ﴿4﴾ تقویٰ سعادت کے کمال تک پہنچانے والا ہے اور فلاح کی ضمانت ہے۔ دنیا و آخرت کی بھلائیوں کا مرکز و منبع تقویٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے بارے میں واضح فرمایا کہ اہل تقویٰ کو چار چیزیں عطا کی جاتی ہیں فرقان، برائیوں کا مٹایا جانا، گناہوں کی بخشش اور بے پایاں اجر و ثواب۔

سوال 2: تقویٰ انسانی زندگی میں کیا کردار ادا کرتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ تقویٰ دل میں بصیرت پیدا کرتا ہے۔ ﴿2﴾ تقویٰ دلوں کو زندہ کرتا ہے۔ ﴿3﴾ تقویٰ انسان کے اندر احتیاط پیدا کرتا ہے۔ ﴿4﴾ تقویٰ انسانی صلاحیتوں کو بیدار کرتا ہے۔ ﴿5﴾ تقویٰ انسان کے اندر ولولہ پیدا کرتا ہے۔ ﴿6﴾ تقویٰ کی وجہ سے وسوسوں کا اور شکوک کا اثر ختم ہو جاتا ہے۔ ﴿7﴾ تقویٰ کی وجہ سے انسان کو معافی ملتی ہے۔ ﴿8﴾ تقویٰ کی وجہ سے انسان پر امید ہو جاتی ہے۔ ﴿9﴾ تقویٰ کی وجہ سے انسان حقیقت پسند بن جاتا ہے۔ ﴿10﴾ تقویٰ کی وجہ سے انسان کی غفلت دور ہو جاتی ہے۔ ﴿11﴾ تقویٰ کی وجہ سے انسان مشکلات میں مایوس نہیں ہوتا۔ ﴿12﴾ تقویٰ کی وجہ سے خواہشات کو دبایا جاتا ہے۔ ﴿13﴾ تقویٰ کی وجہ سے انسان میں سنجیدگی پیدا ہوتی ہے۔ ﴿14﴾ تقویٰ کی وجہ سے انسان کے قدم جم جاتے ہیں۔ ﴿15﴾ تقویٰ کی وجہ سے انسان صحیح رائے قائم کرنے کی پوزیشن میں آ جاتا ہے۔ ﴿16﴾ تقویٰ کی وجہ سے عقل کو روشنی ملتی ہے۔

سوال 3: يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا ''تو وہ تمہارے لیے حق اور باطل میں فرق کرنے والی قوت بنا دے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''وہ تمہارے لیے حق اور باطل میں فرق کرنے والی قوت بنا دے گا'' اللہ تعالیٰ اہل تقویٰ مومن کو فرقان عطا فرماتے ہیں۔ ﴿2﴾ فرقان سے مراد علم نافع اور عمل صالح کی توفیق ہے۔ ﴿3﴾ فرقان اندرونی بصیرت یا معرفت کو کہتے ہیں۔ ﴿4﴾ فرقان سے یہاں مراد وہ علم ہے جو حق اور باطل، نافع اور ضرر رساں میں، صالح اور فاسد میں، حلال و حرام میں، خوش نصیب اور بدنصیب لوگوں میں فرق کرتا ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ وہ تمہیں اپنی رحمت میں سے دوگنا حصہ عطا فرمائے گا اور تمہیں ایسی روشنی عطا کرے گا جس کو لے کر تم چلو گے اور وہ تمہیں بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

(الحدید:28) یہاں نور سے مراد ہدایت اور حق کی معرفت ہے۔《5》رب العزت نے فرمایا: اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ اور کیا وہ شخص جو مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ کیا اور ہم نے اس کے لیے ایک روشنی بنادی جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا ہے۔ (الانعام:122)《6》اللہ تعالیٰ مومنوں کو فرقان عطا کرتا ہے۔مومنوں کو ہدایت اور معرفت عطا کرتا ہے اور خاص طور پر انہیں شرح صدر حاصل ہوتا ہے۔جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ کیا پھر وہ شخص جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے کھول دیا، سو وہ اپنے رب کی طرف سے ایک روشنی پر ہے! (الزمر:22)《7》فراست مومن کا لفظ جو حدیث میں آیا ہے اس سے یہی قلبی بصیرت مراد ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مومن کی فراست سے ڈرو، وہ اللہ تعالیٰ کے نور یعنی خداداد نور بصیرت سے دیکھتا ہے۔'' (بخاری فی التاریخ)《8》رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''خواہ مفتی تجھے فتویٰ دے چکے ہوں'' مگر تو پھر بھی'' اپنے دل سے فتویٰ طلب کر۔'' (بخاری فی التاریخ) 《9》یہ قلبی فتویٰ اسی وقت ہوتا ہے جب نفس تمام بری باتوں سے پاک ہو گیا ہو اور قلب کی نفسانیت فنا ہو چکی ہو حقیقت تقویٰ اس وقت ظاہر ہوتی ہے۔صوفیہ کی اصطلاح میں اسی کو ''باطنی'' کشف کہتے ہیں۔《10》فرقان سے مراد وہ نصرت ہے جس سے اہل حق اور باطل پرستوں میں فرق ہو جاتا ہے اہل ایمان کو باعزت اور اہل کفر کو ذلیل کر دیا جاتا ہے۔ (تفسیر مظہری:56/5)

سوال4: وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ''اور تمہاری برائیاں تم سے دور کر دے گا، اور تمہیں بخش دے گا'' اللہ تعالیٰ انسان کی خطائیں کیسے معاف کرتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ تقویٰ کے نتیجے میں اور فرقان کی وجہ سے انسان کی خطائیں معاف کرتے ہیں۔ برائیوں کو مٹانا اور گناہوں کو بخش دینا۔اطلاق اور اجتماع کے وقت یہ دونوں امور ایک دوسرے میں داخل ہیں۔(السیـــــــــــــئـــــــــــــات) برائیوں کے مٹانے کی تفسیر گناہ صغیرہ سے اور (الذنوب) گناہوں کو بخش دینے کی تفسیر کبیرہ گناہوں کو مٹا دینے سے کی جاتی ہے۔ (تفسیر سعدی:982/1)

سوال5: وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ''اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے۔''《1》جو شخص اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو اپنی خواہشات پر ترجیح دیتا ہے اس کے لیے بڑا اجر وثواب ہے۔《2》بزار رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ابن آدم کے تین رجسٹر سامنے لائے جائیں گے۔ ایک رجسٹر نیک اعمال کا، دوسرا رجسٹر اس کے گناہوں کا اور تیسرے رجسٹر میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اندراج ہوگا جو اللہ تعالیٰ نے اس بندہ کو عنایت کی ہوں گی پھر انعامات کے رجسٹر میں سے کسی حقیر ترین نعمت کو حکم ہوگا تو اپنے مقابل کسی عمل صالح کو وصول کرلے یعنی اللہ تعالیٰ کی اس حقیر ترین نعمت کا مقابلہ بندہ کے نیک عمل سے کیا جائے گا تو اس نعمت کے مقابل تمام ایک اعمال بھی پورے نہ اتریں گے۔نعمت کہے گی: ''تیری عزت کی قسم میں نے تو پورے اعمال کو بھی اپنے مقابل نہیں پایا۔نیک اعمال سب ختم ہو گئے، تمام گناہ باقی ہیں اور دوسری نعمتیں بھی موجود ہیں۔'' اب اگر اللہ تعالیٰ کو کسی بندہ پر رحم کرنا مقصود ہوگا تو فرمائے گا: ''میرے بندے! میں نے تیری نیکیاں چندگنی کر دیں، تیری بداعمالیاں معاف کر دیں اور تجھے اپنے انعام سے سرفراز کر دیا۔'' گویا نیک اعمال کی وجہ سے نہیں بلکہ محض اللہ تعالیٰ کے انعام ورحمت سے بندہ کی بخشش ہوگی۔'' (تفسیر مظہری:57/5)《3》طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا واسا بن اسقع رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک ایسے بندہ کو قبر سے اٹھائے گا جس کا ''اس کے اعمال نامہ میں'' کوئی گناہ درج نہ ہوگا اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا'' تیرا کوئی گناہ درج نہیں تو بے گناہ ہے'' اب بتا تجھے تیرے نیک اعمال کے مطابق جزا دی جائے یا میں اپنے انعام کی وجہ سے تجھے ثواب دوں، تجھے دونوں باتوں میں سے کون سی بات پسند ہے؟ بندہ عرض کرے گا: ''پروردگار تو خوب جانتا ہے کہ میں نے تیری کوئی نافرمانی نہیں کی'' اس لئے میری نیکیوں کا ثواب عطا فرما۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''میرے بندے کی نیکیوں کا میری نعمتوں سے مقابلہ کرو۔'' نتیجہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں کوئی نیکی ایسی نہ بچے گی کہ جس کے مقابل بندہ کو نعمت نہ دے دی گئی ہو۔ایسی حالت میں تمام نیکیوں کا معاوضہ دنیوی نعمتوں کی شکل میں مل چکا ہوگا اور کوئی نیکی قابل ثواب باقی نہ رہے گی ناچار ہو کر بندہ عرض کرے گا:''اپنی رحمت اور انعام سے مجھے ثواب عطا فرما''اسی بناء پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ تم میں سے کسی شخص کو اس کا''نیک''عمل نہیں بچائے گا۔صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:''یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ ﷺ بھی اپنے اعمال کی وجہ سے نجات نہیں پائیں گے؟ فرمایا:''نہ! میں بھی بغیر اس کے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت وفضل سے ڈھانک لے۔''(تفسیر مظہری:57/5)

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ۭ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ(30)

اور جب وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا آپ کے خلاف خفیہ تدبیریں کر رہے تھے کہ وہ آپ کو قید کردیں، یا قتل کردیں، یا جلاوطن کردیں اور وہ خفیہ تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ (بھی) خفیہ تدبیر کر رہا تھا اور اللہ تعالیٰ خفیہ تدبیر کرنے والوں سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔(30)

سوال1: وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ''اور جب وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا آپ کے خلاف خفیہ تدبیریں کر رہے تھے کہ وہ آپ کو قید کردیں، یا قتل کردیں، یا جلاوطن کردیں''کافر رسول اللہ ﷺ کے خلاف کیا تدبیریں کر رہے تھے؟

جواب:《1》وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ'''اور جب وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا آپ کے خلاف خفیہ تدبیریں کر رہے تھے کہ وہ آپ کو قید کردیں، یا قتل کردیں، یا جلاوطن کردیں'': اللہ رب العزت نے اپنی نعمت یاد دلائی ہے کہ جب مشرکین مکہ نے دارالندوہ میں مشورہ کیا کہ وہ آپ ﷺ کو قید کردیں یا قتل کردیں یا جلاوطن کردیں۔《2》ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قریش کی ایک جماعت اور ہر قبیلہ کے شرفا دارالندوہ میں جانے کے لیے جمع ہوئے، راستے میں شیطان ان کو بوڑھے شخص کی شکل میں ملا، جب ان لوگوں نے اس کو دیکھا تو دریافت کیا کہ وہ کون ہے؟ شیطان بولا کہ میں اہل نجد کا ایک شیخ ہوں، میں نے سنا ہے کہ تم سب لوگ جمع ہو رہے ہو تو اس لیے میں بھی آ گیا تاکہ میرے مشورے سے تم محروم نہ ہو۔ چنانچہ یہ ابلیس بھی ان لوگوں کے ساتھ اندر چلا گیا اور جا کر کہنے لگا:''اچھا اس شخص محمد کے معاملہ میں غور کرو''، تو کسی نے کہا کہ اس کو مضبوط بیڑیوں میں قید کردو، یہاں تک کہ اس پر مدت گزر جائے تو جیسے کہ پہلے کے شعرا زھرا اور نابغہ وغیرہ ہلاک ہوئے ہیں یہ بھی ہلاک ہوجائے گا کیوں کہ یہ بھی ان ہی میں سے ہے۔ان کی یہ تدبیر سن کر اللہ تعالیٰ کے دشمن نجدی بوڑھا نے کہا:''یہ تمہاری رائے ٹھیک نہیں کیوں کہ ان کے قید کی جگہ سے ان کے ساتھیوں تک کوئی سبیل نکل جائے گی اور یہ ایک دم آ کر ہجوم کر جائیں گے جس کی وجہ سے تمہارے ہاتھوں سے لے جائیں گے اور پھر تم سے ان کی حفاظت کریں گے اور تم پر وہ اطمینان نہیں کریں گیا اور ان کو تمہارے شہر سے لے جائیں گے لہٰذا اس کے علاوہ کوئی اور تدبیر سوچو۔''تو کسی نے کہا کہ ان کو اپنے یہاں سے نکال دو ان سے راحت حاصل کرو کیونکہ جب وہ تمہارے یہاں سے چلے جائیں گے تو ان کی باتیں تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتیں۔تو نجدی بوڑھا نے کہا:''خدا کی قسم! یہ بھی تمہاری رائے ٹھیک نہیں ہے۔کیا تم ان کی زبان کی مٹھاس اور سلامت بیان اور دل میں اتر جانے والی بات نہیں سنتے ہو؟ خدا کی قسم! اگر تم نے ایسا کیا اور محمد نے اپنا کلام عرب پر پیش کیا تو سب عرب اس کے گرد جمع ہوجائیں گے اور پھر تم سب پر حملہ آور ہو کر تمھیں تمہارے شہر سے نکال دیں گے، تمہارے شرفاء کو قتل کریں گے۔''سب نے اس رائے کو پسند کیا تو بوڑھا نجدی کہنے لگا کہ اس کے علاوہ کوئی اور تدبیر سوچو تو ابوجہل کہنے لگا:''اب میں ایک ایسی رائے پیش کرتا ہوں کہ جو تم میں سے اب تک کسی کو نہیں سوجھی اور اس کے علاوہ تم دوسری رائے پسند بھی نہ کرو گے۔''سب نے کہا کہ وہ کیا ہے؟''ہر قبیلہ میں سے ایک دلیر اور بہادر نوجوان کا انتخاب کرو اور پھر ان میں سے ہر ایک نوجوان کو ایک تلوار دے دو اور اس کے بعد سب مل کر ایک ساتھ آپ کو قتل کردیں، اسی طرح سے قتل کرنے میں آپ کا خون سب قبیلوں میں بٹ جائے گا اور میں نہیں سمجھتا ہوں کہ اس قبیلہ بنی ہاشم میں پورے قریش سے مقابلہ کرنے کی قوت ہوگی جب بنی ہاشم یہ مشکل صورت حال

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دیکھیں گے تو دیت قبول کر لیں گے اور ہمیں اس سے سکون مل جائے گا اور ہم سے ان کی تکلیف دور ہو جائے گی۔'' یہ سن کر بوڑھا نجدی کہنے لگا :''خدا کی قسم یہ رائے صحیح ہے، اس سے بہتر اور کوئی رائے نہیں ہو سکتی۔'' چنانچہ سب اس رائے پر متفق ہو کر چلے گئے۔ دوسری طرف جبرئیل امین رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو حکم دیا کہ جس بستر پر آپ ﷺ رات کو آرام فرماتے ہیں، آج اس پر آرام نہ فرمائیں اور آپ کی قوم کے مکر سے آپ ﷺ کو خبردار کیا گیا۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے اس رات اپنے گھر میں آرام نہیں کیا اور اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ہجرت کا حکم دیا۔ چنانچہ جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لے آئے تو آپ ﷺ پر یہ آیات اتریں جن میں اللہ تعالیٰ اپنے اس انعام کو جو آپ ﷺ پر فرمایا تھا یاد دلا رہا ہے یعنی اس واقعہ کا بھی ذکر کریں جب کہ کافر لوگ آپ ﷺ کے متعلق تدبیریں بنا رہے تھے۔ (تفسیر ابن عباس:484,485/1)

سوال 2: وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ۖ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ'' اور وہ خفیہ تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ (بھی) خفیہ تدبیر کر رہا تھا اور اللہ تعالیٰ خفیہ تدبیر کرنے والوں سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَيَمْكُرُونَ وہ آپ ﷺ کے لیے بری تدبیریں کر رہے تھے۔ ﴿2﴾ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ: اور اللہ تعالیٰ اپنی تدبیریں کر رہا تھا جو ان کے مکر کو باطل کر رہی تھیں۔ (تفسیر قاسمی:42/8) ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی حفاظت کے لیے کیسے قریش کے دل میں پیدا ہونے والی نفرت کا سد باب کیا، انہوں نے قتل، جلاوطنی یا قید کا مشورہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اطلاع دے دی۔ وہ رات کے وقت گھات میں بیٹھ گئے کہ آپ ﷺ اپنے بستر سے بیدار ہوں تو آپ ﷺ پر حملہ کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کی۔ آپ ﷺ نے اپنے بستر پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ سلایا گھر سے باہر تشریف لائے۔ ان سب کے سروں میں خاک ڈالی اور اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اندھا کر دیا اور آپ ﷺ غار ثور پہنچ گئے۔ مشرک سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ سمجھ کر ساری رات آپ ﷺ کو گھیرے میں لیے رہے اور آپ ﷺ غار ثور پہنچ گئے۔ صبح کو مشرکوں نے دیکھا کہ بستر پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہیں تو حیران رہ گئے۔ پوچھنے لگے:'' محمد ﷺ کہاں ہیں؟'' بولے:'' مجھے کیا معلوم!'' کسی آنے والے نے کہا'' محمد ﷺ تو نکل گیا اور تمہارے سروں میں خاک بھی ڈال گیا ہے۔'' انہوں نے اپنے سروں سے مٹی جھاڑی اور قدموں کے نشانات کا کھوج لگاتے ہوئے پہاڑ پر جا پہنچے جس کے غار میں آپ ﷺ چھپے ہوئے تھے۔ غار ثور سے گزرے تو جالا دیکھ کر کہنے لگے اگر غار میں ہوتا تو مکڑی کا جالا تنا ہوا نہ ہوتا۔ انہوں نے قتل کی تدبیریں کیں اور اللہ تعالیٰ نے حفاظت کی۔ اللہ تعالیٰ بہترین تدبیر کرنے والا ہے اس نے اپنے رسول ﷺ کو بچا لیا۔ پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں بادشاہت ہے اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ ﴿4﴾ وَ اللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ'' اور اللہ تعالیٰ خفیہ تدبیر کرنے والوں سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو بچا لیا اور آپ کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ پس آپ ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ اللہ تعالیٰ نے مہاجرین وانصار کے ذریعے سے آپ ﷺ کی مدد فرمائی اور یوں آپ ﷺ کو غلبہ حاصل ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ فاتح بن کر مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ تمام قریش مکہ نے آپ ﷺ کی اطاعت قبول کر لی اور آپ ﷺ کے ماتحت آ گئے حالانکہ اس سے پہلے آپ ﷺ ان سے چھپ کر جان کے خوف سے وہاں سے نکلے تھے۔ پس پاک ہے وہ ہستی جو اپنے بندوں کو لطف وکرم سے نوازتی ہے اور جس پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔ (تفسیر سعدی:983/1)

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ(31)

اور جب ان پر ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں:'' یقیناً ہم نے سن لیا، اگر ہم چاہیں تو ضرور ہم بھی اس جیسا کہیں، یہ تو پہلے لوگوں کی فرضی کہانیوں کے سوا کچھ نہیں۔''(31)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1: وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ ’’اور جب ان پر ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں:’’یقیناً ہم نے سن لیا، اگر ہم چاہیں تو ضرور ہم بھی اس جیسا کہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا ’’اور جب ان پر ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں‘‘:اس سے مراد قرآن کریم کی آیات ہیں۔《2》قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا ’’تو کہتے ہیں:’’یقیناً ہم نے سن لیا‘‘:قریش کے کبروغرور کا بیان ہے۔قرآن مجید سن کر کہتے ہیں کہ اس میں رکھا ہی کیا ہے۔《3》لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ ’’اگر ہم چاہیں تو ضرور ہم بھی اس جیسا کہیں‘‘:قرآن مجید سن کر وہ کہتے تھے کہ ایسا کلام ہم بھی بنا کر لا سکتے ہیں یہ محض تعصب اور حق دشمنی تھی ورنہ اس جیسی ایک آیت بھی نہیں بنا سکتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے ان کو مقابلے کے لیے چیلنج دیا تھا کہ اس جیسی ایک سورت یا ایک آیت ہی بنا لاؤ مگر وہ بنا کر نہیں لا سکے،جس کی وجہ سے ان کی عاجزی ظاہر ہوگئی۔حقیقت یہ ہے کہ نبی ﷺ امی تھے۔لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔پہلی قوموں کی تاریخ کے بارے میں علم حاصل کرنے کے لیے کوئی سفر نہیں کیا تھا۔آپ ﷺ نے ایسی کتاب پیش کی جس کے نہ آگے سے باطل آسکتا ہے نہ پیچھے سے۔یہ کتاب کمال حکمت والے رب جلیل وکریم اور حمید و مجید کی جانب سے نازل ہوئی۔

سوال2: یہ بات کس نے کہی تھی کہ اگر ہم چاہیں تو ایسا کلام بنا سکتے ہیں؟

جواب:《1》ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے بدر کے قیدیوں میں سے عقبہ بن ابی معیط، طعیمۃ بن عدی اور نضر بن حارث کو قتل کروایا اور سیدنا مقداد رضی اللہ عنہ نے نضر کو قید کیا تھا۔جب نضر کی گردن مارنے کا آپ ﷺ نے حکم دیا تو سیدنا مقداد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! یہ میرا قیدی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:’’اس نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کے بارے میں بہت بدزبانی کی ہے اور اس کے بارے میں یہ آیت اتری ہے تو انہوں نے یہ آیت سن کر کہا کہ ہم نے یہ آیت سن لی ہے۔(تفسیر ابن عباس:486/1)《2》حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں سدی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا کہ یہ کہنے والا نضر بن حارث تھا۔

سوال3: اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ’’یہ تو پہلے لوگوں کی فرضی کہانیوں کے سوا کچھ نہیں۔‘‘ یہ بات کافروں کی جانب سے کیوں کہی جاتی تھی کہ یہ پرانے لوگوں کی کہانیاں ہیں؟

جواب:《1》یہ بات اس لئے کہی جاتی تھی تا کہ اسلام کی تعلیمات کے مقابلے میں رکاوٹ کھڑی کی جائے۔ایسے شکوک پھیلائے جائیں کہ یہ پرانی کہانیاں ہیں ہم چاہیں تو ہم بھی تصنیف کر سکتے ہیں۔《2》اللہ رب العزت کا فرمان ہے: وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا انہوں نے کہا کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جنہیں اس نے لکھوا رکھا ہے پس وہی اس کو صبح وشام پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔آپ کہہ دیں اس کو نازل کیا ہے اس نے جو آسمانوں اور زمین کے راز جانتا ہے، یقیناً وہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔(الفرقان:6,5)

وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (32)

اور جب انہوں نے کہا:’’اے اللہ! اگر یہ واقعی تیری جانب سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسا یا کوئی دردناک عذاب ہم پر لے آ۔‘‘(32)

سوال1: وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ’’اور جب انہوں نے کہا:’’اے اللہ! اگر یہ واقعی تیری جانب سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسا یا کوئی دردناک عذاب ہم پر لے آ‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》’’اور جب انہوں نے کہا:’’اے اللہ! اگر یہ واقعی تیری جانب سے حق ہے‘‘: جب انہوں نے کہا: اے اللہ! جس کی طرف محمد ﷺ دعوت دیتے ہیں اگر وہ حق ہے۔《2》فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ’’تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

برسایا کوئی دردناک عذاب ہم پر لے آ۔''ہم پر پتھروں کی بارش کر دے۔(ایسر التفاسیر:517)《3》یعنی اگر قرآن مجید حق ہے تو اس کا انکار کرنے پر ہمیں ویسی ہی سزا دے جیسے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا تھا کہ ان پر پکی ہوئی مٹی کے کنکر پھینکے تھے۔(الاساس فی التفسیر:158/4)《4》سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوجہل نے یہ کہا تھا کہ اے اللہ!''اگر یہ قرآن آپ کی طرف سے سچ ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسایا کوئی عذاب ہم پر بھیج دے۔''اس کے جواب میں اگلی آیات وَ مَا كَانَ اللّٰهُ سے عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ تک نازل ہوئیں۔(بخاری: کتاب التفسیر)《5》رب العزت نے فرمایا: وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَاۗءَهُمُ الْعَذَابُ ۭ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ اور وہ آپ سے جلد عذاب مانگتے ہیں اور اگر ایک مدت مقررہ نہ ہوتی تو اُن پر عذاب ضرور آ جاتا اور یقیناً وہ اُن پر اچانک آئے گا حالانکہ وہ شعور بھی نہ رکھتے ہوں گے۔(العنکبوت:53)《6》وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ اور انہوں نے کہا: اے ہمارے رب! حساب کے دن سے پہلے ہی ہمارا حصہ ہمیں جلدی دے دے۔《7》قوم شعیب نے بھی ایسی ہی دعا کی تھی۔ فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَاۗءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ سو ہم پر آسمان سے کوئی ٹکڑا گرا دو، اگر تم سچے لوگوں میں سے ہو۔(الشعراء:187)

سوال 2: انسان اپنے لئے آسمان سے پتھر برسانے کی یا دردناک عذاب کی دعائیں کب کرتا ہے؟

جواب:《1》انسان جب دنیا میں اپنے آپ کو محفوظ سمجھتا ہے۔《2》جب وہ یہ دیکھتا ہے کہ حق کا انکار کرنے سے اس کا کچھ نہیں بگڑا۔《3》جب وہ اپنے آپ کو درست سمجھتا ہے۔《4》جب وہ اللہ تعالیٰ کے قانون مہلت سے غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔《5》جب وہ تکبر میں مبتلا ہوتا ہے تو وہ مرنا پسند کرتا ہے۔ مگر حق قبول کرنا پسند نہیں کرتا۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ (33)

اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ انہیں عذاب دے جب تک آپ ان میں ہوں اور اللہ تعالیٰ ان کو اس وقت بھی عذاب دینے والا نہیں جب کہ وہ بخشش مانگتے ہوں۔(33)

سوال 1: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ''اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ انہیں عذاب دے جب تک آپ ان میں ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ ان پر عذاب کو واقع ہونے سے روک رہا تھا اس لیے کہ وَاَنْتَ فِيْهِمْ آپ ﷺ ان میں موجود ہیں۔ یعنی رسول کی موجودگی عذاب سے امن کی ضمانت تھی۔《2》سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں عذاب نہ آنے کی دو رکاوٹیں تھیں: اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی موجودگی اور استغفار۔ اب اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ تو رخصت ہو گئے استغفار رہ گیا ہے۔(ابن ابی حاتم)《3》سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت میں دو چیزیں باعث امن بنائیں جب تک یہ چیزیں موجود رہیں گی لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ رہیں گے۔ سلامتی کا ایک ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس بلا لیا دوسرا ذریعہ موجود ہے جب تک نماز پڑھتے رہو گے امن سے رہو گے۔(ابن ابی حاتم)《4》رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ نے مجھ پر میری امت کے لیے دو امن والی چیزیں اتاریں میری موجودگی اور نماز پھر جب میں انتقال کر جاؤں گا تو تم میں قیامت تک نماز باقی رہے گی۔''(ترمذی)《5》شیطان نے کہا: اے رب! مجھے تیری عزت کی قسم میں تیرے بندوں کو اغوا کرتا رہوں گا جب تک ان کے جسموں میں روحیں رہیں گی۔ رب العزت نے فرمایا: مجھے میری عزت وجلال کی قسم! میں بھی انہیں معاف کرتا رہوں گا جب تک وہ معافی مانگتے رہیں گے۔(مستدرک حاکم)《6》مومن جب تک استغفار کرتے رہیں گے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ رہیں گے۔

سوال 2: وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ''اور اللہ تعالیٰ ان کو اس وقت بھی عذاب دینے والا نہیں جب کہ وہ بخشش مانگتے ہوں'' کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وضاحت کریں؟

جواب:《1》’’اوراللہ تعالیٰ ان کواس وقت بھی عذاب دینے والانہیں جب کہ وہ بخشش مانگتے ہوں‘‘اللہ تعالیٰ اس وقت تک ان پر عذاب واقع ہونے سے روک رہے تھے جب تک وہ استغفار کررہے تھے حالانکہ عذاب کے اسباب پیدا ہوچکے تھے۔《2》سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لیے دو امن کی چیزیں اتاری ہیں۔ پھر یہ آیت پڑھی۔ پھر فرمایا کہ جب میں (دنیا سے) چلا گیا تو تمہارے لیے امن کی چیز استغفار کو قیامت تک کے لیے چھوڑ جاؤں گا۔(ترمذی: ابواب التفسیر)《3》رب العزت نے فرمایا: وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ اور آپ کا رب ایسا نہیں کہ وہ بستیوں کو ظلم کے ساتھ ہلاک کردے جب کہ اس کے باشندے اصلاح کرنے والے ہوں۔(ہود:117)《4》سیدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بندہ جب تک اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا رہے، عذاب سے محفوظ رہے گا۔(انوارالبیان:515,514/2)

سوال3: اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عمومی عذاب کب تک نازل نہیں کرتے؟

جواب:《1》جب تک کسی قوم کے اندر نبی موجود ہو اور حق کی دعوت دے رہا ہو۔《2》جب لوگ اپنے گناہوں کی معافی مانگتے رہتے ہیں۔《3》جب لوگوں پر ابھی حق اور باطل کے درمیان فرق واضح نہ ہوگیا ہو۔《4》جب تک معاشرے کے اندر لوگ اپنی اصلاح کا کام کررہے ہوں خواہ وہ ایک ایک دو دو ہوں۔《5》عذاب اس وقت تک رکا رہتا ہے جب تک کہ قبول کرنے والے خوش بخت افراد موجود ہوں جب ایک ایک کرکے سب کو باہر نکال لیا جاتا ہے تو عذاب مقدر ہو جاتا ہے۔

وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ؕ

اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (34)

اور کیا ہے ان کے لیے کہ اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہ دے؟ حالانکہ وہ مسجد حرام سے روکتے ہیں حالانکہ وہ اس کے متولی نہیں ہیں، اس کے متولی نہیں ہیں مگر متقی لوگ لیکن ان میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔(34)

سوال1: وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ’’اور کیا ہے ان کے لیے کہ اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہ دے؟ حالانکہ وہ مسجد حرام سے روکتے ہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》’’اور کیا ہے ان کے لیے کہ اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہ دے؟ حالانکہ وہ مسجد حرام سے روکتے ہیں‘‘: وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے حقدار ہیں کیونکہ انہوں نے شرک کیا جو عذاب کو واجب ٹھہراتا ہے۔ انہوں نے لوگوں کو مسجد حرام میں عبادت سے روکا خاص طور پر محمد ﷺ اور اصحاب محمد ﷺ کو حالانکہ وہ حرم میں عبادت کا زیادہ حق رکھتے تھے۔《2》ان پر عذاب نہ آنے کی وجہ رسول اللہ ﷺ تھے۔ آپ ﷺ کی برکت کی وجہ سے عذاب نہیں آیا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ مکہ سے چلے گئے تو اللہ تعالیٰ نے بدر کے دن ان پر اپنا عذاب بھیج دیا اور بڑے بڑے مشرک مارے گئے اور ستر گرفتار ہوئے۔(مختصر ابن کثیر:676/1)《3》جب آپ ﷺ مکہ میں مقیم تھے تو اللہ تعالیٰ نے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ۔۔۔وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ اتاری کیونکہ مسلمان نماز پڑھتے تھے اور استغفار کرتے رہتے تھے پھر جب وہ نکل آئے تو وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ تک اتاری اور مسلمانوں کو مکہ پر حملہ کرنے کا حکم ملا۔ یہی وہ اللہ تعالیٰ کا عذاب تھا جس کا ان سے وعدہ کیا تھا۔(ابن جریر)《4》اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب کے لئے فرد جرم عائد کی کہ وہ مسجد حرام سے روکتے ہیں۔ مسجد حرام کے متولی نہیں اہل تقویٰ سے تولیت کا حق چھین رکھا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال 2: اہل مکہ عذاب سے بے خوف کیوں تھے؟

جواب: ﴿1﴾ وہ سمجھتے تھے کے بیت اللہ کے وارث ہیں۔ ﴿2﴾ ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ ﴿3﴾ بیت اللہ کے متولی ہیں۔

سوال 3: وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ۭ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ '' حالانکہ وہ اس کے متولی نہیں ہیں، اس کے متولی نہیں ہیں مگر متقی لوگ '' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ: وہ مسجد حرام کے اولیاء نہیں ہیں جیسے وہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء نہیں ہیں۔ (ایسر التفاسیر: 517,518) ﴿2﴾ وہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء اور اس کے گھر کے متولی کیسے ہو سکتے ہیں جب کہ ان کے دل اپنے رب کی تعظیم سے خالی ہوتے ہیں! جو اپنے رب کے حقوق کو نہیں پہچانتے، جن کے دل میں اس محترم زمین کا کوئی احترام نہیں اور ان میں کون سی ایسی چیز ہے جس کی وجہ سے وہ خود کو بیت اللہ کا زیادہ مستحق سمجھتے ہیں! ﴿3﴾ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ اللہ تعالیٰ کے ولی اور کعبے کے متولی تو وہ ہیں جو شرک سے بچے رہیں۔ (تفسیر قاسمی: 49/8) ﴿4﴾ جو اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کی وجہ سے فرائض ادا کرتے ہیں اور معاصی سے اجتناب کرتے ہیں۔ (جامع البیان: 254/9) ﴿5﴾ متقی وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے جنہوں نے صرف اللہ تعالیٰ کو عبادت کا مستحق قرار دیا اور اپنے دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کیا۔ (تفسیر سعدی: 985/1) ﴿6﴾ مومن تو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس کے نواہی سے بچتے ہیں اور اس سے اجر و ثواب کی امید کے ساتھ اس کی اطاعت اور عبادت کرتے ہیں وہ نمازوں میں خشوع و خضوع اختیار کرتے ہیں۔ تالیاں پیٹنے اور سیٹیاں بجانے جیسے دیگر لغو کاموں سے بچتے ہیں۔ ان میں وہ تمام اوصاف موجود ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کسی کو بیت اللہ کا وارث بناتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو وارث بنایا اور مشرکوں کے بارے میں فرمایا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یقیناً سب مشرک ناپاک ہیں چنانچہ وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ آئیں۔ (التوبہ: 28)

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کی تولیت کی غلط فہمی کیسے دور کی؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ وہ مسجد حرام سے روکتے ہیں، اس گھر کے دشمن ہیں۔ ﴿2﴾ بیت اللہ کی تولیت کا حق تو صرف اللہ تعالیٰ کے متقی بندوں کو ہے۔

سوال 5: وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ '' لیکن ان میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں '' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی وہ جانتے نہیں اس لیے اللہ تعالیٰ کے ولی ہونے کا اور کعبہ کی تولیت کا دعویٰ کرتے ہیں۔

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً ۭ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ (35)

اور بیت اللہ کے پاس ان کی نماز سیٹیاں بجانے اور تالیاں بجانے کے سوا کچھ نہیں ہے۔ سو چکھو عذاب اس وجہ سے جو تم کفر کرتے تھے۔ (35)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ بغوی رحمہ اللہ نے مجاہد رضی اللہ عنہ کا بیان لکھا ہے کہ قبیلہ عبدالدار کے کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کے طواف کرتے وقت سامنے آجاتے مذاق بناتے اور اپنے منہ میں انگلیاں ڈال کر سیٹیاں بجاتے تھے اس روایت کی روشنی میں مُكَآءً کا معنی ہوگا باچھوں کے اندر انگلیاں داخل کرنا اور تَصْدِيَةً کا معنی ہوگا سیٹی جیسی آواز نکالنا۔ پہاڑ کے درہ میں آواز نکالنے والے کو جو بازگشت کی آواز سنائی دیتی ہے جس کو صدا کہا جاتا ہے اس کا ماخذ لفظ تَصْدِيَةً ہی ہے لغت میں صدا اس آواز کو کہتے ہیں جو میدان یا پہاڑ یا کسی بلند عمارت میں ہر طرف سے آتی ہے۔ ﴿2﴾ ابن جریر نے بحوالہ سعید بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے طواف کے دوران قریش آپ ﷺ کے سامنے آجاتے آپ ﷺ سے ٹھٹا کرتے اور سیٹیاں اور تالیاں بجاتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر مظہری: 64/5) ﴿3﴾ واحدی نے سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کہ کافرلوگ بیت اللہ کے طواف کے وقت سیٹیاں اورتالیاں بجایا کرتے تھے،اس پر یہ آیت اتری۔(تفسیر ابن عباس:488/1)

سوال2:وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَّتَصْدِيَةً ''اور بیت اللہ کے پاس ان کی نماز سیٹیاں بجانے اورتالیاں بجانے کے سوا کچھ نہیں ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ ''اور بیت اللہ کے پاس ان کی نماز کچھ نہیں ہے'' بیت اللہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کا مرکز بنایا تاکہ اس میں دین قائم کیا جائے اور اس میں خالصتاً اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے۔جولوگ ایمان لائے انہوں نے خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جب کہ مشرکوں نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے روکا۔《2》إِلَّا مُكَاءً وَّتَصْدِيَةً ''سیٹیاں بجانے اورتالیاں بجانے کے سوا'' مشرکوں کی نماز تالیاں پیٹنا اور سیٹیاں بجانی تھی۔《3》سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں فرماتے ہیں قریشی ننگے ہوکر سیٹیاں بجا بجا کر اور تالیاں پیٹ پیٹ کر طواف کیا کرتے تھے۔(ابن ابی حاتم)《4》سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے رخسارہ جھکا کر سیٹی بجا کر اور دونوں ہاتھوں سے تالی پیٹ کر دکھایا کہ اس طرح کرتے تھے۔زمین پر رخسارے رکھ کر سیٹی بجاتے اور تالی پیٹتے۔(ابن ابی حاتم)

سوال3:بیت اللہ میں مشرکین کی نماز کا نقشہ قرآن حکیم نے کس طرح کھینچا ہے؟

جواب:《1》مشرکین کی نماز تالیاں پیٹناں اور سیٹیاں بجانا ہے جس میں نہ احترام ہے نہ شعور ہے نہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی کا احساس اور نہ بیت اللہ کے تقدس کا کوئی تصور ہے۔《2》وہ عبادت رجوع الی اللہ نہیں رجوع الی الدنیا کا تماشا تھا۔

سوال4:کیا آج بھی عبادت کے جاہلانہ طریقے موجود ہیں؟

جواب:《1》آج بھی عبادت کے جاہلانہ طریقے موجود ہیں مثلاً خانقاہوں اور مزاروں پر ڈالی جانے والی دھمالیں،قوالیاں اور رقص وغیرہ《2》قبروں کی چوکھٹوں پر چہرے رگڑنا اور سجدے کرنا۔《3》خانقاہوں پر گانا بجانا۔《4》خانقاہوں پر اللہ ہو کے نعرے لگانا وغیرہ۔

سوال5:فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ''سو چکھو عذاب اس وجہ سے جو تم کفر کرتے تھے۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''سو چکھو عذاب اس وجہ سے جو تم کفر کرتے تھے'':انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا،سیٹیاں بجا بجا کر ایمان والوں کی نمازیں خراب کیں،مومنوں کا مذاق اڑایا اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:اپنے کفر کے بدلے میں عذاب کا مزہ چکھو۔بدر کے دن گرفتار بھی ہوئے اور مارے بھی گئے۔

سوال6:یہاں عذاب سے کون سا عذاب مراد ہے؟

جواب:یہ وہی عذاب ہے جو انہوں نے طلب کیا تھا کہ ان کی جڑ کاٹ دی جائے تو بدر کے میدان میں ان کی جڑ کاٹ دی گئی۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۚ فَسَيُنْفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ ۗ وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ (36)

بلاشبہ جن لوگوں نے کفر کیا وہ اپنے مال اس لیے خرچ کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکیں۔چنانچہ ابھی وہ اور خرچ کریں گے،پھر وہ ان پر حسرت بن جائے گا،پھر وہ مغلوب ہوں گے۔اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کو جہنم کی طرف اکٹھا کیا جائے گا۔(36)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:《1》ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا کہ جب قریش بدر کے دن شکست کھا چکے اور مکہ مکرمہ واپس آئے تو عبداللہ بن ابی ربیعہ،عکرمہ بن ابی جہل،اور صفوان بن امیہ قریش کے ان لوگوں کے ساتھ جن کے باپ بیٹے بدر کے دن مارے گئے تھے ابوسفیان اور قریش کے قافلہ تجارت کے پاس گئے اور ان لوگوں سے بات چیت کی کہ اے قریش کی جماعت محمد نے تم کو شکست دی ہے اور تمہارے پیارے عزیزوں کو مار ڈالا،تو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اس مال سے ان سے پھر لڑائی کرنے کے لیے ہماری مدد کرو شاید ہم اس نقصان کا مداوا کر سکیں چنانچہ وہ ایسا کرنے کے لیے تیار ہو گئے اس طرح ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا گیا ہے تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔﴿2﴾ ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے الحکم بن عتیب رحمۃ اللہ علیہ ہ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت ابوسفیان کے متعلق نازل ہوئی ہے، اس نے مشرکین پر 40 اوقیہ چاندی خرچ کی تھی۔ نیز ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن ابزہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابن سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت ابوسفیان کے متعلق نازل ہوئی ہے اس نے احد کے دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑائی کے لیے دو ہزار حبشی کرایہ پر بلائے تھے۔(تفسیر ابن عباس:488/1)

سوال2: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ''بلاشبہ جن لوگوں نے کفر کیا وہ اپنے مال اس لیے خرچ کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ یقیناً جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کیا۔(ایسر التفاسیر:518)
﴿2﴾ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ''وہ اپنے مال اس لیے خرچ کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکیں'' جو اپنے مال اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں اور اللہ تعالیٰ کے دین کو، اس نور کو بجھانے کی کوششوں اور اس کے کلمے کو نیچا دکھانے کے لیے خرچ کرتے ہیں تاکہ وہ حق کو نیچا دکھائیں اور باطل کو سر بلند کریں تاکہ وہ توحید کو مٹا دیں اور بتوں کی عبادت کے دین کو قائم کر دیں۔

سوال3: کافر اپنے مال کن مقاصد کے لئے خرچ کرتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ کافر اپنے مال خرچ کر کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں۔﴿2﴾ کافر اپنے مال اور اپنی قوتیں دین کو ختم کرنے کے لئے خرچ کرتے ہیں۔﴿3﴾ کافر دین کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کرنے کے لئے مال خرچ کرتے ہیں۔

سوال4: فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ''چنانچہ ابھی وہ اور خرچ کریں گے، پھر وہ ان پر حسرت بن جائے گا، پھر وہ مغلوب ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ''چنانچہ ابھی وہ اور خرچ کریں گے'' رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ ابھی یہ اور خرچ کرتے رہیں گے۔ انہیں اپنا خرچ بہت کم محسوس ہوگا کیونکہ وہ حق سے شدید دشمنی رکھتے ہیں اور باطل سے چمٹے ہوئے ہیں۔﴿2﴾ ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ''پھر وہ ان پر حسرت بن جائے گا'' پھر وہ ان کے لیے شدید ندامت کا سبب بنے گا، انہیں انتہائی افسوس ہوگا اور وہ ذلیل و رسوا ہوں گے۔﴿3﴾ ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ان کے مال و متاع اور آرزوئیں خاک میں مل جائیں گی اور آخرت میں انہیں سخت عذاب دیا جائے گا۔(تفسیر سعدی:987/1)

سوال5: وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کو جہنم کی طرف اکٹھا کیا جائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کو جہنم کی طرف اکٹھا کیا جائے گا'' کافروں کو جہنم میں جمع کیا جائے گا تاکہ وہ اس کے عذاب میں مبتلا ہوں، جہنم ایسے ہی ناپاک لوگوں کا ٹھکانہ ہے۔

سوال6: کافروں کا مال خرچ کرنا انہیں کہاں پہنچا دے گا؟

جواب:﴿1﴾ کافروں کا مال انہیں حسرتوں اور آہوں میں مبتلا کر دے گا۔﴿2﴾ کافروں کا مال انہیں جہنم میں پہنچائے گا۔

لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ
فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (37)

تاکہ اللہ تعالیٰ ناپاک کو پاک سے الگ کر دے اور ناپاک کے بعض حصے کو بعض پر رکھے، پس وہ ان کو اکٹھا ڈھیر بنا دے،

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پھراس کوجہنم میں ڈال دے۔یہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔(37)

سوال1:لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ'' تاکہ اللہ تعالیٰ ناپاک کو پاک سے الگ کردے اور ناپاک کے بعض حصے کو بعض پر رکھے، پس وہ ان کو اکٹھا ڈھیر بنادے، پھراس کو جہنم میں ڈال دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے حق اور باطل کی اس جنگ کا میدان اس لیے سرگرم کروایا اور اس کے لیے مال خرچ کرنے پر اس لیے تیار کیا ہے تاکہ ﴿1﴾لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ'' تاکہ اللہ تعالیٰ ناپاک کو پاک سے الگ کردے''یعنی پاک اور ناپاک الگ الگ ہوجائیں۔﴿2﴾ الْخَبِيْثَ مشرک اور نافرمان لوگ۔﴿3﴾مِنَ الطَّيِّبِ اہل توحید سے اوراعمال صالحہ انجام دینے والوں سے۔(ایسرالتفاسیر:518)﴿4﴾وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ اور ہرطرح کے خبیث کو اکٹھا کردے۔خبیث اعمال،خبیث اموال اور خبیث اشخاص کو اکٹھا کردے۔﴿5﴾فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا پھراس ڈھیر کو یعنی ساری گندگی کو اکٹھا کردے۔﴿6﴾فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ: پھران سب کو جمع کرکے جہنم میں جھونک دے۔

سوال2:اللہ تعالیٰ حق اور باطل کی کشمکش کیوں برپا کرتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ حق اور باطل کے درمیان کشمکش اس لئے بھی برپا کرتے ہیں تاکہ دونوں قسم کے لوگ الگ الگ ہوجائیں۔﴿2﴾یہ کشمکش اس لئے برپا ہوتی ہے کہ یہ کھل جائے کہ کون حق سامنے آنے کے بعد مان لیتا ہے اور کون اس کا انکار کرتا ہے۔﴿3﴾حق اور باطل کی کشمکش اس لئے بھی برپا کی جاتی ہے کہ یہ پتہ چل جائے کہ کون اللہ تعالیٰ کے لئے مال خرچ کرنے والا ہے اور کون تعصب کے لئے۔﴿4﴾حق اور باطل کی کشمکش اس لئے بھی ہوتی ہے کہ یہ پتہ چل جائے کہ کون سرکش بن کر زمین پر رہتا ہے اور کون تواضع اختیار کرتا ہے۔﴿5﴾اللہ تعالیٰ اس کشمکش کے ذریعے پاک روحوں اور ناپاک روحوں کو ایک دوسرے سے الگ کردیتا ہے۔

سوال3:حق اور باطل کی کشمکش کا عمل کیسے جاری ہوتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ابتداء میں مقابلہ کرنے کے لئے مال خرچ کیا جاتا ہے۔﴿2﴾باطل قوتیں جمع ہوجاتی ہیں۔﴿3﴾باطل حق پر دست درازی کے لئے لوگوں کو آمادہ کرتا ہے۔﴿4﴾حق کی تحریک اٹھتی ہے اور باطل کا سر پھوڑ دیتی ہے۔﴿5﴾اس طرح حق اور باطل کا امتیاز ہوجاتا ہے۔

سوال4:جب پاک اور ناپاک کو چھانٹنے کا عمل ختم ہوتا جاتا ہے تو فیصلہ کیا ہوتا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ پاک روحوں کو جنت میں داخل کردیں گے اور ناپاک روحوں کو ایک ساتھ جمع کرکے جہنم میں ڈھیر لگادیں گے۔

سوال5:أُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ'' یہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے خود اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو خسارے میں ڈالا۔﴿2﴾یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو اور اپنے مالوں کو خسارے میں ڈالا۔(تفسیر قاسمی:55/8)﴿3﴾قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ۝ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا آپ کہہ دیں کیا ہم تمہیں بتائیں جو لوگ اپنے اعمال میں سب سے زیادہ خسارے والے ہیں؟ وہ لوگ جن کی محنت دنیا کی زندگی میں ہی کھوگئی اور وہ سمجھتے رہے کہ یقیناً وہ ایک اچھا کام کررہے ہیں۔(الکھف:104,103)

آخری آیات:

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ(38)

آپ ان لوگوں سے کہہ دیں جنہوں نے کفر کیا، اگر وہ باز آجائیں تو جو گزر چکا وہ انہیں بخش دیا جائے گا اور اگر وہ دوبارہ کریں گے تو پہلوں کی سنت گزر چکی ہے۔(38)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1: قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ '' آپ ان لوگوں سے کہہ دیں جنہوں نے کفر کیا، اگر وہ باز آ جائیں تو جو گزر چکا وہ انہیں بخش دیا جائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا '' آپ ان لوگوں سے کہہ دیں جنہوں نے کفر کیا'': اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کی نماز اور ان کی بدنی عبادات کو بیان کیا پھر مالی عبادات کو اور ان کے اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے کو اور اس کے رسول اور مومنوں کے ساتھ قتال کو پھر ان کی حق کے راستے کی طرف راہ نمائی کی اور ان کو اسلام میں داخلے کی ترغیب دلائی۔ ان پر وسیع رحمت اور بڑے فضل کے دروازے کھول دیے۔《2》اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ '' کہ اگر وہ باز آ جائیں تو جو گزر چکا انہیں بخش دیا جائے گا'' یعنی اگر وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جھک جائیں تو ان کے کفر اور شرک کو معاف کر دیا جائے گا۔《3》نبی ﷺ نے فرمایا: جو اسلام لا کر خلوص سے عمل کرتا رہا اس سے اس کے جاہلیت کے کاموں کی باز پرس نہ ہوگی اور جس نے اسلام لا کر بھی برے کام کیے اس سے اس کے تمام اگلے پچھلے عملوں کی باز پرس کی جائے گی۔ (بخاری)《4》اسلام پہلے تمام گناہ کاٹ دیتا ہے اور توبہ پہلے گناہ مٹا دیتی ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 678/1)《5》اسلام لانے سے پہلے کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور سچی توبہ سے بھی پہلے کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔《6》سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو اسلام کی طرف مائل کیا تو میں نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: '' ہاتھ پھیلایئے کہ میں بیعت کروں!'' لیکن جب آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ پھیلایا تو میں نے عرض کی کہ '' ایک شرط کرنا چاہتا ہوں۔'' فرمایا '' کیا شرط کرنا چاہتے ہو؟'' میں نے عرض کیا '' یہ کہ میرے لئے آپ ﷺ مغفرت کی دعا فرمائیں کہ میرے پہلے سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں۔'' فرمایا '' کیا تمہیں نہیں معلوم کہ اسلام لانے سے پہلے کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اسی طرح ہجرت کرنے سے بھی پہلے کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔'' (مسلم، ابن کثیر)

سوال2: کافروں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کس صورت میں رحمت کا وعدہ کیا ہے؟

جواب:《1》وہ کفر سے باز آ جائیں۔《2》وہ توبہ کر لیں تو پچھلے اعمال پر سزا نہ دی جائے گی۔

سوال3: کیا فتح کے بعد پچھلے ظلم و ستم پر کسی کو سزا دی جائے گی؟

جواب: فتح کے بعد پچھلے ظلم و ستم کی سزا نہیں دی جائے گی۔

سوال4: جو لوگ حق اور باطل کے ٹکراؤ کے دوران حق کے علمبرداروں پر ظلم کرتے ہیں پھر وہ مغلوب ہو جاتے ہیں تو انہیں سزا ان کے ظلم کی کیوں نہیں دی جائے گی؟

جواب:《1》حق کے غلبے کے بعد اسلام کا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔《2》اسلام کا اصل مقصد لوگوں سے انتقام لینا نہیں، لوگوں کی گردنوں کو رب کے سامنے جھکانا ہے۔ جب لوگ جھک جائیں تو اجتماعی معاملات میں بدلہ لینے کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔

سوال5: وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ '' اور اگر وہ دوبارہ کریں گے تو پہلوں کی سنت گزر چکی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》وَاِنْ يَّعُوْدُوْا اگر وہ اپنے کفر اور اپنی دشمنی کا اعادہ کریں۔《2》فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ '' تو پہلوں کی سنت گزر چکی ہے'' یعنی ظالموں کو ہلاک کرنے کا۔ وہ جو رسولوں کو جھٹلاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب کا انتظار کریں جو حق کے دشمنوں پر نازل ہوتا رہا ہے۔

سوال6: فتح کے بعد اگر کوئی ظلم کرے تو اسلام کا اصول کیا ہے؟

جواب: فتح کے بعد کوئی ایسا کام کرے جسے اسلامی قانون میں جرم قرار دیا گیا ہے تو ضروری کاروائی کی جائے گی اور اس کو وہی سزا ملے گی جو اسلامی قانون میں اس جرم کے لئے مقرر ہے۔

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (39)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اوران سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے اور دین سب کا سب اللہ تعالیٰ کے لیے ہوجائے، پھر اگر وہ باز آجائیں تو یقیناً جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اسے خوب دیکھنے والا ہے۔(39)

سوال1: وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ''اوران سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے اور دین سب کا سب اللہ تعالیٰ کے لیے ہوجائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ ''اوران سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے''《1》ان سے لڑو یعنی جب تک شرک اور اللہ تعالیٰ کے راستے کی تمام رکاوٹیں دور نہ ہوجائیں اور کفار اسلام کے حکام کے سامنے سرنگوں نہ ہوجائیں۔(تفسیر سعدی:988/1)《2》حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ کے بارے میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ رہے۔(ابن ابی حاتم:1701/5)《3》وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ''اور دین سب کا سب اللہ تعالیٰ کے لیے ہوجائے'' اس سے مراد ہے کہ دین کے مقابلے میں ایسی قوتیں نہ رہیں جو دین کے راستے میں رکاوٹ پیدا کریں۔ کیونکہ یہ رکاوٹیں دور ہوں تو انسان آزاد ہوں گے اور ان پر کوئی عقیدہ اختیار کرنے میں رکاوٹ نہ ہوگی۔《4》یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید خالص ہوجائے اس کے ماسوا کسی کی عبادت نہ ہو۔(تفسیر قاسمی:56/8)《5》دشمنان دین کے خلاف جہاد اور قتال کا یہی مقصد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین کو کفار کے شر سے بچایا جائے اور اللہ تعالیٰ کے دین کی، جس کے لیے تمام کائنات تخلیق کی گئی ہے، حفاظت کی جائے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا دین تمام ادیان پر غالب آجائے۔(تفسیر سعدی:988/1)《6》رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے کہ میں دشمنان اسلام سے قتال کرتا رہوں یہاں تک کہ وہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو قبول کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں اور جب وہ ایسا کرلیں تو ان کے خون اور اموال سب محفوظ ہوجائیں گے۔ بجز اس کے کہ اسلامی قانون کے ماتحت کسی جرم کی پاداش میں ان کو سزا دی جائے۔ اور ان کے دلوں کا حساب اللہ تعالیٰ پر رہے گا کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ اور اعمال اسلام کو قبول کر رہے ہیں یا نفاق ہے۔(بخاری، مسلم)《7》اس سے مراد ہے کہ لا الٰہ الا اللہ خوب پھیل جائے۔ شرک اور بت پرستی مٹ جائے۔ تمہارے دین کے ساتھ کفر اور شرک باقی نہ رہے۔《8》آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ انسان بہادری، غیرت اور شہرت کے لیے لڑتا ہے ان میں سے کون اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے اس لیے جنگ کی کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہو وہی اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتا ہے۔(بخاری، مسلم)

سوال2: کافروں سے جنگ کب تک جاری رہے گی؟

جواب:《1》جب تک فتنہ باقی ہے۔《2》جب تک دین پورے کا پورا اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں ہوجاتا۔

سوال3: دین صرف اللہ تعالیٰ کا ہوجائے اور مسلمانوں کے لئے فتنہ نہ ہو تو اس سے انسانیت کو کیا فائدہ حاصل ہوگا؟

جواب:《1》انسانیت کو عزت، وقار اور شرف اسی صورت میں حاصل ہوسکتا ہے جب دین اللہ تعالیٰ کا ہوجائے۔《2》انسانیت اللہ تعالیٰ کے سوا ہر ایک کی غلامی سے آزاد ہوگی۔ انسانوں کو اس سے حقیقی فوائد نصیب ہوں گے۔ اسی مقصد کے لئے اسلام مسلمانوں کو اٹھاتا ہے کہ کوئی فتنہ نہ رہے۔

سوال4: فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ''پھر اگر وہ باز آجائیں تو یقیناً جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اسے خوب دیکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》فَاِنِ انْتَهَوْا پھر اگر وہ کفر اور شرک سے باز آجائیں تو تم بھی جنگ بند کردو اور ان کے دلوں کا حال اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دو۔《2》فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ''یقیناً جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اسے خوب دیکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ سے ان کا کوئی عمل خواہ وہ دل کا ہو، زبان کا یا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اعضاء کا چھپا نہیں رہ سکتا۔《3》رب العزت نے فرمایا: فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا ،نہایت رحم والا ہے۔ (التوبہ:5)《4》رب العزت نے فرمایا: فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ؕ وَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ چنانچہ اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں اور ہم ان لوگوں کے لیے آیات کو کھول کر بیان کرتے ہیں جو جانتے ہیں۔(التوبہ:11)《5》سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص پر حملہ کیا اس نے لا الہ الا اللہ پڑھ لیا مگر انہوں نے یہ سمجھتے ہوئے کہ جان بچانے کی غرض سے کلمہ پڑھ لیا ہوگا اسے قتل کر ڈالا پھر نبی ﷺ کے سامنے پورا واقعہ بیان کیا تو آپ ﷺ نے ناراض ہو کر ان سے فرمایا: کیا تم نے کلمہ پڑھ لینے کے بعد بھی اسے قتل کر ڈالا۔ تم قیامت کے دن اس کلمے کے ساتھ کیا کرو گے؟ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اس نے جان بچانے کے لیے کلمہ پڑھا تھا۔ فرمایا: کیا تم نے اس کا دل پھاڑ کر دیکھ لیا تھا؟ آپ ﷺ بار بار یہی فرماتے رہے کہ قیامت کے دن لا الہ الا اللہ کا مقابلہ کون کرے گا؟ آپ ﷺ بار بار یہی فرماتے رہے۔ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے تمنا کی کہ کاش میں آج ہی اسلام لایا ہوتا۔

وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ؕ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ (40)

اور اگر وہ منہ موڑیں تو جان لو یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارا دوست ہے، وہ اچھا دوست اور اچھا مددگار ہے!(40)

سوال1: وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ''اور اگر وہ منہ موڑیں تو جان لو یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارا دوست ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》وَ اِنْ تَوَلَّوْا ''اور اگر وہ منہ موڑیں'' اگر لوگ اطاعت سے منہ موڑ لیں اور پھر کفر اور سرکشی میں مشغول ہو جائیں۔《2》یعنی ایمان سے اعراض کریں اور کبھی نہ باز آئیں۔(تفسیر قاسمی:57/8)《3》فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ''تو جان لو یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارا دوست ہے'' اللہ تعالیٰ تمہارا مولیٰ ہے وہ مومن بندوں کی سرپرستی کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:988/1)

سوال2: اگر اسلام کے اس اصول کو لوگ مانیں تو مسلمان کس چیز کو سامنے رکھتے ہوئے اپنا کام کرتے جائیں؟

جواب:《1》مسلمان ذہن میں رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ان کا سرپرست ہے۔《2》اللہ تعالیٰ ہی بہترین حامی اور مددگار ہے۔

سوال3: نِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ ''وہ اچھا دوست اور اچھا مددگار ہے!'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》نِعْمَ الْمَوْلٰى ''وہ اچھا دوست ہے'' جو اس کو اپنا سرپرست بناتا ہے وہ اس کو ضائع نہیں کرتا۔ وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ: وہ کبھی مغلوب نہیں ہوتا جس کی وہی مولا مدد کرتا ہے۔(تفسیر قاسمی:57/8)《2》وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ جوان کی مدد کرتا ہے، ان کے خلاف فساق و فجار کی سازشوں کو ناکام بناتا ہے اور اشرار کی عداوت سے حفاظت کرتا ہے اور جس کا سرپرست اور حامی و ناصر اللہ تعالیٰ ہو تو اسے کسی قسم کا خوف نہیں ہوتا اور جس کا اللہ تعالیٰ مخالف ہو اسے کوئی مدد اور سہارا نہیں دے سکتا۔(تفسیر سعدی:988/1)

✵✵✵✵✵✵✵

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com